Scanned with CamScanner

انیس ناگی

دیوار کے پیچھے

ناول

قوسین
لاہور

rekhta

Scanned with CamScanner

ایک مختصر بات

یہ نہایت ہی مختصر سی بات ہے کہ میں نے ۱۹۷۱ء میں ایک ناول لکھا تھا، لکھنے کے بعد اشاعت کے شوق میں اُس کے کچھ اجزا مختلف خوشنویسوں کے زیرِ قلم رہے لیکن پورے نو سال تک یہ ناول چھپ نہ سکا۔ اس غیر معمولی تاخیر میں کچھ تو میری پیشہ ورانہ مصروفیتوں کا دخل تھا اور کچھ میرے متنوّع اَدبی مشاغل کا عمل، تاہم اس ناول کی تحریر کے بعد میں کبھی کبھار اس کے مختلف اجزا میں ردّ و بدل کرتا رہا۔ ایک دو دوستوں نے اس ناول کا مطالعہ بھی کیا اور اس کی طباعت کے لیے اصرار کیا۔ اس کی کچھ صفات کا ذکر بھی کیا لیکن بعض نے تحیّر کا اظہار کیا کہ انیس ناگی کو شاعری، تنقید اور ترجمے کرتے کرتے ناول لکھنے کی کیا سوجھی؟ یہ تحیّر اور استفسار ہی آخر میں میرے ناول کی اشاعت کے محرّک ثابت ہوئے اور ہر طرح کی مصروفیات کے باوجود میں نے ایک دوسرا ناول بھی لکھ لیا۔ اس اعلان کی ہرگز یہ غایت نہیں کہ مجھے ناول نگار بننے کا شوق ہے، حقیقتاً "دیوار کے پیچھے" میرے تخلیقی عمل کا ایک حصّہ ہے۔

ایک ہی ذہن سے نکلتے ہوئے تخلیقی راستے کسی ہیئتی یا فنی تخصیص

Scanned with CamScanner

کے محتاج نہیں ہوتے۔ شعر اور نثر، آہنگ اور عدم آہنگ کے فاصلے یہ سب نوع بندی کی بدعتیں ہیں جن کی اطاعت سے کچھ زیادہ حاصل نہیں ہوتا۔ اصل مسئلہ تخلیقی تجربے کی معنوی حیثیت کا ہے کہ وہ کس حد تک اپنے جائز وجود کا جواز فراہم کرتی ہے۔ کیا اس کی موجودہ شکل اس کی آخری اور حتمی شکل ہے؛ یہ معیار ناگزیر طور پر تخلیقی تجربے کے عصری رابطوں اور تہذیبی کنایوں کو اولاً زیرِ بحث لاتا ہے، اس کے ساتھ ہی وہ معاصر زندگی میں مسائل کی نوعیت کا تعین کرتا ہے اور دوسری طرف یہی تخلیقی تجربہ اپنی لسانی شناخت کا تعارف کراتا ہے کہ اس کو کس محاورے میں مرتب کیا گیا ہے۔ یہ تمام مباحث اس وقت شروع ہوتے ہیں جب ہم ناول کو ایک مخصوص ہیئت کی بجائے ایک وسیع تخلیقی عمل سے تعبیر کرتے ہیں جس میں نظم، نثر، ڈرامہ وغیرہ وغیرہ منہدم ہو کر نتیجہ کے طور پر ایک عظیم تخلیقی سلسلے کو جنم دیتے ہیں۔ میں اس عظیم تخلیقی سلسلے کی آڑ میں اردو کے پرانے اور "نئے" ناول کی تردید کا خواہش مند نہیں ہوں بلکہ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اردو میں ناول کی ایک منطقی شکل ہے جس میں واقعات اور کرداروں کی مضحکہ خیز مثلثیں قائم کی جاتی ہیں۔ ایک آغاز، ایک انجام اور کرداروں کے میکانکی ارتقا کو تصوّر کیا جاتا ہے۔ اِن تمام تصوّرات کی شکست و ریخت ضروری ہے کہ اردو میں نئے ناول کی روایت کا آغاز کیا جا سکے۔

انیس ناگی

Scanned with CamScanner

میرا نام احمد ہے۔

یہ کہانی میرے ایک ایسے دوست کی ہے جو کافی مدت سے لاپتہ ہے، میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ زندہ ہے، ایک دن اس نے خودکشی کی کوشش کی لیکن موت نے اسے قبول نہیں کیا، میں اسے گھر ملنے گیا تو وہ لاپتہ تھا، وہ غیر حاضر ہونے سے پہلے میرے لئے ایک سربمہر بنڈل چھوڑ گیا تھا جس میں بہت سے کٹے پھٹے کاغذات کے علاوہ ایک تحریر میرے نام بھی تھی :

—— احمد، احمد میں بہت منتشر ہوں، تھکا ہوا بے مراد منکر ہوں، میرے اندر خلا ہی خلا ہے۔ میں حقیقت بننا چاہتا تھا لیکن مجھے روک دیا گیا ہے —— نہ جانے کیوں ابھی تک میرے نینوں میں زندگی کی رطوبت باقی ہے، میں نے اپنا حساب چکا دیا ہے، میرا کوئی مطالبہ نہیں ہے، میں زندہ رہنا نہیں چاہتا تھا اس کے باوجود زندگی نے کہا کہ اسے میری ضرورت ہے، کیسا اتفاق ہے کہ مجھے اپنی ضرورت نہیں ہے میری موجودگی پہ کیوں اصرار کیا جا رہا ہے؟ ——

یہ میری اور تمھاری اور ان بیکسوں کی کہانی ہے جو ہماری وجہ سے پریشان رہے

——— میں تمھارا ممنون ہوں کہ اس جہنمی سفر میں تم نے میرا ساتھ دیا، الوداع!
میں مستقبل کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہوں، تاہم اپنے اور تمہارے درمیان رشتے کا یہ باب ختم کرتا ہوں ———

یہ ایک ایسے شخص کی داستان ہے جو ہر اعتبار سے میری طرح غیر اہم تھا، ظاہر ہے کہ تاریخ کا تعلق صرف اہم واقعات سے ہوتا ہے اور وہ غیر اہم احوال کو داستانوں کی صورت میں چھوڑ دیتی ہے، بایں ہمہ بعض اوقات ناساعد سیاسی حالات میں چوری چھپے لکھی ہوئی یادداشتیں تاریخ سے زیادہ اہم ہوتی ہیں کیونکہ ان کے قالب میں زمانے کا وہ باطن مخفی رہتا ہے جس کا اظہار ممنوعہ ہوتا ہے، میں اور پروفیسر اس ممنوعہ باطن کی داستان میں؛ دو ایسے کردار ہیں جو سچ اور جھوٹ کے فاصلوں کی پیمائش نہیں کر سکے۔ پروفیسر کے حوالے سے مجھے اپنی سیرت دیکھنے کا موقعہ بھی ملا ہے، مجھے اپنے کیے پر ندامت ہے کہ میں پستی اور زوال کی راہ کا اشارا بنا اور کئی مرتبہ میں نے پروفیسر کو حربے کے طور پر استعمال کیا، میری نیت کے بارے میں شک نہیں کیا جانا چاہیے کیونکہ میں ہر حالت میں اس کی مدد کرنا چاہتا تھا۔

پروفیسر سکول کے زمانے ہی سے بڑا احساس اور زود رنج تھا اور میرے نزدیک زندگی میں اس کی ناکامی کی سب سے بڑی یہی وجہ تھی ———
خیر فی الحال مجھے یہ نہیں علم کہ وہ کہاں ہے؟ غالباً وہ مر چکا ہے، اگر زندہ بھی ہے تو اسے تلاش کرنا محال ہے!

۲ر اگست ۱۹۶۹ء

Scanned with CamScanner

۱

رات زوال پر ہے، رات ذرہ ذرہ ہو کر افشاں کی طرح روئے زمین پر
بکھرتی جا رہی ہے، یہ کس کی سہاگ رات ہے؟ نہیں، یہ فقط جاگتے ذہن کا
تماشا ہے! اندھیرا محض ایک خوف ہے، کائنات کی ابھی تک شکل وہی ہے
جو پہلے تھی، ——— انجام ایک آغاز ایک ——— میں جو کچھ دیکھ رہا
ہوں وہی حقیقت ہے، میری زبان جھوٹ بول سکتی ہے لیکن آنکھیں دھندلا نہیں
سکتیں، میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے کمرے کے ارد گرد نئے اور پرانے مکان
چاندنی کی پوشاک پہنے حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تک رہے ہیں جیسے
کسی کے منتظر ہیں۔ آسمان شفاف، گلیاں خاموش، مکان خاموش، مکین خاموش،
خاموشی سے پھوٹتا ہوا اسرار خاموش، سب گونگے بہرے ایک دوسرے کے
خاموش شاہد ——— وقت ایک نقطے پر منجمد، چاند کہکشاں کی دہلیز پر رُکا
ہوا ——— میرے دل کی دھک اور مسلسل دھک خاموشی میں شور کی ایک
صورت ——— ٹیکیا کارڈیا ——— نہیں وقت چل رہا ہے، اس کے
ٹیڑھے قدموں کے نشان میرے ضمیر پر نہیں، ساری کائنات کے احساس پر کندہ
ہو رہے ہیں۔ رات میرے اوسان خطا کر دیتی ہے، پتلیوں میں پھیلاؤ اور
نظر میں دھندلاہٹ، طبیعت میں اضطراب پیدا کرتی ہے، ایک حس کا ضعف
دوسرے حواس کو مدھم کرنے کی بجائے مشتعل کرتا ہے ——— کمرے کی
دیواریں ہر رات میرے وجود کو مسمار کرنے کے لئے پھدک کر قریب

Scanned with CamScanner

آجاتی ہیں، میری آواز، میرا تنفس اور میرا وجود اس محاصرے میں گونجتا ہے اُف، یہ دیواریں، پتھر کی دیواریں، ہست کی دیواریں، دیواریں ہی دیواریں، ان کے پیچھے کون ہے؟ کیا ہے؟ ان کی اوٹ میں کون جھانک رہا ہے؟ چوری چھپے جھانکنے کا عمل محض حماقت ہے! ——

اوہ ہو! میں اپنے ظرف سے زیادہ وہسکی پی گیا ہوں اور کسی خواہش کے بغیر اس عمل کو جاری رکھنے پر مصر ہوں۔ اکیلے میں وہسکی پینا ہلاکت کی طرف ایک سوچا سمجھا ہوا قدم ہے، نشے اور تنہائی کی آڑ میں وہ سب کچھ باہر نکل آتا ہے جسے عموماً ظاہر ہونے کا موقع نہیں دیا جاتا، ذات خود آئینہ بن جاتی ہے اور پھر اپنا خوف، اُف، الاماں! غالباً مارجنل یوٹیلٹی کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ اندرونی خلا کو بیرونی سیال سے بھرنے کی کوشش، ہنت، یہ کھوکھلا پن ہے! میرا تنفس تدریج بھاری ہوتا جا رہا ہے، وہسکی کا زہریلا پن خلیوں میں محفوظ آکسیجن کا گلا گھونٹ رہا ہے، ہر طرف تاریکی اور روشنی کے دھبے اور دھبوں میں سے اٹھتے ہوئے انسانی شکلوں کی صورت میں دھبے —— شاں شاں کتنا تیز جھکڑ چل رہا ہے، چاند فضا کی گدلاہٹ میں حل ہو کر اپنا وجود کھو چکا ہے، کمرے کا لیمپ روشنی سے محروم ہوتا جا رہا ہے —— اندھیرا ہی اندھیرا، میرے اندر اور باہر اندھیرا —— لعنت ہے ایسے نشے پر جو شعور کی کمر نہ توڑ سکے، ایسے شعور کی بیخ کنی ضروری ہے جو ہر لمحے وجود کی یاد دہانی پر اصرار کرے، ایسے سفلے وجود سے فرار ضروری ہے! پسپائی، تھکے ہارے بھاگتے قدموں کا شور، بگل کی اداس آواز صور اسرافیل، الاماں کیسا دوزخی سماں ہے، پسپائی کے کئی ایک جواز ہو سکتے ہیں۔ نہیں، ہرگز نہیں، میں اپنی صفائی میں جواز پیش کرنا نہیں چاہتا، میں صرف احتجاج کروں گا تمام رگوں کو سمیٹ کر اتنی قوت سے

Scanned with CamScanner

احتجاج کروں گا کہ آسمان کانسی کے برتن کی طرح لرزنے لگے، مجھ سے احتجاج
کا اختیار نہیں چھینا جا سکتا، میرا سب کچھ چھن چکا ہے' مجھ پر سفاکانہ حملہ کیا گیا ہے
میں ایک بے حرمت بھوک کی سزا بھگتنے والا ہوں ——— موت میرا اٹل
فیصلہ ہے، یہ ایک نہایت ہی نجی سی واردات ہے جس میں مداخلت کے حقوق
محفوظ ہیں' بجنازے کی صورت میں زندہ رہنا ناممکن ہے۔ یہ فیصلے کا قیمتی لمحہ
ہے، زندگی یا موت ——؟ زندگی نے تمہیں دھتکار دیا ہے اور ابھی موت سے
آشنا نہیں ہو' بولو کیا چاہتے ہو؟ یہ سب کچھ تمہارے اختیار میں ہے:۔ مجھے
سوچنے کی مہلت دی جائے! مجھے اپنی غفلت کا مکمل طور پر احساس ہے کہ میں
نے زندگی کے لئے ترکے میں کچھ نہیں چھوڑا: فقط تکمیل کی حسرت' مجبوری کا سب
سے بھیانک روپ، زندگی نے مجھے کیا دیا ہے؟ حساب برابر ہوا، جسمانی
ہئیت؟ ہا ہا یہ ان زرخیز جراثوموں کا کرشمہ ہے جو میرے وجود میں منتقل ہو کر
نئے جراثوموں میں تبدیل ہو گئے ہیں ——— میری وراثت کے لئے کس نے
جانشینی کا دعویٰ کیا ہے؟ احمقوں نے جلد بازی سے کام لیا ہے! لالچ نے
ان کی روشنی چھین لی ہے۔ لو میری موجودگی ہی میں وراثت کا صندوق کھولو: نزاع'
ابن الوقتی، مکروہی اور خشک قرطے! ہا ہا! لالچیو تمہارے چہرے کیوں زرد
ہو گئے ہیں؟ انھیں اب محفوظ رکھو میں نے وصیت لکھ دی ہے ———
اُف' میرا بدن تشنج کی اینٹھن سے کراہ رہا ہے: چھک چھک چھک' میری رگوں
کی پٹریوں پر کون انجن چلا رہا ہے، ہر طرف بھاپ ہی بھاپ ہے، زبان رتیلی دلدل
کی طرح ہل رہی ہے، بدن کی دیواروں پر دستکوں کی یلغار ہے، یہ کس کے بوجھل
ہاتھ ہیں؟ اندھیرے کی چادر اوڑھے ہوئے کون آگے بڑھ رہا ہے؟ اندھیرا ہی
اندھیرا اور اندھیرے میں بھاری قدموں کی چاپ ———

Scanned with CamScanner

اندھیرے میں بھاری قدم فل بوٹ پہنے ہوئے میرا تعاقب کر رہے ہیں مجھے
ضرورت سے زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے، غیر اہم افراد کی نگرانی نیا نازی ازم
ہے میں ابتدا میں اسے نا اہل ذہن کی اختراع سمجھتا تھا، پھر بتدریج شبہ قائم
ہوا اور یہ شبہ آج حقیقت کا منہ بولا روپ ہے۔ یہ شبہ کافی دیر سے میرے
دماغ کی تہہ میں خفیہ کینسر کی طرح پک رہا ہے مجھے اس کا احساس تھا لیکن میں نے
کبھی اسے درخور اعتنا نہیں سمجھا تھا کہ جب میں نے کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا
تو پھر یہ دھڑکا بے معنی ہے۔ ایک دن یہی دھڑکا اتنا قوی ہو گیا کہ میرے
دل و دماغ جکڑے گئے' لوگوں کے بارے میں میری خوش فہمی بدگمانی میں تبدیل
ہوتی گئی اور میں لوگوں سے کترانے لگا، یوں معلوم ہوتا تھا کہ سب کے سب
میرے خلاف سازش میں مصروف تھے۔ جب بھی کوئی گھور کر مجھے دیکھتا تھا تو
میرے بدن میں کپکپی کی لہر دوڑ جاتی تھی۔ ایک دن یہ فیصلہ کیا کہ سب سے
قطع تعلق کر لوں، پھر فیصلہ نہ کر سکا کہ کس سے ملوں اور کس سے گریز کروں؟
سارے ایک سے ہی تو ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ جب سے اس شبہے نے تقویت
پکڑی ہے مجھے کچھ ہوتا جا رہا ہے' ساری رات نیند کے انتظار میں جسم و جاں
شل ہو جاتے ہیں، غالباً یہی شبہ مجھے سونے نہیں دیتا۔ وہ مجھے اپنا مقروض سمجھتا
ہے۔ میں گزشتہ چند دنوں سے اپنے بعض رفقا کار کے رویوں میں تبدیلی محسوس
کر رہا تھا یہ سب علامتیں تھیں، آندھی کی آمد سے قبل آسمان سرخ ہو جاتا ہے'
کسی حادثے کے وقوع پذیر ہونے سے قبل ارد گرد میں موجود لوگوں کے رویے
بھی آسمان کی طرح متغیر ہو جاتے ہیں۔ آج فیصلہ ہو گیا ہے ان تمام شبہوں
میں مشتبہ عناصر کی تطہیر کے عمل کی بسم اللہ مجھ سے ہوئی ہے۔ کئی دنوں سے
ملازم پیشہ اہل کار معافی نامے بنے سہمی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ

رہے ہیں، تطہیر کے ذریعے گرتی ہوئی دیواروں کو روکنے کا عمل بڑا مضحکہ خیز ہے، عضو عضو میں طاعون پھیل چکی ہے، حفظانِ صحت کی تدابیر محض طفلانہ کوششیں ہیں اب صحت کی بحالی ناممکن ہے۔

آج کی رات، آج کی صبح سے مختلف ہے، ایک زمانی تسلسل کے دو حصے میری وجہ سے تضاد بن گئے ہیں۔ آج کی رات تاریکی کا امڈتا، سمٹتا ہوا سیلاب ایک نامعلوم مستقبل کا خوف بنا ہوا ہے، آج کی صبح ایک مضمحل فاحشہ کی طرح آسمان پر بچھی ہوئی شکن آلودہ شفق سے زوال کا پیغام لے کر بیدار ہوئی تھی، میں اس کی زیرِ لب معنویت کو نہیں سمجھ سکا تھا کیونکہ میں فطرت کی ان علامتوں کو انسانی زندگی سے آزاد سمجھتا تھا۔ میں حسبِ معمول جلدی جلدی تیار ہو کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اسٹاف روم میں داخل ہونے لگا تھا کہ مجھے ایک اشارے سے پرنسپل کے کمرے میں طلب کیا گیا، وہ مجھے دیکھتے ہی چیخنے لگا: یہ لو اپنا اعمال نامہ، کاغذ پر لکھے ہوئے اس حکم کو پڑھ لو، تمھیں نوٹس کے بغیر ہی فارغ کیا جاتا ہے، میں بھی تمہاری وجہ سے خواہ مخواہ عتاب میں آجاؤں گا کہ میں ایک ناپسندیدہ اور مشتبہ شخص کی پشت پناہی کر رہا ہوں! جاؤ چارج چھوڑ دو ——— مجھے کیا علم تھا کہ میرے کالج میں اتنا خوفناک شخص کام کر رہا ہے۔ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا، میں چارج چھوڑے بغیر اس چار دیواری سے اس طرح باہر نکل آیا جیسے کسی طوائف کو غیر صحت مندی کی بنا پر چکلے سے زبردستی اٹھا دیا گیا ہو۔ صبح سے یہ اعمال نامہ میری جیب میں سینے کے ساتھ چپکا ہوا ہے۔ ایک محشر ذہن میں اور ایک بغاوت رگوں میں لئے پھر رہا ہوں لیکن شہر کی وسعت نے میرا حوصلہ پست کر دیا ہے، صبح سے ذہن اور قدم اس عاید کردہ الزام یا جرم کی نوعیت کی کھوج میں ہیں، کیا واقعی میرا ہر فعل اس جرم کے ارتکاب کی طرف ایک قدم

تھا؟ میری برطرفی کی خبر شہر کے پڑھے لکھے طبقے میں پھیل چکی ہے، میں صبح سے مختلف جگہوں پر صرف یہ جاننے کے لئے پھر رہا ہوں کہ کس کس کے پاس یہ خبر پہنچی ہے۔ یہ شہر عجیب خصلت کا مالک ہے جو کچھ سامنے ہو اسے قبول نہیں کرتا اور جو غیر حاضر ہو اس کی چوری چھپے تصدیق کرتا ہے، یہ افواہوں کا شہر ہے لیکن یہ اتفاق ہے کہ یہاں اصل حقیقت افواہوں کی صورت میں چھانکتی ہے، میری برطرفی افواہ نہیں، حقیقت ہے، مجھے بہت سے آشنا ملے لیکن شکر ہے کسی نے اس حادثے کی تفصیل نہیں پوچھی۔ آج میں بہت ہی فارغ تھا اور ذہن ہر مصروفیت سے عاری تھا، چنانچہ میں نے اس شہر کے ان تمام مقامات کی زیارت کی جو کبھی میری زندگی کا ایک حصہ تھے، میں نے ان مقامات کو دوبارہ دیکھا جہاں سے کبھی میرا بچپن گزرا تھا وہ تمام کے تمام اتنے بدل چکے تھے کہ کسی نے بھی مجھے نہ پہچانا، اسی طرح دن شام میں ڈھل گیا اور میرے دیکھتے دیکھتے شام نے چپکے سے رات کا لباس پہن لیا اور میں تھکے ہارے دن کی طرح کپڑوں سے دھول جھاڑتا ہوا ناامیدی اور ہزیمت کا پیغام لئے گھر جانے لگا تو رات نے راہزن کی طرح میرا راستہ روک لیا: کہاں چلے ہو تیرہ بخت؟ دنیا سے منہ چھپاتے پھرتے ہوتے تو گھر والوں کو کیا جواب دو گے؟ میں نے کہا: اے رات میرا راستہ نہ روک، میں مشکوک ہونے کے باوجود ایک شہری ہوں، زندگی کا حق رکھتا ہوں۔ آج میں دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ ریستوراں میں آیا تھا، آج سب مانوس چہرے ناپید تھے، کچھ انجانی شکلیں کرسیوں پر اونگھ رہی تھیں، آج میرے سوگ میں ریستوران کی فضا اداس تھی، کچھ دیر کے قیام کے بعد میں ایک دم کرسی سے اٹھا اور آہستہ آہستہ چلنے لگا۔

مجھے اس راستے سے گھر نہیں جانا چاہیئے، یہ راستہ بالکل ویران ہے، اس کی

ایک طرف روشنیوں سے منور شاہراہ لیٹی ہوئی ہے اور دوسری طرف گھپ اندھیرا ہے، میں روشنی میں سے گزر کر تاریکی میں قدم بڑھا رہا ہوں، اس پرانے اور ویران باغ میں سے گزرتا ہوا راستہ میرے گھر کو جاتا ہے، ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے، کچھ دکھائی نہیں دیتا اس کے باوجود قدم آگے بڑھتے جا رہے ہیں، گرمی اور حبس سے ساری فضا جکڑی ہوئی ہے، کل کائنات ساکت ہے، درخت کسی کی گھات میں سانس روکے ہوئے کھڑے ہیں، یقیناً کوئی شخص میرے تعاقب میں ہے، یہ میرا وہم یا دماغی اختراع نہیں ہو سکتی، کیونکہ نہ جانے کیوں اب ہر وہم کچھ دیر کے بعد ظاہر ہونے والی حقیقت کا پیش خیمہ بن چکا ہے، میں کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے خطرے کے وجود سے انکار نہیں کر سکتا۔ وہی شخص میرے تعاقب میں ہے جو ریستوراں کی ایک نکڑ میں اونگھتے کا بہانہ کئے ہوئے کنکھیوں سے میری حرکات کا جائزہ لے رہا تھا، میں پہلے اسے امرد پرست سمجھا کہ وہ مسکراتی ہوئی آنکھوں کے اشاروں سے مجھے سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ وہی شخص ہے، میں پیچھے دیکھنے کا حوصلہ نہیں رکھتا کیونکہ اس کی بجائے کوئی ایسی دہلانے والی شکل ہو سکتی ہے جس کی میں تاب نہ لا سکوں، جن بھوتوں کا وجود محض احمقانہ خوف ہے۔ میں اس سے زیادہ تیز نہیں چل سکتا، پھیپھڑے پھول کر بھری ہوئی مشک بن گئے ہیں اور زیادہ سانس کے متحمل نہیں ہو سکتے، دل کی دھڑکن اتنی تیز ہے کہ کبھی اتنی تیز نہ ہوئی تھی۔ میں باغ کے وسط میں پہنچ گیا ہوں، کافی راستہ باقی ہے، خیر دیکھا جائے گا، جو کوئی بھی ہوگا، خود بخود تھک کر تعاقب چھوڑ دے گا، اس وحشت سے نجات کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ میں ایک دم رک کر اس سے پوچھوں: تم کیا چاہتے ہو؟ نہیں، یہ حرکت محض حماقت ہے، لیکن اس روز روز کی بک بک کو ختم کرنا بھی اشد ضروری ہے، میرا سکون چھننا

Scanned with CamScanner

جا رہا ہے، وہ بھی مجھے دل بھر کر دیکھ لے میں بھی اسے اچھی طرح پہچان لوں، ایسی للن میٹی دونوں کے لئے تکلیف دہ ہے۔ پرنسپل بھی مجھے مخبر معلوم ہوتا ہے اسے کیسے پتہ چلا کہ میں مشکوک ہوں، میں یقیناً مشتبہ ہوں کہ میرا تعاقب کیا جا رہا ہے، اس واقعہ کے بعد آج میری آنکھیں کھلی ہیں کہ میرے خلاف سازش کا جال کافی دیر سے بنا جا رہا تھا اور میں اس حقیقت سے بے خبر بڑے اطمینان سے نارمل زندگی بسر کر رہا تھا، مجھے اب احساس ہوا ہے کہ کالج اور ریستوراں میں جان بوجھ کر ایسے موضوعات پر رائے زنی پر اکسایا جاتا تھا جن کے بارے میں آج کل سرگوشی میں بات کی جاتی ہے میں اس سازشی ماحول کی اہمیت سے بے خبر تھا اور اپنی رائے کا اظہار برملا کرتا تھا، ابھی پرسوں ہی کی بات ہے پروفیسر جمیل مجھے سٹاف روم کے ایک گوشے میں لے گیا:

پروفیسر ذرا محتاط گفتگو کیا کرو۔

کیوں میری آواز تمہیں بری لگتی ہے؟

دار و گیر کا زمانہ ہے جگہ جگہ جال بچھے ہوئے ہیں کسی پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

یار میں کون سے بم بنا رہا ہوں؟

میرا کام خبردار کرنا ہے باقی تمہاری مرضی، اور ہاں شام کو اس ریستوران میں جانے سے گریز کرو۔

جمیل تم مجھے سی آئی اے کے معلوم ہوتے ہو۔

میں جو کچھ بھی ہوں میری بات پر کان دھرو۔

میں نے جمیل کی تنبیہہ کو زیادہ اہمیت نہیں دی تھی لیکن اس کے باوجود میرے کان کھڑے ہو گئے تھے۔ سب سے پہلے مجھے جمیل پر شبہ ہوا تھا اس کے بعد

میں نے چند اور رفقا کار کا مطالعہ کیا تو ان کی وفاداریاں بھی کچھ مشکوک معلوم ہوئیں، اگلے دن میں نے کس قدر احتیاط کرنے کی کوشش کی لیکن وہ بھی بے سود ثابت ہوئی۔ کیونکہ میرے خلاف پہلے ہی سے کافی کچھ مواد مرتب ہو چکا تھا' دراصل میرے حلیے اور رویے نے بھی میرے خلاف فضا مرتب کرنے کا اہتمام کیا تھا، مجھے نہیں علم تھا کہ میرا ہر ایک قدم ہلاکت کی طرف سفر تھا۔ لباس کے معاملے میں لاپرواہی، بالوں کی طوالت اور بے ترتیبی، پائپ نوشی اور ریسٹورانوں میں وقت کٹی کی عادت کو دیکھ کر کالج کے اندر اور باہر بعض لوگ مجھے سرخا کہتے تھے۔ میں نے ابتدا میں وضاحت کرنے کی کوشش کی کہ میں سرخا ورخا نہیں ہوں لیکن اس وضاحت نے مجھے بعض کی نظروں میں اور زیادہ مشکوک بنا دیا تھا۔ پھر بتدریج میں اس لقب سے بالکل لاتعلق ہو گیا۔ میرا یقین تھا کہ نظریات انسان کی صحیح شناخت ہیں، ظاہری حلیے فریب ہوتے ہیں۔ اب یہ روشن ہوا ہے کہ ظاہری حلیے اور حرکات ہی اصل شناخت کا پیمانہ ہیں، اصل حقیقت کی طرف کوئی نہیں رجوع کرتا۔ میں نے کتنا وقت بے خبری میں بسر کر دیا اور مجھے یہ احساس ہی نہیں رہا کہ میں بظاہر کچھ نہ بھی کرتے ہوئے بہت کچھ کرتا رہا ہوں۔ مجھے اپنے آپ کو سمجھنے میں غلطی ہوتی ہے' بعض اوقات انسان اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے اور جب کوئی صورت حال پیش آتی ہے تو وہ کچھ اور نکلتا ہے۔ میں اپنے آپ کو بے ضرر سا اوسط درجے کی ذہانت کا مدرس سمجھتا تھا جس کی سوچ میں وضاحت کی بجائے الجھاؤ تھا، آج واقعات نے یہ ثابت کیا ہے کہ میرے اندر واقعی ناپسندیدہ عناصر موجود ہیں، ستم یہ ہے کہ میرے باطن کی شناخت کا فریضہ میری بجائے کسی اور نے سرانجام دیا ہے۔ کیا میں واقعی مہلک اور متعدی جراثیم لئے اردگرد کی فضا کو مسموم کر رہا ہوں؟ کتنا احمق ہوں اپنی بیماری کو ابھی تک صحت سمجھتا رہا ہوں

———— یہ راستہ ختم کیوں نہیں ہوتا میں باغ کے دوسرے کنارے پر ٹمٹماتی ہوئی روشنیوں کی طرف آگے بڑھ رہا ہوں مگر وہ دور ہی دور ہوتی جا رہی ہیں۔ عام حالات میں یہ گزرگاہ بہت جلدی ختم ہو جایا کرتی تھی اور اب ———— پیچھے مڑ کر دیکھنا حماقت ہے، غالباً اس نے سگریٹ روشن کیا ہے، اندھیرے میں دیا سلائی کی لو سے سارا آسمان دھکنے لگا ہے اور آسمان پر روشنی کے لوتھڑے تیر رہے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ وہ میرے کافی قریب آ چکا ہے میں اپنی گردن کے پاس اس کے ہاتھوں کی گرفت محسوس کر رہا ہوں ———— ٹک ٹک ٹک ———— مجھے اب چلنے کی بجائے بھاگنا چاہیئے، میں اس سے زیادہ تیز نہیں چل سکتا اور نہ بھاگ سکتا ہوں ———— مجھے بے روزگاری سے بچنا چاہیئے، اس اژدھے کا ایک بل میری ساری پسلیاں توڑ دے گا، اب کوئی اور ذریعہ معاش نظر نہیں آتا، میرے پلے کچھ ہوتا تو یہ نوکری نہ کرتا اور اس سے پیدا شدہ ذلت کا منہ نہ دیکھتا۔ میں نے اس صدی میں جنم لیا ہے جس میں ہاتھوں کی حرکت کے بغیر زندگی نہیں چل سکتی۔ نئی ملازمت کی تلاش، ہوں، در در کی ٹھوکریں اور ہم جنسوں کے ہاتھوں تحقیر اور ذلت اٹھانا! میری ہمت جواب دے چکی ہے، ایک ہی ملازمت نے اتنا نڈھال اور بے بس کر دیا ہے کہ دوسرے کے بارے میں سوچتے ہی جسم کانپنے لگتا ہے، لیکن اس کے بغیر زندگی کیونکر ممکن ہے؟ پہلی ملازمت کی تلاش میں تلوے گھس گئے تھے جب میں چاروں اور سے مایوس ہو گیا تو ایک ہم جماعت نے کہا: لیکچرر کیوں نہیں بن جاتے۔ مجھے اس تجویز میں کچھ معقولیت نظر آئی، میں نے پوچھا: وہ کیسے؟ یہ بہت آسان ہے ایک جگہ دو ماہ کی تنخواہ بطور نذرانہ دینا ہوگی، اگر یہ شرط منظور ہے تو ایک ہفتے میں تمھیں ملازمت مل جائے گی۔ میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا، میں نے اپنے ہم جماعت سے وضاحت چاہی۔ مطلب بڑا

Scanned with CamScanner

سات ہے جس کے ذریعے تمہیں ملازمت ملے گی پہلے دو ماہ کی تنخواہ وہ لے گا!
یعنی کام میں کروں اور وہ دفتر میں بیٹھا میری تنخواہ خرچنے کے منصوبے بنائے!
مجھے اس بیگار کیمپ میں کام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں نے غصے سے
اپنے ہم جماعت کی اس تجویز کو رد کر دیا اور پھر کافی مہینے بیکار پھرتا رہا۔
میں نچلے متوسط گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں، اس لئے کنکشنز نہ ہونے کی بنا پر
ناکامی کا سینہ کوٹتا ہوں۔ اک دم خیال آیا اور اس ہم جماعت کے توسط سے
ملازمت حاصل کی، میں نے عملی زندگی میں یہ پہلا ناپاک سہارا لیا تھا۔ میں اس پیشے
کو باوقار سمجھتا تھا لیکن آہستہ آہستہ اس کی قلعی بھی کھل گئی، مجھے ملازمت کی ضرورت
تھی اس لئے بڑبڑاتے ہوئے بھی خاموش رہا۔ نئی ملازمت کا مطلب ہے نئی
غلامی، روپئے آج کل گرتی ہوئی اقتصادی حالت کے پیش نظر بھرتی پر پابندی لگی ہوئی
ہے۔ بے روزگاری اس عروج پر پہنچ گئی ہے کہ اب ٹیکنیکل ہینڈز بھی اتنے ہی
ناکارہ ہیں جتنے نان ٹیکنیکل ہینڈز۔ میں کس شمار میں ہوں؟ انگریزی ادبیات کا ایم اے،
نہ سفارش اور نہ کسی بڑے سے عزیز داری، ایک کٹی ہوئی پتنگ ہوں، عجیب
بے اختیاری ہے۔ بے روزگاری کو بطور شخصی واردات قبول کیا جا سکتا ہے
کیونکہ ضروری نہیں کہ ہر شخص کام کرے، کام کرنے کا مطلب ہے کہ اپنی صلاحیتوں
کو بروئے کار لانا، یہ بھی ایک مفروضہ ہے کہ ہر شخص صلاحیتوں کا مالک ہوتا ہے۔
میں اگر یہ کہوں کہ میں کسی صلاحیت کا مالک نہیں ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ
میرا گلا گھونٹ دیا جائے! نہیں، کھانے کے لیے کچھ کرنا ضروری ہے۔ دراصل بات
یہ ہے کہ کبھی ایک شخص بے روزگار نہیں ہوتا بلکہ ایک کنبہ بے روزگار ہوتا ہے،
اب میری وجہ سے اہل خانہ نئی آزمائش کا سامنا کریں گے، حقیقتاً مجھے اپنے
اہل خانہ کی سلامتی کے لئے اپنے آپ کو صرف محتاط حد تک مصروف رکھنا چاہیے تھا۔

میں نے صرف یہ بے احتیاطی کی کہ اپنے شاگردوں سے کھلے بندوں ملتا ، ہر قسم کے موضوعات پر بیباک گفتگو کرتا تھا اور تنہائی میں اس نظام کی تبدیلی کے بارے میں سوچتا رہتا، میں نے نادانستہ طور پر وہ طریقِ زندگی اختیار کیا جو نہ جانے کیوں نہیں مستحسن سمجھا جاتا ہے۔ مجھے جن شرائط پر ملازم رکھا گیا تھا ان میں یہ نہیں درج تھا کہ میں تنہائی میں غیر ممنوعہ موضوعات پر غور وفکر نہیں کروں گا، غلطی مجھ سے ہوئی، مجھے زندگی کرنے کا فن نہیں آتا تھا مجھے ڈیل کارنیگی کی کتاب پڑھنا چاہیئے تھی، اگر میں نے اس کا مطالعہ کیا ہوتا تو پروفیسر جیل کی وارننگ سے دور رس معانی اخذ کرتا اور اس ریستوران میں جانے سے گریز کرتا جہاں شام کو مشتبہ افراد آتے ہیں، آج بھی میں نے کتنی حماقت سے کام لیا تھا کہ اتنا بڑا حادثہ گزرنے کے باوجود بھی وہاں گیا اور اب اپنے تعاقب کا خمیازہ بھگت رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے اس کے پاس میری گرفتاری کے وارنٹس ہوں شائد اس لئے وہ مجھ تک پہنچنا چاہتا ہے، میں بہت بزدل ہوں مخواہ مخواہ گھبرا رہا ہوں، میں اب آہستہ آہستہ چلوں گا دیکھتا ہوں کہ وہ میرا کیا کر سکتا ہے؟ اُف! ان روشنیوں کو کیا ہوا؟ اب باغ سے باہر نکل کر بھی اندھیرا ہے، کہیں شارٹ سرکٹنگ ہو گئی ہے، اب دوہرا مقابلہ کرنا ہو گا، ایک طرف راستہ ٹٹولوں گا اور دوسری طرف تعاقب کرنے والے سے بچنے کی کوشش کروں گا، یہ آنکھ مچولی کافی دلچسپ ہو گی، میں اور وہ ایک دوسرے کو تلاش کرتے ہوئے اور ایک دوسرے سے بچتے ہوئے زمان و مکاں کی قیود سے باہر نکل جائیں گے، پھر خلاؤں، فضاؤں اور ہواؤں میں ایک دوسرے کی تلاش کا مشغلہ جاری رکھیں گے، ہو سکتا ہے تعاقب کرنے والا صرف میرا وہم ہے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہم نے بوٹ پہنے ہوں اور اس کی ایڑیوں کی آواز کافی واضح سنائی دیتی ہو، وہ حقیقت ہے! اگر وہ واقعی کسی قدر عقل کا مالک ہے تو اسے ابھی تک علم ہو جانا چاہیئے کہ بیکار

شخص کی نگرانی محض تضیعِ اوقات ہے، بے وقوف کے بچے تم اپنا مدعا حاصل کر چکے ہو اب مرے ہوئے کو نچوڑ کر اور کیا لینا چاہتے ہو؟ میں بھی خوش فہمی کا شکار ہوں۔ مشکوک آدمی اتنی جلدی خلاصی نہیں پا سکتا، مشکوک ہمیشہ مشکوک رہتا ہے، یہ ایسا داغ ہے جسے سات سمندروں کا نمکین پانی بھی نہیں دھو سکتا۔ نگرانی تو محض ایک بہانہ معلوم ہوتی ہے وہ دراصل میرے منصوبے جاننا چاہتا ہے، پوچھنا چاہتا ہے کہ میں سب کچھ جانتے ہوئے بھی کیوں خطرناک راستے پر چل رہا ہوں؟ میں بدلتے ہوئے حالات کی نبض کیوں نہیں پہچانتا؟ میں اسے کس طرح بتاؤں کہ ہر راستہ خطرناک ہوتا ہے کیونکہ اس کی اہمیت کا انحصار چلنے والے کے اسلوب پر ہے۔ اتنی کم تنخواہ پانے والے اجڈ کو مجھ سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟ تم میرے قریب آنا چاہتے ہو، احمق، میں ابھی تک اپنے قریب نہیں آ سکا تمہیں پاس آنے کی اجازت کیوں کر دے سکتا ہوں؟ بہروپیے تم کبھی ریستوراں کا بیرا بن کر بڑے ادب سے مجھ سے سیاسی حالات کے بارے میں پوچھتے ہو اور کبھی شاگرد بن کر انقلاب چین کے بارے میں طرح طرح کے سوالات اٹھاتے ہو، جو تم مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو وہ تمھیں ہرگز نہیں بتاؤں گا۔ کہ بطور فرد مجھے تنہائی میں سوچنے کا حق حاصل ہے۔ ایک بات بتاؤں یہ کہ تم مجھے جو سمجھتے ہو وہ میں نہیں ہوں، تم وہی ہو جو میں سمجھتا ہوں، مجھے علم ہے تمھیں کس نے بھیجا ہے! اسے خبر کر دو کہ خطرناک آدمی کے ہتھیار چھن چکے ہیں، نہتے سے جنگ بزدلی ہے، میں تو پہلے ہی بزدل بھگوڑا ہوں، لو، میں اب ایکلیز کی طرح بھاگنے لگا ہوں ہمت ہے تو پکڑ لو، میری ایڑیاں ننگی ہیں، میرے پیچھے کسی کے رونے کی اداس سسکیاں نما چیخیں بلند ہو رہی ہیں؟ یہ بلیوں کی چیخیں نہیں ہو سکتیں۔ یہ لو میرا گھر آ گیا ہے، میں لب سڑک پیلے رنگ کے دو منزلے مکان میں رہتا ہوں، میرا کمرہ اس کی بالائی

Scanned with CamScanner

منزل پر ہے، آؤ میرے کمرے کی تلاشی لے لو، یہاں میری ذات کے علاوہ اور کوئی خطرناک مواد نہیں ہے، میرے پاس منتشر سوچ کا نہائیت ہی محدود خزینہ ہے، آؤ میرے وجود سے اپنے بھوکے کاغذوں کا پیٹ بھر لو، میں تمہارے لئے خود ضیافت کا اہتمام کرتا ہوں! اس کمرے کا دریچہ شہر کی طرف کھلتا ہے میں اس کے تنگ دہانے سے وسیع کائنات کا نظارہ کرتا ہوں، جو کچھ مدرکہ حاصل کرتی ہے اسے اپنے تک محفوظ رکھتا ہوں، اب غالباً تم بھی میری طرح تھک چکے ہوئے ہو، جاؤ آرام کرو، میں اپنے تخلیئے میں کسی کو آنے کی اجازت دینے کا قائل نہیں ہوں، تمہارے پاس میری حراست کا وارنٹ نہیں ہے جاؤ اب روز ابد تک میرا انتظار کرو ——— ہا ہا ہا ——— خنزیر کے بچے! ———

اس وقت گھر میں کتنی خاموشی ہے، گھر کی طرح گھر کا صحن بھی خاموش ہے، صرف میری عمر رسیدہ ماں کے اکھڑے تنفس کا کرب آمیز شور خاموشی کے آہنگ میں مداخلت کر رہا ہے، صحن کے عین بیچ میں اس کی چارپائی ہے، صحن کے ایک گوشے میں میرے بڑے بھائی امجد اس کی بیوی شمیم اور دو عدد بچوں کی چارپائیاں ایک دوسرے سے الجھ رہی ہیں ۔صحن کے ایک انتہائی گوشے میں رشید کی چارپائی ہے ۔ آج وہ خلاف معمول جلدی گھر واپس آکر چادر تانے سو رہا ہے، کچھ فاصلے پر میری چھوٹی بہن کوثر کی چارپائی ہے، صحن کے ایک گوشے میں ایک چارپائی الٹی کھڑی ہے، رضیہ تین دنوں سے پاگل خانے میں ہے، اُف یہ گناہ بھی میرے سر ہے، میں اسے ہرگز نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا ۔ میں جب بھی رات کو نشے میں بدمست آتا ہوں تو رضیہ اپنی چارپائی پر لیٹی سونے کا بہانہ کئے ہوئے میری حرکات کا جائزہ لیتی ہے، آج وہ نہیں ہے اور مجھے عجیب طرح کا خلا محسوس ہو رہا ہے ۔ میں نے آج وہسکی نہیں پی ورنہ عموماً ہر شام اس ریستوران میں وہسکی

پینے کا پروگرام بنتا ہے، پانچ چھ روپے فی کس حساب بیٹھتا ہے جلدی سے کوئی سارے پیسے اکھٹے کر کے شراب کی دوکان کی طرف روانہ ہو جاتا ہے، پھر ہر ایک ریستوران کے اندر سے گلاس سمگل کر کے باہر گندی نالی کے پاس سیڑھیوں پر بیٹھ کر وسکی کی بو اور نالی کے گندے پانی کی مہک کو جرعوں کی صورت میں حلق میں انڈیلتا ہے جس کسی کو بھی فیصلہ شدہ حصے سے ایک قطرہ کم ملے وہ دوسرے سے دست و گریباں ہونے پر آمادہ ہو جاتا ہے لیکن آج ——— نہیں کچھ نہیں، اچھا ہوا آج میں ایک ذمہ دار شخص کی طرح گھر جلدی آ گیا ہوں، مجھے اس وقت ذمہ داری کا احساس ہوا ہے کہ جب میرے پاس باہر دیر تک رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ میری ماں اب خوش ہو گی کہ میں دن رات گھر رہوں گا اسے خواہ مخواہ مجھ سے پرخاش ہے، نہیں، وہ میری ماں ہے البتہ اس کے حواس قبل از وقت سٹھیا گئے ہیں، اس میں میرا کیا قصور ہے میں نے اسے کبھی جذباتی صدمہ پہنچانے کی کوشش نہیں کی۔ باپ کی وفات کے بعد وہ اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد میں اس طرح تقسیم ہوئی ہے کہ میرے علاوہ وہ سب کی طرف دار معلوم ہوتی ہے۔ وہ کارڈیک دمے کی پرانی مریض ہے سب کو اس کی علالت کا احساس ہے لیکن کوئی بھی اس کے علاج کی ذمہ داری لینے پر آمادہ نظر نہیں آتا کیونکہ ہر ایک اسے دوسرے کی ذمہ داری تصور کرتا ہے۔ میں نے ایک دو مرتبہ اسے ڈاکٹر کو دکھانے کی کوشش کی لیکن اس نے میری اس پیش کش کو ٹھکرا دیا، مجھے کچھ دھچکا لگا اور میں خاموش ہو گیا۔ میں نے کئی مرتبہ سوچا کہ وہ سارا دن امجد اور رشید کے گن گاتی رہتی ہے اور جب کوئی میرا مسئلہ درپیش ہو تو پر اسرار خاموشی اختیار کر لیتی ہے۔ گھر میں ایک اعتبار سے اس کی حیثیت مرکزی ہے، کوئی فرد بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا لیکن اس کے باوجود اس کا وجود اس خاندان کی شیرازہ بندی کئے ہوئے ہے۔

Scanned with CamScanner

تمام افراد ایک دوسرے سے لاتعلق ہیں، البتہ ماں نے ان کے درمیان یہ قدر مشترک پیدا کی ہے کہ وہ اس کے ذریعے ایک دوسرے سے متعلق ہیں۔ اس وقت سب کے سب محوِ خواب ہیں اور میں ایک مصیبت لئے اس گھر میں اس طرح داخل ہو رہا ہوں جیسے کوئی بیماری چپکے سے بدن میں سرایت کر جاتی ہے، وہ جب صبح بیدار ہوں گے تو ان کے معدوں کا ذائقہ بدل چکا ہو گا، میں اپنی وضاحت کس طرح کروں گا؟ چھپانے سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ مہینے کی پہلی تاریخ کو پول کھل جائے گا اور کوئٹہ کر بھی کالج سے پتہ چل جائے گا۔ مجھ میں اتنی جرأت نہیں کہ مردانہ وار بتا دوں کہ مجھے برطرف کر دیا گیا ہے!

ٹن ٹن کمرے میں آویزاں کلاک نے رات کا ایک بجایا ہے، اس آواز نے تصدیق کی ہے کہ آخر کار میں اپنے کمرے میں پہنچ گیا ہوں، سیڑھیاں چڑھتے ہوئے یہ محسوس ہوتا ہے کہ ایک مدت سے اوپر چڑھ رہا ہوں لیکن راستہ ختم نہیں ہوتا، غالباً میں بہت تھک چکا ہوں۔ کلاک نے اپنی ایک ٹن سے میری واردات کو ماضی کا حصہ بنا دیا ہے۔ ایک بجے رات، مورخہ ۶۸-۹-۱۱ میں نے زمانِ مسلسل میں کلاک کی ٹن کے ذریعے اپنے وجود کا تعین کر لیا ہے کہ میں ایک بجے رات مورخہ ـــــ ۱۹۶۸ میں زندوں میں شمار کیا جا سکتا ہوں۔ بھوک پیٹ میں عجیب زاویوں سے حملہ آور ہے، بھوک کا حملہ اس امر کا سب سے قوی ثبوت ہے کہ میں زندہ ہوں، میں نے صبح کے ناشتے کے علاوہ اور کچھ نہیں کھایا تھا، صبح کالج جانے کی جلدی تھی اور بعد میں جو ناخوش گوار حادثہ پیش آیا اس نے بھوک کیا طبیعت صاف کر دی! میرا کچھ اس طرح کا معمول رہا ہے کہ رات کو کافی دیر سے گھر آتا ہوں، اپنے کمرے میں اوپر آتے ہوئے کھانا ساتھ لے آتا ہوں اور پھر ٹھنڈے کھاتے کو تین چار بڑے بڑے لقموں میں ختم کر دیتا ہوں

اس کے بعد نیند کے انتظار میں کسی کتاب کا مطالعہ کرتا ہوں، مطالعہ کے دوران طرح طرح کے خیالات سطروں میں سے جھانکتے ہیں اور میں با آواز بلند پڑھتا ہوں، اور اتنی دیر تک یہ شغل جاری رہتا ہے جب تک وہ خیالات سطروں کے پیچھے چھپ نہیں جاتے۔ آج کی رات مجھے اتنی بھوک لگی ہے کہ روئے زمین کا تمام اناج کھانے کو جی چاہتا ہے، یوں محسوس ہوتا ہے کہ تمام انسانیت کی بھوک میرے شکم میں سما گئی ہے، میں اتنی اشتہا کے باوجود اوپر آتے ہوئے عمداً اپنا کھانا نہیں لایا، میں یہ تجربہ کرنا چاہتا ہوں کہ بے تحاشا بھوک کے ہوتے ہوئے بھی بھوکے رہنے میں کتنی اذیت اور لذت ہو سکتی ہے! آج کی بھوک بھی کچھ غیر معمولی سی ہے، یہ ایک کی نہیں تمام حواس کی بھوک معلوم ہوتی ہے۔ بھوک محرک حیات ہے۔ یہ ناف سے اوپر ہو یا ناف کے نیچے، اس کی شدت وہی بتا سکتا ہے جس کی ناف میں درد ہو، سمتوں کا تعین خود بخود ہو جاتا ہے، کچھ کھا لینے سے آج بھی بھوک سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔ مجھے آج ان تمام کے لئے بھوکا رہنا ہے جو روئے زمین کی تمام ترشادابیوں کے باوجود ازلوں سے ایک خوشۂ گندم کے لئے ہر طرح کی تحقیر برداشت کرتے رہے ہیں، آج کی رات خود ساری کائنات پر بھاری ہے، آج حبس کی رات ہے، جسم اور احساس دونوں گرمی میں جکڑے ہوئے ہیں۔ میں نے گرمی سے تنگ آکر سارے کپڑے اتار دیے ہیں۔ ستر پوشی کے لئے انڈر ویر پہنا ہوا ہے، خواہ تنہائی ہو مجھے مکمل طور پر برہنہ ہوتے ہوئے کچھ شرم سی آتی ہے، پسینہ طوفان نوح کی طرح امڈا ہوا ہے۔ آج کا سارا دن میں سڑکوں پر بے مقصد گھومتا رہا، کئی مرتبہ خیال آیا کہ کسی ماہر قانون سے اپنے حادثے کے بارے میں رائے طلب کروں پھر ایک جنبش سر سے اس خیال کو ترک کر دیا کہ میرے جرم کے خلاف چارہ جوئی نہیں کی جا سکتی کیونکہ اجتماعی حفاظت کے

Scanned with CamScanner

حقوق محفوظ رکھے گئے ہیں ——— یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی ہو گی ،
پڑھے لکھے طبقے میں دبی زبان میں حاشیہ آرائی ہو رہی ہو گی ، میں ہر واقف اور
آشنا کو کیا جواب دوں گا ؟ میں ان سے اس طرح چھپتا بھاگتا پھروں گا جیسے میں
نے کوئی اخلاقی جرم کیا ہے ، میں نے کوئی تخریبی کارروائی نہیں کی کسی سازش میں
شرکت نہیں کی پھر مجھے کیوں ہدف بنایا گیا ہے ؟ زندگی کے کسی شعبے میں میرا کوئی
حریف نہیں ہے ، یہ کسی ایک فرد واحد کی انتقامی کارروائی نہیں ہو سکتی بلکہ ایک ایسے
نظام زندگی کی واردات ہے جو اپنی بقا کے لئے ہر ایک کو کچلنے پہ آمادہ نظر آتا
ہے - میں اب آزاد ہوں، منہ اٹھا کر جدھر چاہوں نکل سکتا ہوں ، کوئی مجبوری
مجھے تلاش رزق کے لئے مجبور نہیں کر سکتی کہ میں اس کا جوا تھکے ہارے مویشی
کی طرح اٹھائے ہوتے نامہربان میدان کارزار میں پسینہ کمانے نکلوں - ہاں، میں
اس آزادی سے خوش ہوں لیکن اس سے وہ متاثر ہوں گے جن کے لئے میں کام
کرتا تھا اور جن کے لئے مجھے شاید نامعلوم مدت تک مزید کام کرنا ہے - ایک
دم سے چار سو روپے ماہوار کا رک جانا آج کل کی گرانی کے پیش نظر معمولی سی
بات نہیں ہے، پہلی ملازمت کے حصول نے مجھے بے حال کر دیا تھا ، اس وقت میرے
اندر تلاش کی ہمت تھی ، اس وقت زندگی میرے لئے ایک امید تھی اور اب جب کہ
میں ماندہ ہوں زندگی ایک لڑکھڑاتا ہوا بوجھ ہے ، نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن،
مجھے یہ فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ میں یہ بوجھ از سر نو اٹھا سکتا ہوں یا نہیں ؟ زندگی کسی
سوچے سمجھے اسلوب کے مطابق گزاری جاتی ہے یا یونہی گزر جاتی ہے ؟ یہ
استفسارات اس وقت میرے ذہن میں پیدا ہو رہے ہیں جب زندگی میری گرفت
سے نکل چکی ہے ! آج کی رات نئے منصوبے بنانے کے لئے موزوں نہیں ہے،
آج کی رات مجھے اس صدمے کی سنسناہٹ کو برداشت کرنا چاہیئے ، ایک وقت

Scanned with CamScanner

میں ایک ہی کام ہو سکتا ہے۔ اب میں کیا کروں گا؟ میرے لئے زندگی کے سب راستے بند ہو چکے ہیں، میں کس کے پاس جا کر فریاد کروں کہ میرے ساتھ زیادتی کی گئی ہے؟ میرا ماضی ایک گھناؤنے داغ کی طرح میرا تعاقب کرے گا، اف، میں کتنا اکیلا ہوں، میرے ساتھ کوئی ہمدردی کرنے والا بھی نہیں ہے ــ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہوا ہے وہ سب خواب ہے، میرا ذہن کیوں منتشر ہوتا جا رہا ہے؟ اسے نیند کے سپرد کر دینا چاہیے۔ بستر پر لیٹتے ہی ننگا شراور بدن بستر کے ساتھ چپک گیا ہے، اس طرح نیند نہیں آئے گی، چلو گھوسٹ سٹوریز کا مطالعہ کروں، ایک خوف سے دوسرے خوف کا سد باب کروں ـــــ انسانوں کی طرح بھوتوں کی بھی کئی ایک قسمیں ہوتی ہیں، کچھ بھوت بھوت ہوتے ہوئے بھی نظر نہیں آتے، کچھ بھوت آدھے حاضر اور آدھے غیر حاضر ہوتے ہیں ـــــ مصنف دیباچے کا یوں اختتام کرتا ہے: بعض لوگ انسان ہوتے ہوئے بھی بھوتوں کے خصائص رکھتے ہیں مگر انھیں اس کا احساس نہیں ہوتا ـــــ ٹیکنالوجی کے زمانے میں بھوتوں کا وجود کیسی احمقانہ سی بات ہے، میں نے کتاب اٹھا کر پرے پھینک دی ہے ـــــ میں یا تو بھوتوں سے ڈر گیا ہوں یا سونا نہیں چاہتا ـــــ میرے کمرے کے باہر کون ہے؟ کس کا سانس بڑی تیزی سے چل رہا ہے، رضیہ تو نہیں ہو سکتی وہ تو ہسپتال میں ہے، کہیں وہ لڑکی نہ ہو جو سامنے کے مکان کی کھڑکی سے اکثر مجھے گھورتی ہے ـــــ بھوتوں کا کام اپنی طرف متوجہ کرنا ہے، میرے اندر بھی ایک بھوت معلوم ہوتا ہے، جو اکثر میری توجہ کو عین کسی کام کے بیچ اپنی طرف منعطف کرتا ہے، میں ایک دم کام چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں، ایک دم جی چاہتا ہے کہ سب بندھنوں کو توڑ کر کہیں دور نکل جاؤں، کچھ دیر تک اس بھوت کی یہ کشش پریشان

Scanned with CamScanner

کرتی ہے، لیکن پھر کہتا ہوں : یہ کیسے ممکن ہے؟ زندگی نے تو یونہی گذرنا ہے اختیار
کی صلاحیت اس معاشرے میں ہوتی ہے جہاں قول و فعل کی آزادی ہو، جہاں زندگی
کا کل مقصد نہایت ہی اوچھے اور بہیمانہ طریقے سے حصول رزق کی رسم ہو، وہاں
ہر معاملے میں دب کر ہی زندگی بسر کی جا سکتی ہے ——— یہ مجھے کیا ہوتا جا
رہا ہے ؟ کس نے میری پنڈلیوں میں بجلی چھوڑ دی ہے، مجھے اپنی توجہ ہٹانے
کے لئے کچھ پڑھنا چاہیے۔ کیا پڑھوں ؟ ٹک ٹک ٹک ——— کون ؟
یہ سکوت کیوں ہے ؟ لیمپ کے بجھتے ہی سارا کمرہ تاریکی میں غرق ہو گیا ہے، چاند
کی کرنیں روشندان اور دریچے سے جھانک رہی ہیں، پیاس سے حلق سوکھ کر ریگزار
بن گیا ہے، ذرے غدودوں میں چبھ رہے ہیں، اس وقت پانی کہاں سے
ملے گا ؟ گرمی نے تمام مساموں سے نمی چوس لی ہے۔ دریچے کے شیشے پر کس
کے ہونٹ اور ناک چپکے ہوتے ہیں ؟ کوئی نہیں، کوئی نہیں، ابھی میرے حواس
قائم ہیں، م، م، م، مدد، شکر ہے میری کھوئی ہوئی آواز واپس آ گئی ہے، کون
ہو تم ؟ اوہ ہو، آخر تم نے میرا گھر تلاش کر لیا ہے ! اتنی تگ و دو کرنے کی کیا
ضرورت تھی، میرے ساتھ چلے آتے، جس نے تمہیں میرے پیچھے بھیجا ہے، اسے
کہہ دو مجھے اس کے طور طریقے پسند نہیں ہیں۔ مجھے ہر طرح کے جبر سے نفرت ہے،
تم نے کیسے میرے ذہن کے اندر جھانک کر یہ دیکھ لیا ہے کہ میں استحصال کو پسند
نہیں کرتا۔ تم کتنے بے شرم ہو کہ تم نے میرے برہنہ سوچ دیکھ لی ہے، جاؤ میرا
پیچھا چھوڑ دو اور مجھے چین کی نیند سونے دو۔ اندھیرا میری آنکھوں کے ساتھ گھوم
رہا ہے، بدن میں نہیں، سارے وجود پر اندھیرے کا پردہ اتر رہا ہے، غالباً یہ
موت کا اندھیرا ہے ؟ نہیں، میں جوانی کی موت کا اہل نہیں ہوں، میں نے طوالت عمر
کے ذریعے ہر انسانی مصیبت کا منہ دیکھنا ہے۔ دیکھنے اور خاموشی میں بولنے والے،

Scanned with CamScanner

سرگوشی میں گفتگو مت کرو، یہاں اونچا بولنے اور سوچنے کی اجازت ہے! یہاں کسی قسم کا امتناع نہیں ہے۔ خنزیر کے بچے، تمھارا اور میرا تعلق کب کا ختم ہو چکا ہے! تمہارا مشن کب کا مکمل ہو چکا ہے۔ اب مجھ سے کون سا راز اگلوانا چاہتے ہو؟ مجھے پوری طرح احساس ہے کہ فی زمانہ ہر طرح کے راز رکھنے کی ممانعت ہے، تاہم میرے پاس اپنی سوچ کے علاوہ اور کوئی راز نہیں ہے، اس راز کی نوعیت سمجھے بغیر میرے لئے بے روزگاری کی سزا سراسر غیر انسانی فعل ہے۔ کیا مجھے سزا دی جانی ضروری تھی؟ کیا سزا کے لئے جرم کا ارتکاب ضروری نہیں؟ مجھے گرفتار مت کیا جائے، مجھے برف کی سل پر مت لٹایا جائے میں پہلے ہی خنجر کی دھار پر ہوں، میں برف کی خنکی سے شل ہو چکا ہوں، لو، میں اعتراف کرتا ہوں، میں نے کس حد تک اپنی مرضی کے مطابق زندہ رہنے کی کوشش کی ہے، یہ واقعی ایک جرم ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ دوبارہ اس کا ارتکاب نہیں کروں گا، میں پھر کبھی احتجاج نہیں کروں گا، سورج کی طرح جلتے ہوئے یہ بلب بجھا دو میرے پاس زندگی کو بے بسی سے گزارنے کا راز ہے، میں نے دماغ میں بھوسہ بھر کر لبوں کو خشک آنتوں سے سی لیا ہے۔ میں اپنے لہو سے لکھ کر دیتا ہوں تا ابد میری زندگی ایک خاموش معافی کی صورت میں سسکتی رہے گی، میرا اعتراف مکمل ہو چکا ہے، مجھے آزاد کیا جائے۔

——— چور، چور، چور ——— یہ کون چیخ رہا ہے؟ گلی آوازوں سے بوجھل ہوتی جا رہی ہے، مکان کے باہر یکے بعد دیگرے جیپیں رک رہی ہیں، محاصرہ کیا جا چکا ہے، اس وقت جان بچانے کی کوشش کرنا محض حماقت ہے ——— اپنے آپ کو پیش کرنے میں سلامتی ہے ——— پکڑلو جانے نہ پائے ——— وہ مجھے پکڑنا چاہتے ہیں، گلی میں چند سائے بڑی تیزی سے ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے ہیں، میں دریچے کی اوٹ میں سے دیکھ رہا ہوں ———

Scanned with CamScanner

اوہ، میں بہت تھک گیا ہوں، ذہن کو فارغ دیکھ کر خدشوں نے گھیر لیا ہے۔
دیوار پر معلق کلاک کے ریڈیم سے لکھے ہوئے ہندسے ایک دوسرے کے تعاقب
میں دیوانہ وار بھاگ رہے ہیں، اور کلاک کی سوئیاں دو شعلوں کی طرح جل رہی ہیں۔
وقت ساکت نہیں ہو سکتا، اسے پیہم گردش میں رہنا ہے، وقت سیال ہے، وقت
جواں رہتا ہے اور احساس کی کمر بہت جلدی خمیدہ ہو جاتی ہے، اسے سہولت کے
طور پر اعداد اور ہندسوں میں تقسیم کیا گیا ہے، یہ ایک ایسی تجرید ہے جس کا انہام
تقسیم کے ذریعے ہی ممکن ہے ورنہ یہ ازل سے ابد تک پھیلا وہ سلسلہ ہے جس کا
نہ سر ہے نہ پاؤں، اسے کون نگل سکتا ہے؟ یہ سب کو نگلتا ہے، اس سے باہر کچھ
نہیں ہے، ہر ذی نفس وقت شماری کی ایک گھڑی ہے، ہر لمحہ دوسرے میں
اضافہ کرتا ہے، یہ اضافے کی تکرار ہے، وقت کی تکرار نہیں ہے۔ ٹک ٹک ٹک کلاک
پھر چلنے لگا ہے، وہ کائنات کا سب سے بڑا دشمن ہے، یہ سب کو بلا تمیز نگل رہا
ہے۔ دور کہیں مرغ اذان دیتا ہوا ہلکان ہو چکا ہے، کسی نامعلوم پرندے کے
بھاری پروں کی پھڑپھڑاہٹ سے ساری فضا تھرتھرانے لگی ہے۔ ہوا میں یک
لخت تازگی کی آمد نے صبح کے وجود کا اعلان کیا ہے۔ میں نے شکست مان لی ہے
اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے ——— میری آنکھیں نیند سے
بوجھل ہو چکی ہیں!

۲

دریا اتر رہا ہے، سیلاب میں وہ جوش نہیں رہا جو پہلے تھا، تین دن گزر گئے ہیں فاختہ چونچ میں زیتون کی سبز ٹہنی لئے آسمانوں کو چیرتی ہوئی میری طرف آرہی ہے، میں نہیں کہہ سکتا کہ میں کب مصیبت سے نکل کر ساحل امید پر پہنچوں گا۔ عجب کشش و پیچ میں مبتلا ہوں، ایک طرف چند دوستوں پر تکیہ کیا ہوا ہے کہ وہ میرے لئے کچھ نہ کچھ کریں گے، دوسری طرف انکار کا خوف دست سوال دراز کرنے میں حائل ہے، میں صرف وہاں اظہار مدعا کرتا ہوں جہاں توقع بر آنے کا امکان ہو کیونکہ میں انکار سے پیدا شدہ خجالت برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا ہوں، اس لئے میں کم آمیز ہوں کہ تعلقات کی وسعت میں عموماً ذات تحقیر کا نشانہ بن جاتی ہے، کم آمیزی میں میرا ذاتی تحفظ ہے۔ یہ مسئلہ میری انانیت کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ میں دوسرے کے غیر صحت مندانہ رویے سے بچنا چاہتا ہوں، اب تو مجھے ہم جنسوں میں رہتے ہوئے بھی کافی خوف آتا ہے۔ اب اس شہر کے لوگ چھوٹے چھوٹے مفادات کی خاطر ایسے کمینے پن کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ اپنے انسان ہونے پر شبہ ہونے لگتا ہے۔

میں نے اس خبر کا اعلان کسی قدر ظاہرا لاتعلقی سے کر دیا تھا۔ اس خبر پر سب سے شدید ردعمل کا اظہار ماں نے کیا تھا: یہ سب کچھ مذہب سے گمراہی کا نتیجہ ہے، یہ آسمانی قہر ہے، قدرت میرا امتحان لینا چاہتی ہے۔ میں نے اسے صرف اتنا کہا: یہ قہر انسانی ہے انسان کا دشمن ہے، اس کا مذہب

کے ساتھ کیا تعلق ہے ؟ امجد نے اس واقعہ کو مشکوک افراد سے میری دوستی کا نتیجہ گردانا اور اپنے اوپر خانگی بوجھ کا اضافہ دیکھ کر طرح طرح کی ہدایات صادر کرنے لگا تھا، میں نے چڑ کر جواب دیا : بر طرفی میرا ذاتی مسئلہ ہے کسی کو مداخلت کا حق نہیں ہے، البتہ اس واقعہ پر کوثر نے تبصرہ کرنے سے گریز کیا تھا، اہل خانہ کے مجموعی رویّے سے میں نے محسوس کیا کہ ہر ایک مجھے موردالزام سمجھ رہا ہے کہ جیسے میں سب کچھ جانتے ہوئے بھی دانستہ طور پر اپنی تباہی کی طرف جا رہا تھا۔ اگر واقعی میں برباد ہو رہا تھا تو مجھے دیکھتے ہوئے بھی کسی نے تلقین کیوں نہیں کی ؟ میں بھی چاہتا ہوں کہ کوئی میرے ساتھ اظہار ہمدردی کرے اور شفقت کے ساتھ باحوصلہ زندگی بسر کرنے کی تلقین کرے، میں بھی وضاحت کے ساتھ اپنے موقف کو بیان کردوں، نہیں، میں اپنا معذرت نامہ پیش نہیں کرونگا ! صفائی وہی شخص دیتا ہے جو بری الذمہ ہونا چاہتا ہو! میں خواہ مخواہ بات کو طول دے رہا ہوں، دراصل بات یہ ہے کہ میں اس وقت تنہا ہوں اور میری بات سننے والا کوئی نہیں ہے، اس مردود شہر کی سماعت میں فرق آچکا ہے، یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی میری صدا نہیں سننا چاہتا، وہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی دیکھنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ وہ دانستہ طور پر ممنوعہ حکایت سے گریز کرنا چاہتا ہے ! اس شہر کے بیس لاکھ نفوس اپنے آپ سے بیگانہ ہوچکے ہیں وہ میری کیا سنیں گے ! ابھی تک چند دوستوں پر تکیہ کئے ہوئے ہوں لیکن اس اونٹ کے بھی سیدھے بیٹھنے کی توقع نہیں ہے۔

میں گزشتہ تین دنوں سے اپنے کمرے کی حراست میں ہوں، نہ جانے کمرے سے باہر دن کس طرح گزرا ہوگا، میں گھٹنوں میں سر دے کر یہی سوچتا رہا کہ میں کچھ سوچنے والا ہوں لیکن اس کے باوجود کچھ نہیں سوچ سکا۔ کمرے کے

Scanned with CamScanner

روشندان میں چڑیا کی چونچ میں زیتون کی سبز ٹہنی سنہری ہو چکی تھی، میں نے چڑیا کو فاختہ سمجھ کر ہاتھ کی لکیریں دیکھیں، ہاتھ کی لکیریں چلتی چلتی شہر کی سڑکوں سے جا ملیں، یقین ہو گیا کہ آغاز سفر ہے، سفر میں قسمت ہے اس لئے یہ ناگزیر ہے، اس کا انجام مجھے اور لکیروں دونوں کو پتہ نہیں ہے۔ دن اور رات کھلے میدان کی طرح میرے سامنے ہیں۔

میں نے کئی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا لیکن ہر کتاب کو دلیوار کے ساتھ پٹخ دیا، میں کیوں مطالعہ کروں ؟ میں نے کونسا لیکچر تیار کرنا ہے ! تحصیلِ علم ماضی کی یادگار رہے، اس وقت علم سے زیادہ زندہ رہنے کے لئے مالی وسائل کی ضرورت ہے، علم کا مول دو کوڑیاں بھی نہیں ہے۔ میں نے ذہن میں خطِ مستقیم کھینچنے کے لئے کتابوں کی بے حسی کو مردہ الماری میں دفن کر دیا ہے کہ علم اور ذہن دونوں خاموش رہیں اور میں اطمینان سے شب و روز بسر کر سکوں ۔ میں نے غیر ضروری ابہام کا دروازہ بند کر دیا ہے کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

میرا اپنی سوچ سے تعلق ٹوٹ چکا ہے، میرے آج اور کل کے درمیانی رابطے منتشر ہو چکے ہیں، زندگی نے اپنے اور میرے درمیان خطِ امتناع کھینچ دیا ہے کہ میں اسے چھٹاپو کی لکیر سمجھ کر پھلانگ نہ سکوں۔ میں خود زندگی ہوں، میں کس طرح زندگی سے باہر ہو سکتا ہوں ؟ میری طرح ہر ایک فرد ایک زندگی ہے، زندگی کے چھوٹے چھوٹے خودکار دائرے ایک دوسرے کے گرد گھوم رہے ہیں، تمام کی معنویت ایک دوسرے کے حوالے سے مرتب ہوتی ہے ۔ اپنے کمرے کی قید مجھے محدود کر دے گی، نہ کچھ کر سکوں گا نہ زندہ رہ سکوں گا، نہ مر سکوں گا، دیواروں کی کھردری تنہائی مجھے ذبح کر دے گی، میں ریزہ ریزہ ہو کر معدوم ہو جاؤں گا، اس وقت تنہائی موت ہے ! مجھے اس سے نکل کر اپنے آپ کو بچانا

چاہیئے ! یہ درست ہے کہ اپنے آپ کو اردگرد کے متعلقات سے الگ کرکے اپنے انداز میں رہنے کا نام تنہائی ہے جو زندگی میں شرکت کا ایک زاویہ ہے، انسانی رشتوں سے علیحدہ ہو کر انسانی رشتوں کا احساس رکھنا ایک تکلیف دہ عمل ہے، میں اس سے بچنا چاہتا ہوں، اس سے پیدا شدہ شعور کا شعور بڑا تکلیف دہ ہے، ہر چیز مبالغہ آمیز ہو جاتی ہے، ذہن چیخ جاتا ہے، اردگرد کی دیواریں تنگ ہو کر دماغ کی دیواروں سے مل جاتی ہیں، شریانوں میں خون ابلتا ہے" یہ زندہ حقیقت ہے ! یہ وحشت ہے ! یہ ناآسودگی کا نوحہ ہے ! میں اس سے خائف نہیں ہوں، میں انسانی رویوں کی خنکی سے لرزاں ہوں، میں اب ایک عضو معطل ہوں، ایک غیر فعال اقتصادی اکائی ہوں، میں نے سب کی نیتیں بھانپ لی ہیں، اب ہر طرف پیشانی پر کھچاؤ دیکھتا ہوں، یہ اردگرد میں موجود لوگوں کے استفسار کی ایک صورت ہے۔ مجھے نہ صرف بیکاری کا بوجھ برداشت کرنا ہے بلکہ طعن و تشنیع کا سامنا بھی کرنا ہے، کسی کو کیا کہ میں کچھ بھی نہیں کرتا ہوں، یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے، مجھے بیشک کوئی مرتبہ نہ دیا جائے لیکن مجھے اکیلا چھوڑ دیا جائے۔
اس تبدیلی کے ساتھ ہی امجد کی بیوی تنگ دستی کی رٹ با آواز بلند لگا رہی ہے، کوثر اور رشید داخلے اور فیسوں کی تکرار کر رہے ہیں، ہر ایک ماں کے پاس اپنا مطالبہ کرتا ہے وہ سب کی تکرار سن کر اڈی ہوئی آنکھوں سے دیوار کو گھورنے لگتی ہے۔ اس میں میرا قصور نہیں ہے کیونکہ اس گھر کی معیشت کافی عرصے سے خسارے کی طرف مائل رہی ہے۔ میری اور امجد کی آمدنی مل جل کر اتنی رہی ہے کہ بمشکل گذر اوقات ہوتی تھی۔ میں اور وہ اپنی آمدنی کا کچھ حصہ اپنے پاس رکھ کر بقایا مشترکہ بجٹ کے حوالے کر دیتے تھے، اس طرح شب و روز گزرتے تھے نچلے متوسط طبقے کے فرد کی تمام امنگیں لیئے، گھر کا ایک فرد

Scanned with CamScanner

اچھے زمانے کے خواب دیکھتا تھا، میری برطرفی نے ہر ایک کو اس خواب سے بیدار کیا کہ حقیقت کچھ اور ہے۔ غالباً ہر ایک کو اس حادثے کا انتظار تھا بوڑھی ملازمہ تنخواہ اور پیشگی کا مطالبہ کر چکی ہے، سب اپنے واجبات کا منہ کھولے انتظار کر رہے ہیں، یہی لوگ اور ضرورتیں اس وقت تک کتنی معصوم تھیں، جب تک انھیں یقین تھا کہ ان کا مطالبہ پورا کیا جا سکتا ہے اور اب وہ بھیڑیے کی طرح منہ کھولے غرا رہے ہیں۔ انھیں دیکھ کر سارے بدن میں جھرجھری اٹھتی ہے کیونکہ برطرفی کا حادثہ مہینے کے عین وسط میں پیش آیا ہے اور گزشتہ تنخواہ ملنے کا سردست امکان نہیں ہے۔

کافی سوچ بچار کے بعد میں یاترا کا آغاز کر چکا ہوں، میں نے سوچنا شروع کر دیا ہے، سوچ کا عمل بھی عجیب ہے جب ایک مرتبہ حرکت میں آ جائے تو پھر روکے نہیں رکتا، دنیا اور کائنات کی ایک ایک شئے اپنی جگہ سے ہٹ کر خس و خاشاک کی طرح اڑتی ہوئی میرے تصور کے دھارے میں آ گرتی ہے، پھر جب خود سوچنے کی کوشش کرتا ہوں تو پہروں سر توڑنے کے بعد بھی کچھ نہیں سوچ سکتا، آج میں نہ جانے کیا کچھ سوچ چکا ہوں، اوہ، ابھی صرف آٹھ بجے ہیں۔ سورج کا غضب بڑھتا جا رہا ہے، زمین کی کٹھالی سرمئی سے سرخ اور سرخ سے سنہری ہو چکی ہے، بدن مکئی کے دانے کی طرح بھن کر اچھل رہا ہے، ہر قدم بھاری ہوتا جا رہا ہے، زمین بڑی تیزی سے چل رہی ہے ——— اندھے ہو؛ کس نے میری دونوں ٹانگوں میں سائیکل کا اگلا پہیہ گھساتے ہوئے کہا ہے۔ معاف کرنا، میں نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا ہے، اوہ میں سڑک کے عین وسط میں چل رہا ہوں۔ میں کچھ نہ سوچتے ہوئے بھی جانے کہاں سے کہاں نکل آیا ہوں۔ آج میرے قدموں نے بھی مجھے دھوکا دیا ہے کیونکہ وہ اس شہر کے

سڑکوں اور گلیوں سے اتنے آشنا ہیں کہ آنکھیں بند کر کے جدھر بھی جا نکلوں،
مجھے بتا دیتے ہیں کہ میں کہاں پہنچا ہوں - آج ان کا اعتبار اٹھ گیا ہے اس لئے وہ
رک رک کر چل رہے ہیں، لیکن فیصلہ تو مجھے کرنا ہے ان قدموں نے نہیں، یہ بھی
ایک نئی تبدیلی ہے کہ راستے کی تلاش کے لئے فیصلہ کرنا ضروری ہے - میری یاترا
ابتدا ہی سے کچھ پھیکی سی معلوم ہوتی ہے، یاترا ابھی ایک طرح کی مذہبی آوارہ
گردی ہے، بے مقصد آوارہ گردی مقصد کی تلاش ہوتی ہے، آوارہ گردی تلاش
حقیقت کا عمل ہے، تمام مشکوک آوارہ گردیاں حقیقت ہیں - ایک دفعہ راہ چلتے
ہوئے مجھے ایک ردی کاغذ ملا وہ کسی فائل کا تھا، اس میں کسی آوارہ گرد کی تفصیل
درج تھی، پڑھتے ہی مجھے معاً احساس ہوا یہ فائل کا ورق نہیں ہو سکتا کسی صوفی
کی تحریر معلوم ہوتی ہے، ایک نامعلوم آوارہ گرد عین شہر میں نصف رات کو مشکوک
حالت میں پھرتا پایا گیا اور نگاہیں چار ہوتے ہی اپنی موجودگی کو چھپانے کے لئے
پس و پیش ہونے لگا، استفسار پر وہ اپنا نام پتہ بتانے سے گریز کرنے لگا، وہ
اس جگہ اپنی موجودگی کا کوئی جواز مہیا نہیں کر سکا، وہ اپنا کوئی شناختی پیش نہ کر
سکا، وہ یقیناً کوئی صوفی تھا جو میری طرح یاترا پر تھا، شناخت کا مسئلہ بھی ٹیڑھی
کھیر ہے، کوئی کسی کی کیسے شناخت کر سکتا ہے کیونکہ کسی کی شناخت سے قبل اپنی
شناخت ضروری ہے - زندگی بذات خود ایک مابعد الطبیعات ہے لیکن مفہوم
کی تلاش میں کسی واردات کو کسی چیز یا واقعہ سے منسلک کرنا ضروری ہے، زندگی
وہ نہیں جو بظاہر نظر آ رہی ہے، زندگی وہ ہے جو زندگی کو ایسا کرنے پر آمادہ کرتی
ہے، پرانی مابعد الطبیعات میں جسم و جان سے ماوراء حقائق کی تلاش کی جاتی تھی، نئی
مابعد الطبیعات میں اوجھل کی تشریح ظاہر کے حوالے سے کی جاتی ہے - میرا مابعد میرے
اس وجود سے متعلق ہے، میں کون ہوں؟ کیا کر رہا ہوں؟ کیا مجھے وہی کرنا چاہیے

Scanned with CamScanner

جو میں کر رہا ہوں؟ ان تمام استفسارات کا تعلق میری اس زندگی سے ہے۔ مادہ کا وجود اپنے ادراک کے لئے انسانی شعور کا محتاج ہے، بارکلے کو اسی تھا، اشیاء اپنے وجود کی دلیل کے لئے مدرکہ کی محتاج ہیں یعنی موجود ہونے کے لئے دیکھا جانا ضروری ہے۔ بارکلے مر چکا ہے اور اس کے بعد کی دنیا کا وہ مشاہدہ نہیں کر سکا، کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا موجود نہیں ہے؟ اس لئے کہ اسے بارکلے نے نہیں دیکھا؟ آگہی مادے سے پہلے کیونکر موجود ہو سکتی ہے؟ آگہی مادے کے وجود سے کوئی جداگانہ حیثیت نہیں رکھتی، آدرشیوں کا دور گزر چکا ہے، اوہ ہیراکلائیٹس تیرے مشاہدے میں کتنی صداقت تھی کہ ہر چیز جدل اور ضرورت کی بدولت جنم لیتی ہے۔ ضرورت نے مجھے یاترا کی آوارہ گردی پہ مائل کیا ہے۔ ضرورت کبھی تنہا نہیں ہوتی اس کے پیچھے انسانی سرشت کی کہانی کا سلسلہ ہوتا ہے، اس وقت میری سب سے بڑی ضرورت زندہ رہنا ہے، میری اس خواہش کے پیچھے ایک داستان ہے، یہ ایک ضرورت بہت سی ضرورتوں کا مرکب ہے۔

ہر طرف قدموں کی تھپ تھپ، ہر طرف موٹروں، ٹیکسیوں، رکشوں اور بسوں کی گھوں گھوں، ہوا میں ڈیزل، پٹرول اور دھوئیں کی متلا دینے والی مہک ــــ شور ہی شور اور عجیب طرح کی بے ترتیبی کا غیر مترنم آہنگ، ہر طرف کالے سفید اور گنجے سروں کا لامتناہی سلسلہ، ہر ایک عجلت میں ہے، ہر ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہا ہے، نفسا نفسی کا عالم۔ یہ شہر بھی خاندانی بہروپیا ہے، ہر موسم میں چڑھتے سورج کو سلام کرتا ہے، یہ شاہراہ ملکی تمدن کی آبرو کہلاتی ہے، جب بھی کوئی غیر ملکی مہمان آتا ہے اسے سب سے پہلے اس تمدنی آبرو سے متعارف کرایا جاتا ہے، اس کے دونوں طرف نئی اور پرانی عمارتوں کا جلوس ہے، یہ شاہراہ پرانے شہر کے پاس سے ہوتی ہوئی نئے شہر کی طرف جاتی ہے، اس

شہر کے دو چہرے ہیں : ایک عفونت، غربت اور پستی میں جکڑا ہوا اور دوسرا نئے تمدن کی تصویر! پرانے شہر کی زمین کھوکھلی ہو چکی ہے شہر بتدریج نیچے گھس رہا ہے، اگر یہی حالت رہی تو ایک دن یہاں پرانا شہر زیر ہو گا۔ اس کے مقابلے میں نئے شہر میں کرائے کی عورت کی چمک دمک ہے۔ پرانے سے نئے شہر کی طرف خروج، عظیم خروج سے بھی زیادہ برق رفتار ہے۔ ۱۹۴۷ء کے بعد یہ دوسرا خروج ہے، بے اطمینانی اس خروج کی محرک ہے۔ لوگ اپنے پرانے موروثی مکانوں کو کرائے پر چڑھا کر ہتھکڑی نما تالے لگا کر ٹرکوں اور بیل گاڑیوں پہ سامان رکھ کر نئے شہر کی طرف جا رہے ہیں، دیکھتے ہی دیکھتے ایک شہر میں دو شہر بس گئے ہیں، نیا شہر پرانے شہر کا حرامی بچہ ہے، حسب نسب مشکوک، نہ سر نہ پاؤں۔ سیالکوٹ کا قلعہ مراد کے خون کی بدولت قائم ہوا تھا لیکن نئے شہر کی بنیادوں میں سمگلروں، ذخیرہ اندوزوں اور جرائم پیشہ کا لہو ہے، نئے اور پرانے کی تفریق سے بہت سی چیزیں الجھ گئی ہیں، آبادی کی کثرت اس شہر کی سزا ہے کہ ہر شخص تنگی کا شکار ہے۔ ہر طرف ہجوم ہی ہجوم ہے مگر رونق نہیں ہے۔ اس شہر میں عظمت نہیں، امان نہیں، محض طمع اور سفلہ پن ہے۔

سر السلام علیکم — کھی کھی کھی، میرے سابقہ شاگردوں کی ایک ٹولی نے بے موقع ہنسی سے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا ہے، میں فٹ پاتھ پر بدستور نگاہیں جمائے ہوئے سر کی جنبش سے جواب دے کر جلدی سے آگے نکلنے کی کوشش کی ہے — ایک لڑکے نے ہمت کر کے میرا راستہ کاٹ لیا ہے : سر آپ آج کل کالج نہیں آتے، میں نے حقارت سے سر جھٹک کر سوال کا جواب دیئے بغیر قدم بڑھا دیئے ہیں۔ سرنا سرنا، میرے شاگردوں کے بے ہنگم قہقہے بلند ہوئے ہیں۔ میں نے پیچھے دیکھے بغیر قدم تیز کر دیئے ہیں اس نوعیت کے ایک دو آوازے کسی اور نے

Scanned with CamScanner

بھی کیسے ہیں، ایک دم میرا خون کھولنے لگا ہے، یہ شہر تباہ کیوں نہیں ہو جاتا؟
جہاں طالب علم استادوں کو ذلیل کرتے ہیں، ادھر استادوں کی تکریم کا دور لد گیا
ہے، ہر قدر زوال پر ہے، یہ شاگردوں کا نہیں جاسوسوں کا ٹولہ معلوم ہوتا ہے
یہ میری نگرانی کرتے رہے ہیں۔ کیا میں اخلاقی مجرم ہوں؟ کیا میں نے رہزنی کی
ہے کہ مسلسل میرا پیچھا کیا جا رہا ہے؟ کون ہو تم؟ بڑی دیر سے تم میرا تعاقب کر
رہے ہو؟ پامسٹ، پامسٹ۔ بہروپیے! ریکھا دیکھنے کے بہانے میرے نظریات
جاننا چاہتے ہو؛ پہلے اپنی قسمت کا حال جانو کہ تمھیں کب تک ان سڑکوں پر دھکے
کھانے ہیں؟ بابو ناراض کیوں ہوتا ہے، بنگال کا پامسٹ ہوں صرف ایک روپیہ میں
سارا حال بتا دوں گا۔ مجھے اپنا حال پتہ ہے، میرے من میں نراج ہے لیکن تم
دفعہ ہو جاؤ، تم مخبر ہو، ہا ہا ہا مخبر۔ بابو تم کچھ خبطی ہو ــــــــ

سارے جسم میں تشنج کی کیفیت پھیلتی جا رہی ہے، عضو عضو درد سے بوجھل ہے،
پسینہ ہے کہ رکنے کا نام نہیں لیتا، منہ کا ذائقہ کریلے کی چھلکے کی طرح کڑوا ہے۔
سورج ابھی سے نصف النہار پر ہے۔ خط استوا، خط جدی اور خط سرطان سب
کے سب ایک ہی خط میں منتقل ہو کر سورج کے ساتھ چپکے ہوتے ہیں، سورج اور
زمین کے درمیان غالباً ایک نیزے کا فرق رہ گیا ہے، العطش، العطش، گرمی سے
نکلتی ہوئی بھاپ، ہر ایک شے پیلاہٹ کے یرقان میں رنگی ہوئی ہے، ہر طرف
آوازیں ہی آوازیں ہیں، صبح ہی سے امنگوں اور خواہشوں سے چمکتے ہوئے چہرے
کملانے لگے ہیں، بے ہنگم آوازیں ربط کی تلاش میں ایک دوسرے کی متلاشی ہیں،
میں خود ایک بھٹکتی ہوئی آواز ہوں جو معنویت کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ میری
کینچلی اتر گئی ہے، میں انسان سے شئے میں منتقل ہو رہا ہوں، مجھے اس سے بچایا
جا سکتا ہے! کل تک میرے لئے زندگی کچھ اور تھی اور اب کچھ اور ہے، میں

اس شہر کی سڑکوں پر کٹی ہوئی پتنگ کی طرح ہچکولے کھا رہا ہوں۔ کیا میں واقعی ایک شے میں منتقل ہو چکا ہوں؟ کیا اس عمل میں میری انسانی انفرادیت محو ہو چکی ہے؟ میری وریدوں میں میری شئیت اتر رہی ہے! متحرک خون میں پتھر کا انجماد پیدا ہو چکا ہے، خون سرخ جیلی بن کر مرتعش ہے، مجھے بنی نوع انسان کی لحد پر کتبے کے طور پر نصب کیا جا رہا ہے! میں لوحِ محفوظ ہوں، نہیں وہ لوحِ حجر ہوں جسے کمر پر لاد کر کوہ طور پر لے جایا گیا تھا، بنی اسرائیل کے خانوادے میں سے کوئی بھی میری عبارت پڑھنے نہیں آئے گا۔ مجھے ان کی کوئی پرواہ نہیں ہے میں اپنا حساب خود بیباک کر لوں گا ——— میں بہت تھک گیا ہوں غالباً میرے اعصاب کو 'کیفین' کی ضرورت ہے، میں نادانستہ طور پر اس ریستوران کے سامنے آ گیا ہوں جو بقول مردمان میری تباہی کا باعث بنا ہے۔ یہیں سے میرا تعاقب شروع ہوا تھا، یہیں نام نہاد سازشی میرے دوست بنے تھے، نہ جانے یہاں بیٹھنے والوں کو سازشی اور مشتبہ کیوں سمجھا جاتا ہے؟ حالانکہ شہر کے ہر ریستوران میں لوگ جاتے ہیں، وہاں کسی کی نگرانی نہیں کی جاتی۔ دراصل کوئی جگہ اچھی یا بری نہیں ہوتی، اس کا انحصار اس قیاس پر ہے جو کسی جگہ کے بارے میں قائم کیا جاتا ہے۔ اس ریستوران کی چائے آج بھی حسب معمول کی طرح ٹھنڈی اور کسیلی ہے، اس کے خلاف ریستوران کا ہر مستقل گاہک احتجاج کر چکا ہے لیکن اس کا مالک تنقید کا جواب بے نمک مسکراہٹ سے دیتا ہے اور چائے کی کوالٹی بدلنے کی بجائے ہر چھ ماہ کے بعد چپ چاپ قیمت بڑھا دیتا ہے، اس پر شدید ردعمل کا اظہار کیا جاتا ہے پھر بتدریج مرتا گیا نہ کرتا، ہر گاہک چپکے سے مطلوبہ رقم ادا کرتا ہے۔ اس ریستوران کے گاہک ہی نہیں اس ملک میں ہر شخص گرانی کے خلاف احتجاج کرتا ہے اور پھر چند دنوں کے بعد دکاندار کی مقرر کردہ قیمت ادا کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

دکاندار گاہک کے روپے کو نعمتی اور اپنی چیز کو اعلیٰ کہہ کر فروخت کرتے ہوئے احسان کرتا ہے۔ اس ریستوراں کی ہر چیز کی حالت ناگفتہ بہ ہے، بیرے پھٹے پرانے میلے کچیلے کوٹ پہنے، ننگے پاؤں، پسینے میں شرابور اس طرح سروس میں مصروف رہتے ہیں کہ گاہک کو اشیائے خوردنی سے اتنی نفرت ہو جاتی ہے کہ اس کی بھوک خشک ہو جاتی ہے، اس کا سب سے بڑا ثبوت ـــ ہر گاہک نصف سے زیادہ کھانا میز پر چھوڑ کر بڑبڑاتا ہوا ریستوراں سے باہر نکل جاتا ہے۔ ایک دوست کا کہنا ہے کہ یہاں اشیائے خوردنی میں آنتوں کی بیماریوں کے جراثیم ہاضمے کی درستی کے لئے ڈالے جاتے ہیں۔ اس کس مپرسی کے باوجود سر شام ادیبوں اور شاعروں کے غول مختلف میزوں پر بوڑھے سُست گدھوں کی طرح اونگھنے لگتے ہیں۔ مجبوری دونوں طرف سے ہے، انھیں کوئی اور ریستوراں قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کیونکہ کسی جگہ ادھار چائے نہیں ملتی، یہاں ایک پیالی چائے کا رات بھر طواف کیا جا سکتا ہے، دوسری طرف ریستوراں کے یہ تیور دیکھ کر کوئی معزز گاہک یہاں آنے پر آمادہ نہیں۔ پچھلے ایک دو سالوں سے جن مستقل گاہکوں کی آمدنی میں اضافہ ہوا ہے وہ اچھے ریستورانوں میں منتقل ہو گئے ہیں۔ وہ سامنے کی میز پر حکیم صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، ان کی بغل میں ایک منحنی سا زرد رو شاعر غنودگی کے عالم میں ہے جو فنی زمانہ شاعری کے بل بوتے پر کوئی کام کئے بغیر زندہ رہنے کی کوشش کر رہا ہے۔ حکیم صاحب شام کو ہر میز پر تھوڑا وقت گزار کر جز وقتی انقلابیوں کی میز کے نیچے اپنا چرمی تھیلا رکھ کر بحث میں شریک ہو جاتے ہیں: دیکھو دوستو میں تم لوگوں سے زیادہ تجربہ کار ہوں فکر مت کرو، ابھی انقلاب کی آمد میں کچھ دیر ہے یہ ضرور آئے گا، میاں چائے کا آرڈر دو صبح سے کھانا نہیں کھایا، ویسے میں بھوکے پیٹ بحث

نہیں کر سکتا۔ بعض جز وقتی انقلابی انقلاب کے انتظار میں حکیم صاحب کی نیت پر شک کرنے لگے ہیں کہ وہ کسی خاص مقصد کے تحت یہاں آتے ہیں۔ اس وقت سامنے کی میز کے گرد منحنی شاعر، حکیم صاحب اور ایک نامعلوم شخص بیٹھا ہوا ہے۔ میری اور حکیم صاحب کی آنکھیں چار ہوئی ہیں، میں نے پھیکی مسکراہٹ سے جواب دیا ہے، باری باری ہر ایک نے کنکھیوں سے میری طرف دیکھ کر نگاہیں نیچی کر لی ہیں، اور گھٹے گھٹے انداز میں باتیں کرنے لگے ہیں۔ مجھے اب زیادہ دیر یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیے، ہو سکتا ہے حکیم صاحب ہی میرے خلاف اپنی ڈائری کا پیٹ بھرنا شروع کر دیں۔ دراصل چائے پینے کے علاوہ میں اس ریستوراں میں اپنے بکھرے ہوئے ماضی کو خیرباد کہنے آیا ہوں جو میری معیت کا ذمہ دار رہا ہے، میں اب یہاں کبھی نہیں آؤں گا، میں اب کبھی کسی متشاعر کی ناقابلِ فہم منظومات کی جھوٹی داد نہیں دوں گا، میں کبھی اس معتک سرکاری ملازم جز وقتی انقلاب کی کھوکھلی تقریریں نہیں سنوں گا، یہ سب کے سب دورِ زوال کے ٹھہرائے ہوئے کاغذی شیر ہیں جو نہ گرجتے ہیں اور نہ برستے، زمانے کی دار و گیر کا ذکر کرتے ہوئے دار و گیر سے خائف، دوسروں کو پیٹی بورژوا کہہ کر بغلیں بجاتے ہوئے انقلاب کا کاغذی پرچم بلند کرتے ہیں، جب بھی شہر میں جلوس جلسے ہوتے ہیں وہ اس ریستوراں کی سیڑھیوں پہ کھڑے متفکر نظر آتے ہیں، میں ان کاغذی شیروں کی کبھی شکل نہیں دیکھوں گا۔

میں چائے کا بل دے کر اٹھنے والا ہی ہوں کہ ایک مشکوک سا دیہاتی جناح کیپ پہنے ہوئے دیوار پہ معلق قائداعظم کی تصویر کے نیچے مجھے اٹھتا دیکھتے ہی میز پہ رکھی ہوئی اپنی چیزیں سمیٹنے لگا ہے۔ ریستوراں سے میرے باہر نکلتے ہی وہ ادھر ادھر دیکھ رہا ہے، میں ریستوراں کی بائیں جانب پہ واقع دکان کی

Scanned with CamScanner

دیوار کے پیچھے سے اسے دیکھ رہا ہوں - اس نے مجھے دیکھ لیا ہے ۔ میں تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بس شاپ کی طرف جا رہا ہوں، وہ بھی بھاگتا ہوا میرے پیچھے آ رہا ہے، میں نے کنکھیوں سے پیچھے دیکھا ہے ، آج کسی اور کی ڈیوٹی معلوم ہوتی ہے یہ اس رات والی شکل نہیں ہے - بس کے سلائینسر سے چھکا ہوا ڈیزل کالے دھوئیں کی صورت میں ارد گرد کی فضا کو مسموم کر رہا ہے اور بس نیوٹرل گیئر میں کھڑی ہچکیاں لے رہی ہے - میں لپک کر بس کے فٹ بورڈ پر چڑھ گیا ہوں ، شائن بیک کی بس ہچکولے کھاتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہے - وہ بھی بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے ، سامنے سے آتا ہوا ایک سائیکل عین اس کے چوتڑوں میں لگا ہے لیکن وہ اس کی پرواہ کئے بغیر چیختا جا رہا ہے : روکو، روک لو ! ہا ہا ، بذات کا بچہ - کیسا توار دہے کہ ہر جگہ اس کی اور میری موجودگی لازم و ملزوم بن چکی ہے - معلوم ہوتا ہے کہ ایک سے زیادہ افراد میری نگرانی پہ مامور ہیں ، چند ایک کی میں شناخت کر سکتا ہوں ، نہیں ، مجھے مغالطہ ہوا ہے ، ایک شخص ہی میرا تعاقب کرتا ہے البتہ وہ اپنا حلیہ بدلتا رہتا ہے - ان قرائن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ میری نگرانی کی جانی ضروری ہے ، میرے علاوہ اور بہت سے لوگوں کی نگرانی بھی کی جاتی ہو گی ، میرا خیال ہے تمام اہم افراد کی نگرانی کی جاتی ہے ، اس کا مطلب یہ ہے کہ گھر سے باہر کوئی کھلے بندوں نہیں پھر سکتا - اس کی اور میری جیب میں ، ایک ہی مقام اور ایک ہی وقت پر پہنچنے کے دعوت نامے ہوتے ہیں ، میں یقیناً کسی سازش کا شکار ہوں ، اس صورت میں زندہ رہنا محال ہے ۔ میں یقیناً کسی سازش کا شکار ہوں ، میں بہت قیمتی موتی ہوں جس کی حفاظت کو ضروری سمجھا گیا ہے ، نہیں میں ایک مہلک بیماری ہوں ، جس سے ساری فضا کے مسموم ہونے کا احتمال ہے ، کیا یہ ممکن ہے کہ مجھے اس سلسلے میں غلط فہمی ہوئی ہو ؟ ہو سکتا ہے وہ میرا ہمزاد ہو ؟ ماں نے مجھے بچپن

میں نتایا تھا کہ ہر شخص کا کوئی نہ کوئی ہمزاد ہوتا ہے، ایک دفعہ مجھے علی الصبح کہیں جانا تھا میرے پاس الارم والی گھڑی نہیں تھی، سونے سے پہلے میں نے اپنے ہمزاد کو صبح چار بجے جگانے کے لئے کہا، صبح ٹھیک چار بجے مجھے سینے پر بوجھ محسوس ہوا اور کوئی مجھے زور سے جھنجھوڑنے لگا۔ لیکن میرا ہمزاد اتنا احمق نہیں ہو سکتا! میں کچھ وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ میں اپنے ہمزاد کا ہمزاد ہوں یا اصل ہوں؟ ——— بس میں بے تحاشا ہجوم ہے، انسانی جسموں کی بدبو اور پسینے کی مہک سے دماغ پھٹنے لگا ہے ٹاپئین بیک کی، وے ورڈ بس، اچھک چھک ———،

حمید کا دفتر ساتویں منزل پر ہے، نہیں، ساتویں آسمان پر ہے۔ حمید یقیناً اپنے دفتر میں ہوگا، کافی ملنسار اور دوست شخص ہے وہ میرا پرانا کلاس فیلو ہے ـ چند سال قبل اس نے مجھے اپنی فرم میں ملازمت کی پیش کش کی تھی مگر میں نے کسی وجہ کے بغیر انکار کر دیا تھا، غالباً اس لئے کہ میں اس وقت ایم اے میں زیر تعلیم تھا۔ پھر کالج سے فارغ ہونے کے باوجود بھی اس سے گاہے گاہے ملاقات ہوتی رہی ہے۔ عملی زندگی میں عموماً پرانی دوستیاں مدھم ہو جاتی ہیں، کچھ مصروفیت اور کچھ سٹیٹس کانشئینس پرانی بے تکلفی میں حائل ہو جاتی ہے ـ مجھے کسی قدر حمید سے توقع ہے کہ وہ اظہار افسوس کے لئے آئے گا، ظاہر ہے جو شخص اتنا خلیق ہے وہ دوستوں کے دکھ درد میں بھی شرکت کرے گا، ہو سکتا ہے اسے اس وقوعہ کی اطلاع ہی نہ ملی ہو، ویسے بھی میں کونسا انتقال کر گیا ہوں کہ لوگ میری تعزیت کے لئے آئیں؟ میں نے ابھی تک کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا۔ اگر کبھی ضرورت بھی پڑی ہے تو خواہش یا ضرورت کو کچلنے پر اکتفا کیا ہے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ میں کسی کے سامنے اپنی ضرورت کا اظہار کرنے جا رہا ہوں، میں اسے کیا کہوں گا؟ بات شروع کیسے کروں گا؟ ابتدا میں ادھر ادھر کی باتیں کروں گا پھر اشاروں کنایوں میں

Scanned with CamScanner

مدعا بیان کرکے اس کی نیت بھانپ لوں گا۔ نہیں، مجھے مکر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟
دو ٹوک کہوں گا مجھے ملازمت درکار ہے، اگر مدد کر سکتے ہو تو تمھاری مرضی، بدبخت
نے کتنا اونچا دفتر بنایا ہے، سیڑھیاں ہیں کہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتیں، جوں جوں
اوپر چڑھتا ہوں ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، کسی احمق نے فنِ تعمیر کی
خواہش میں بابل کا مینار بنانے کی کوشش کی ہے۔ روزانہ اتنی سیڑھیاں چڑھنا بذاتِ
خود ایک ملازمت ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس عمارت میں ہر ملازم کو شاد سینس کی
سزا دی گئی ہے، کسی مقصد کے بغیر بار بار اوپر چڑھنا پھر نیچے آنا۔ میں مختلف کمروں
میں سے گزرتا جا رہا ہوں، بے شمار ٹائپ رائیٹروں کی لاتعداد ٹک ٹک ——
آگے پیچھے ہوتے قدم، یہاں مصروفیت بہت زیادہ ہے —— معاف کرنا،
پروفیسر تمھیں زیادہ انتظار کرنا پڑا۔ نہیں زیادہ دیر نہیں تم کافی مصروف آدمی معلوم
ہوتے ہو، ہی ہی ہی —— بس دن یونہی کام کاج میں گذر جاتا ہے ابھی چند غیر
ملکی گاہک آئے ہوئے تھے انھیں نپٹا رہا تھا کہ تم آ گئے، اچھا کیا پیو گے؟ کچھ
نہیں، بس پانی پلوا دو، تم بہت مصروف معلوم ہوتے ہو میں پھر کبھی آ جاؤں گا۔
نہیں بات کرو کیسے آنا ہوا؟ مس پیڑا ایلیز ڈکٹیشن کے لئے ادھر آئیں، اچھا بھئی
حمید —— بس دو لائنیں لکھوانی ہیں اچھا لکھیئے —— حمید کے سامنے بے شمار
کاغذات اور فائلوں کا ڈھیر دھرا ہوا ہے، کچھ ملاقاتی باہر شیشے کے پیچھے بیتاب
نظر آ رہے ہیں، حمید کافی اہم پوسٹ پر کام کر رہا ہے وہی کرتا دھرتا معلوم ہوتا ہے،
مس پیڑا اسے ڈکٹیشن کو ایروگرام پر ٹائپ کر کے لائیں —— راشد آپ کیش
بک لے کر میرے پاس آئیں، ٹرن ٹرن ٹرن —— ہاں، ہاں میں حمید بول رہا ہوں،
دیکھئے، صاحب ہم سیمپل نہیں بھیج سکتے، سیمپل دیکھنے کے لئے آپ ہمارے شو روم
میں تشریف لا سکتے ہیں —— حمید حمید، کیا بات ہے پروفیسر؟ یار کچھ دیر کے

لئے تمہاری مصروفیت ختم نہیں ہو سکتی ؟ اوہ یار معاف کرنا میں تمہیں اگنور نہیں کر رہا مصروفیت نے پاگل کر دیا ہے، کچھ کام یا گپ شپ کے لئے آئے ہو؟ اصل ہمارا بوس دفتری اوقات میں میل ملاقات کو پسند نہیں کرتا، خیر، اب تو ٹی بریک ہے ـــــــ دراصل بات یہ ہے کہ کسی زمانے میں تم نے مجھے اپنی فرم میں ایک آفر دی تھی۔ کیسی آفر؟ کچھ بھول گیا ہوں۔ ملازمت کی۔ اوہ ہو، وہ تو بہت پرانی بات ہے، مجھے یاد آیا تمہارے ساتھ بہت زیادتی کی گئی ہے۔ بس دیکھ لو نزلہ مجھ پر ہی گرنا تھا۔ تمہارے خلاف کسی نے سازش کی ہے۔ ہاں، اس زمانے نے کی ہے۔ اب کیا پروگرام ہے؟ اسی لئے تمہارے پاس آیا ہوں، کچھ مشورہ دو۔ یار تم میری فرسٹ چوائس ہو لیکن اتفاق سے کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں تمہیں ایڈجسٹ کر لوں۔ اس کا انحصار تم پر ہے۔ کیوں نہیں دراصل میرا سیٹھ بڑا شکی قسم کا آدمی ہے اس سے بات کروں گا لیکن اشارے کنایے میں ایک دن وہ اپنے لئے ایک ایڈیشنل سیکرٹری کے لئے کہہ رہا تھا ـــــــ اس کا مطلب ہے کہ تمہاری فرم میں جگہ ہے۔ کچھ سمجھ لو، تم میرا نام ریکمنڈ کر دو۔ میں کسی ذریعے کہلوا دوں گا، خود کیوں نہیں کہتے؟ وہ خوامخواہ مجھ پر شک کرے گا کہ میں فرم میں اپنی پارٹی تیار کر رہا ہوں، وہ بڑا شکی ہے، ہر نیا ملازم رکھنے سے پہلے اس کے کوائف کی پوری طرح پڑتال کرتا ہے۔ تمہارا مطلب ہے کہ میں بتہ الف کا بدمعاش ہوں۔ آہستہ بولو سارا دفتر اس کا مخبر ہے، سیٹھ بہت بڑا بزنس میگنیٹ ہے، اسے ہمیشہ یہی وہم رہتا ہے کہ فرم میں ہڑتال کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے، وہ نیا سیکرٹری بھی غالباً مخبری کرانے کے لئے رکھ رہا ہے کیونکہ آج کل اسے یہ وہم ہے کہ فرم کے سارے ملازموں نے اس کے خلاف ایکا کر لیا ہے، آج کل ویسے بھی ہڑتالوں اور تالہ بندیوں کا زمانہ ہے۔ تم میرے چال چلن کی درستی کی ضمانت دے سکتے ہو۔ بات یہ ہے کہ وہ ہر

Scanned with CamScanner

ملازم سے تحریری حلف لیتا ہے کہ وہ فرم میں یونین نہیں بنائے گا اور فرم کے خلاف کسی کارروائی میں حصہ نہیں لے گا۔اس نے اگر یہ پوچھا کہ تم نے سابقہ ملازمت کیوں کر چھوڑی ؟ اس لئے کہ میری سیاسی نظریات کو غلط طور پر خطرناک سمجھا گیا ہے، واہ رے میرے یار اتنے صاف گو ہونے کی ضرورت بھی نہیں اس طرح نوکری نہیں ملتی ۔ میں اسے قسمت کا پھیر سمجھوں گا ۔ نہیں سنو تم ڈبل کراسنگ کے لئے تیار ہو ؟ وہ کیا ہوتی ہے ؟ ظاہر اور باطن میں فرق ! میں حمید تمھارا مطلب نہیں سمجھا۔ مطلب بڑا واضح ہے نوکری تو شاید مل جائے لیکن کام ذرا پیچیدہ ہے ۔ کام کی نوعیت کیا ہے ؟ سارا دن دفتر میں کام کرنا اور ہر ملازم پر نگاہ رکھنی اور پھر شام کو سیٹھ کی کوٹھی پر سارے دن کی ڈائری دینی ——— تم تو حمید بظاہر بڑے راست باز دکھائی دیتے ہو ۔ پروفیسر کہاں بستے ہو ؟ میں کمرشل کنسرن میں کام کرتا ہوں ۔ یار تمھارا سیٹھ کہیں سی آئی اے کا تو ایجنٹ نہیں ہے ؟ ہا ہا ہا ——— ارے سنو پروفیسر کہاں چل دیئے ۔ میں اس عمارت کی سیڑھیاں اترتے تھک گیا ہوں ، ختم ہونے کا نام نہیں لیتیں ، ان پہ چڑھنا کافی آسان لگا تھا لیکن اترنا کتنا مشکل ہے !

۳

پہلی یاترا کا نشہ ہرن ہو چکا ہے، دوسری یاترا کو روانگی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ پہلی یاترا کے اثرات میرے دل و دماغ پر یوں مرتب ہوں کہ سوچ بچار میرے ارادوں کے قدم پکڑ لے۔ وہ مجھے بلیک میل کرنا چاہتا تھا۔ دوستی کا بھرم محض فراڈ ثابت ہوا۔ نجانے کیوں لوگ مجھے غلط سمجھتے ہیں۔ میں وہ نہیں ہوں جو مجھے سمجھا جاتا ہے۔ میں دوسری یاترا کے ذریعے اپنی چھوٹی سی انا کو محو کرنا چاہتا ہوں کہ وہ بندش جو میری سوچ اور عمل میں حائل ہے اس کا جھٹکا کر دوں اور زندگی سے کسی قسم کی توقعات منسلک کرنے کی بجائے خود ایک ایسی توقع بن جاؤں جسے دیکھ کر زندگی سسکتی رہے۔

میری یاترا ایک دوست کی تلاش سے شروع ہوتی ہے، میں نے ابھی ابھی اس کے بارے میں مکمل تفصیلات حاصل کر لی ہیں، غالباً اس کا آخری وقت آ چکا ہے۔ ہر انسان کی طرح وہ زندگی کو الوداع کہنے کے لیے ہسپتال گیا ہوا ہے، وہاں سے اس کی واپسی ممکن نہیں ہے، وہ جانے سے پہلے پسماندگان کے لیے یقیناً چند ہدایات چھوڑ گیا ہو گا کیونکہ اسے اپنی یادداشتیں مرتب کرنے کا شوق تھا۔ میرا اس سے ملنا اشد ضروری ہے۔ اس ملاقات کی خواہش میں ایک انسانی فرض اور ایک ضرورت دونوں شامل ہیں تو وہ اپنا وعدہ ایفا کرے گا۔ حمید کے ذلیل رویے کے بعد میں سیدھا اس کے گھر گیا تھا وہاں سے پتہ چلا کہ وہ چند دنوں کے لیے ہسپتال میں داخل ہے۔ میں کئی دنوں سے سوچ رہا تھا کہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اسے حادثے کے بارے میں اطلاع ہو اور عافیت پوچھنے نہ آئے ؟ اطلاع ملی ہے کہ پچھلے دنوں سے اس کا دماغی توازن کچھ بگڑ گیا تھا اور اس نے اپنا کمرہ بند کر کے مسلسل بادہ نوشی شروع کر دی

Scanned with CamScanner

تھی، جب اس کے ضعیف مگر لالچی باپ نے اسے منع کیا تو وہ سبزی کاٹنے والی چھری سے اس پر حملہ آور ہوا تھا۔ ایک دن سکندر کالج کی کینٹین میں آیا تو اس نے سکندر کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جگر کی تکلیف کا ذکر کیا، سکندر نے کس قدر تحمل کے بعد کینٹین میں ہی اس کا معائنہ کیا: دیکھو مسٹر! بادہ نوشی چھوڑ دو، یہ اب آپ کو پی رہی ہے اور جگر جواب دے چکا ہے۔ اوہ ہو، میں نے ابھی زندگی کا سوال ہی اٹھایا تھا۔ جواب ملنے میں بہت بہت سے کام لیا گیا ہے۔ وہ سکندر کی اس وارننگ سے کچھ گھبرا سا گیا تھا۔ پھیکی سی مسکراہٹ بغیر رم کی عینک کے پیچھے سکڑی ہوئی آنکھوں میں پھیل گئی تھی۔ تھوڑی دیر کے لیے اس کے ہونٹ کپکپائے اور مجھے کہنے لگا: پروفیسر آج چلو جی بھر کر وسکی پیئیں! کیوں خیریت تو ہے؟ اس لیے کہ جگر نے جواب دے دیا ہے، اس سے نیا سوال کریں! پرہیز بہتر ہے۔ جب میرے جسمانی نظام کی میعاد ہی ختم ہو چکی ہے تو اب پرہیز بے سود ہے، وہ اور میں آہستہ آہستہ چلنے لگے، اس نے ایک ہاتھ میں اپنی آٹو سائیکل پکڑی ہوئی تھی اور میں اس کے ساتھ کتابوں کا تھیلا اٹھائے ہوئے اس کی ہر بات کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے قدم اٹھا رہا تھا۔ آج اس کی طرف سے یہ آفر بڑی غیر معمولی تھی لیکن مجھے یقین تھا کہ آج وہ اپنی مخصوص حرکت نہیں کرے گا۔ میں نے اس کی آٹو سائیکل تھام لی اور وہ اپنی چوڑی پائنچوں کی پتلون سنبھالتا ہوا دکان کے اندر گیا، پھر خاکی رنگ کا لفافہ لیے باہر نکلا۔ میں لفافے کا سائز دیکھ کر اس کی نیت بھانپ گیا اور میں نے پیش بندی کے طور پر کہا: شام ہو چکی ہے اب مجھے بھی چلنا چاہیے۔ ہاں اس نے جلدی سے جواب دیا اور مزید انتظار کئے بغیر آٹو سائیکل پر لات دکھ کر یہ جا اور وہ جا۔ وہ بلا شرکت غیرے وسکی پینے کا عادی ہے۔ وہ سینکڑوں مرتبہ مجھے ایسی دعوتیں دے چکا ہے، مگر ہر مرتبہ وہ اکیلا ہی گھر واپس گیا ہے۔ اس کی عجیب عادت ہے کہ وہ اپنے کمرے کے دروازے بند کر کے پانچ چھ دن تک مسلسل

بادہ نوشی کرتا ہے۔ میں نے کئی مرتبہ اسے تنہائی کے اس فعل سے منع کیا، ہر مرتبہ اس نے یہی جواب دیا: میں تنہا ہوں اور اب ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ میں تنہائی میں اپنے علاوہ کسی اور کا وجود برداشت نہیں کر سکتا، وہ پینتالیس سال کا پستہ قد، دبلا بدن، موٹی ناک اور لمبے کانوں پر بغیر رم کے عینک اٹھائے ہوئے مرنجان مرنج قسم کی چیز ہے، وہ ظاہر میں جتنا خاموش اور دھیما ہے اندر سے اتنا ہی زود رنج، کم گو اور زود مشتعل شخصیت کا مالک ہے۔ دو تین سالوں سے اس کا اور میرا یہ معمول رہا تھا کہ کالج بند ہونے کے بعد ہم کالج کی کینٹین میں درخت کے نیچے بیٹھ جاتے کبھی زندگی کو فتح کرنے کے منصوبے بناتے اور کبھی دنیا کی نامہربانی پر دیر تک گفتگو کرتے، ہر منصوبے میں اخراجات وہ میرے نام ڈیبٹ کرتا اور منافع اپنے حساب میں جمع کرتا، میں نے ایک دن کہا: یہ اخراجات کا پلڑا میری طرف کیوں جھکا ہوا ہے؟ تو وہ دروغ آمیز متانت سے کہنے لگا: میں نے کسی زمانے میں دوستوں پر بہت سرمایہ برباد کیا ہے، وہ مجھے الو بناتے رہے ہیں، اب میں چاہتا ہوں کہ لوگ مجھ پر خرچ کریں۔ اس بھونڈی سی تاویل پر میں نے ہنس کر کہا: آپ کے چھوٹے چھوٹے اخراجات میں اس لیے برداشت کرتا ہوں کہ یورپ کے سفر میں سب اخراجات آپ کے ذمہ ہوں گے۔ تم کمینے ہو، میری دولت چھیننا چاہتے ہو، تمہیں علم ہے میرے پاس ستر ہزار روپے ہیں، بس اب یہی خواہش ہے کہ کسی طرح یہ ایک لاکھ بن جائیں۔ بنک میں اس پر تین سو روپیہ مہینہ سود ملے گا، اکیلی جان ہوں یہ میرے لیے کافی ہے۔ میں آرام سے گھر بیٹھ کر شعر لکھ سکوں گا۔ میں خاموشی سے مسکراتے ہوئے اس قسم کے مہمل منصوبے سنتا رہتا۔ آپ اس میں سے کچھ رقم مجھے دے دیں مجھے ضرورت ہے۔ تم مجھ سے میرے باپ کی طرح یہ رقم بٹورنا چاہتے ہو، تم مجھے کمزور کرنا چاہتے ہو۔ تنہائی اور دیوانگی میں اسی اندوختے نے مجھے تقویت دی ہے۔

Scanned with CamScanner

ایک رات بوڑھے باپ نے جسے میں بوڑھا گدھا کہتا ہوں، موت سے خوف زدہ ہوکر یہ رقم میرے نام منتقل کر دی تھی بعد میں اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ اس کی صحت تو کافی اچھی ہے اور میں یہ سرمایہ شراب کی نظر کر دوں گا، وہ اسے حاصل کرنے کے لیے سینکڑوں جتن کر چکا ہے۔ ایک دن وہ پیریڈ ختم ہونے سے پہلے ہی کمرے سے باہر نکل کر سٹاف روم کے باہر لان میں گھبرایا ہوا میرے پاس آیا اور کہنے لگا: میں موت چاہتا ہوں، میں اس سے خائف نہیں ہوں، صرف جسمانی اذیت سے گھبراتا ہوں، موت سے زیادہ مرنے کا عمل بڑا تکلیف دہ ہے، میری زندگی بڑی بے مقصد ہے مجھے کسی چیز کی خواہش نہیں ہے، کسی سے پیار نہیں، میں ایک اجنبی ملک میں رہتا ہوں' مجھے مرجانا چاہیے، بس مرنے سے پہلے میں اپنی غزلوں کا مجموعہ بڑے خوبصورت انداز میں شائع کرنا چاہتا ہوں۔ اس دن وہ بہت پریشان تھا۔ شام کو میں نے اسے روکنا چاہا کہ باتوں کے ذریعے کسی طرح اس کا ڈپریشن دور کروں لیکن میرے اصرار پر وہ آگ بگولہ ہوکر کہنے لگا: تم چاہتے ہو کہ میں دیر سے گھر جاؤں کہ اس بوڑھے گدھے سے گوشت نچواؤں! تم میری دکھتی ہوئی رگ پر کیوں ہاتھ رکھتے ہو؟ میں نے اسے کسی قدر غصے سے جواب دیا: اس میں مشتعل ہونے کی کیا بات ہے؟ نہیں پروفیسر وہ مجھے چھوٹا سا بچہ سمجھتا ہے جب تک میں گھر واپس نہ آجاؤں سیڑھیوں پر بیٹھا میرا انتظار کرتا ہے گھر نہ آؤں تو عصائے موسیٰ لے کر سارے شہر میں میری تلاش کرتا ہے، وہ میرے سارے عذاب کا ذمہ دار ہے، میں اسے ایک دن قتل کر دوں گا، وہ مجھے کہتا ہے کہ وہ مجھے اپنے ہاتھ سے دفن کرے گا، اس کے اور میرے درمیان زندہ رہنے کی دوڑ لگی ہوئی ہے کہ کون پہلے کس کو دفن کرتا ہے! آپ اس معاملہ میں بغاوت کیوں نہیں کرتے؟ میں محبت اور نفرت کے دوہرے رشتے کا اسیر ہوں' ......

ذہنی اعتبار سے وہ ایک طرح کے چھوٹے پن اور کنجوسی کا شکار ہے، دراصل میں

کنجوس شخص کا متحمل نہیں ہو سکتا کیونکہ کنجوسی انسانیت کے بارے میں غیر انسانی رویہ ہے۔ اس کے علاوہ اس میں بہت ہی غلط قسم کی انانیت ہے، میں اس کی ہر کمی اور کوتاہی برداشت کرتا ہوں کیونکہ دوستی برقرار رکھنے کے لیے دوسرے کی تمام کوتاہیوں کو برداشت کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ وہ بیک وقت ایک عظیم الشان شاعر اور دنیا کا امیر ترین شخص بننا چاہتا ہے۔ . . . . . تین چار سالوں کی ملاقاتیں خواب ہو چکی ہیں، اس کی اور میری آخری ملاقات بر طرفی سے ایک دن پہلے ہوئی تھی، اس نے مجھے قدرے اکھڑے اکھڑے انداز میں کہا تھا: یار میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں، لیکن صورتِ حال میرے قابو سے باہر ہوتی جا رہی ہے، میں اس کی بے تکی بات کا مطلب نہیں سمجھا تھا۔ یار میں بظاہر بڑا مردم بیزار ہوں لیکن میرے بہت سے لنکس ہیں۔ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟ کچھ نہیں بہر کیف موقع ملا تو میں تمہارے کام آؤں گا، ہاں میں کل تمہیں اپنی غزلوں کا مسودہ دے جاؤں گا، تم اسے الف سے یا ئے تک خوشخط نقل کر دینا اجازت ہو تو فرسودہ شعر بھی حذف کر دوں؟ بکواس بند کرو، تمہیں کیا پتہ شعر کیسے کہتے ہیں' ہا ہا ہا۔ . . . .

وہ بڑی زبردست قوتِ مدافعت کا مالک ہے، اتنی جلدی موت کے حق میں دستبردار نہیں ہو سکتا، جو شخص بیس سال تک مکمل "تنہائی" کا تنہا مقابلہ کر سکتا ہے وہ موت سے کیونکہ خائف ہو سکتا ہے؟ عام مشاہدہ ہے کہ جس میں خودکشی کے رجحان قوی ہوتے ہیں وہ زبردست قوتِ مدافعت کا مالک ہوتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس کا جگر سوجھ گیا ہو گا یا الکوہلک کوما میں آکسیجن کے لیے تڑپ رہا ہو گا۔ یہ یقیناً اس کے لیے فیصلہ کن مرحلہ ہو گا؛ اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ اگر واقعی اسے ناگہانی موت نے آلیا تو وہ میرے لیے ایک وصیت چھوڑے گا، وہ اپنی طبعی عمر گزار چکا ہے۔

اُف فارملین اور فنائل اور پیشاب کی بُو سے سر چکرانے لگا ہے۔ وہ ایمرجنسی وارڈ میں نہیں ہے، وہ اِس وارڈ میں نہیں ہے، وہ اُس وارڈ میں نہیں ہے، اگر وہ یہیں

Scanned with CamScanner

کہیں ہے تو کہاں ہے ؟ اس لمبے سے برآمدے کے دونوں طرف میلی کچیلی جالیاں اور ان کے ساتھ غلیظ بستروں کی نہ ختم ہونے والی قطاریں ہیں، میں ان بستروں کی طرف دیکھے بغیر گردن اٹھائے سیدھا دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا ہوں، عجیب وغریب سسکیاں اور چیخیں کانوں سے ٹکرا رہی ہیں، موسم کی رطوبت سے ساری فضا میں چپچپاہٹ پھیلی ہوئی ہے، فارملین فنائل، پیشاب اور برسات کی رطوبت سے ابکائی آنے لگی ہے۔

مدھم اور بیمار روشنی دینے والے بلب کہیں کہیں لٹکے ہوئے کہہ رہے ہیں : جو یہاں آئے ہیں ان کے لیے زندگی کی روشنی مدھم ہو چکی ہے، جو یہاں آتے ہیں وہ زندہ واپس نہیں جائیں گے یہاں جو دینت رہتا ہے وہ کسی کو زندہ واپس نہیں جانے دیتا۔ اس کی معیاد ختم ہو چکی ہے وہ زائدالمعیاد نہیں ہو سکتا۔ میں کتنا کمینہ ہوں، وہ بستر مرگ پر ہے اور میں عیادت کی آڑ میں اس کا گوشت چھوڑنے جا رہا ہوں، ضرورت نے مجھے انسان کی طرح کمینہ بنا دیا ہے۔ "قانون فطرت قانون بدن ہے۔ ہر دھڑکتے ہوئے دل کو ایک نہ ایک دن ساکت ہو جانا ہے۔ تقدیم و تاخیر محض فروعی عمل ہے۔

ایک لمبا سا نیم تاریک ہال، میلے کچیلے بستروں پر دھاری دار کپڑوں میں ملبوس بیمار قیدی، زندگی کے اسیر، دونوں وقت اور قانون کے ہاتھوں مجبور، جسم بیمار، ذہن بیمار۔۔۔ فارملین اور فنائل، ذہن کیمسٹ کی دکان کی طرح مہک رہا ہے، چارپائیوں کے نیچے متعفن پیشاب کی سڑانڈ میں کل بل کرتے ہوئے کالی کیڑوں کی لمبی قطاریں، چینی اور خوراک کے متلاشی، رستے ہوئے پیشاب اور پاخانوں کے برتنوں کے گرد گھیرے باندھے بستر پر لیٹے ہوئے مریضوں کی موت کے منتظر، بستر پر لیٹے ہوئے مریض ملاقاتیوں کے منتظر۔ ان کی آمد کے ساتھ صحت کا پیغام آئے گا۔ ملاقات کا وقت ختم ہو چکا ہے، بیمار قیدیوں کے چہروں پر بے اطمینانی اور اضطراب کا چھینٹا ہے کسی کے سرہانے پھولوں کے گلدستے اور کسی کی میز پر پھلوں کے لفافے امید کا پیغام ہیں

Scanned with CamScanner

فرش پر آکسیجن سلنڈر لڑھک رہے ہیں، کہیں ٹیکوں کی شکستہ شیشیاں اور کرچیاں بکھری ہوئی ہیں ـــــ دھندلے اور میلے چارٹ جن پر انسانوں کے بجائے ان کی بیماریوں کی سوانح عمریاں رقم ہیں۔ بیمار قیدیوں کی ہسٹری شیٹ نہیں کیس ہسٹری! جرم اور بیماری کا ثبوت، بیماری کا جواز اور قیدی بننے کا ثبوت، وارڈ سے باہر ایک گوشے میں سفید لٹکتا ہوا کوٹ، کوٹ کی جیب میں بیڑی اور گلے میں سٹیتھوسکوپ آویزاں۔ سفید کوٹ کے سامنے سفید کوٹ، راز داروں کی کھسر پھسر، فلورنس نائیٹ انگیل سپرٹ، فنائل اور فارملین کی بدبوئیں دبے دبے قہقہے۔ ہال کے اندر وارڈ کے عین وسط میں آہنی میز پہ گدلی میلی شیشیوں میں عجیب و غریب قسم کی تھرما میٹر، میز کے پیچھے ایک کرسی اور کرسی کے اوپر ایک ادھیڑ عمر فلورنس نائیٹ انگیل کی ہمزاد نہایت خاموشی سے میز پر پتے پھیلائے، پیشنس کھیل میں مصروف ہے، چہرے پر اکتاہٹ اور پیشنس کے بجائے بے چینی۔ اس کی دائیں اور بائیں آنکھوں کی سیدھ میں دونوں طرف بستروں کی لمبی قطاریں اور ہر قطار میں سے اٹھتا ہوا شور، اوہ، اصطبل میں غلطی سے انسانوں کو باندھ دیا گیا ہے! میز سے کچھ فاصلے پر بستر پر سے کوئی کراہ رہا ہے: ہائے سانس گھٹ رہا ہے، ہائے آکسیجن.. سن لو کیا کہہ رہی ہوں؟ ایک مدت سے بہت کچھ سن رہی ہوں، اس نے سارے پتے میز پر پھیلا دیئے ہیں، درد تو سب کے دل میں اٹھتا ہے ہم بوڑھے ہو ہیں کیا کر سکتی ہوں؟ آکسیجن! سارے سلنڈر خالی ہو چکے ہیں اب سارے جہان کی آکسیجن چوسنا چاہتے ہو؟ ہائے! میرے سر میں خون کا دباؤ بڑھ رہا ہے۔ میں کیا کروں؟ میں نے صبح سے یورین پاس نہیں کیا۔ میں یہ غلیظ کام نہیں کر سکتی۔ اپنا اٹنڈنٹ ساتھ لانا چاہیئے تھا، ہائے میرے زخموں میں پیپ پڑ گئی ہے۔ جانوروں کی طرح کیوں چیخ رہے ہو؟ اگر یہاں دوائی نہیں ملتی تو کسی اور جگہ چلے جاؤ، صبح سے چیخ چیخ کر دماغ چاٹ لیا ہے۔ میں اکیلی سارے جہان کے مریضوں کی دیکھ بھال نہیں کر سکتی، اسے

یکوں نہیں بلاتے جو باہر کوریڈور میں کھڑی عشق لڑا رہی ہے ، صبح سے ایک گیم بھی مکمل نہیں کر سکی ، مجھے اس خدمت کا کیا صلہ ملنا ہے ؟ بیس سال اس قید خانے میں گزارنے کے بعد وہی ہوں جو بھرتی ہوئی تھی ۔ میرے زخم ہلکے کرو ورنہ میں ساری پیپ پی جاؤں گا ۔ میرا سارا بدن مفلوج ہو چکا ہے ۔ معالج کو بلا کر میرا علاج کیا جائے نہیں تو میں یہ معاملہ انتھا یٹیز تک لے جاؤں گا ، ہم اخباروں میں انتظامیہ کے خلاف بیانات دیں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ہمارے ساتھ انسانی سلوک کیا جائے ورنہ ہم بغاوت کر دیں گے ، ایک ایک چیز توڑ دیں گے ، ہم اب بے اثر دوائیاں نہیں کھائیں گے ، پہلے ہی بدبو دار گندم کھا کھا کر ہمارے معدے سوجھ گئے ہیں ، ہم ہڑتال کے ذریعے اپنے مطالبے منوائیں گے ۔ ۔ ۔ ہم اپنے علاج کی قیمت بیمار نسلوں کی صورت میں ادا کریں گے ۔ ہمیں ہمارے سکے کی قیمت دی جائے ، ہم یہاں مدتوں سے قید ہیں نہ صحت ملتی ہے اور نہ رہائی ۔ ہمارے گھروں سے پیغام آیا ہے کہ اشتہا شکم سے نکل کر سروں تک جا پہنچی ہے ۔ باہر اناج بہت مہنگا ہو چکا ہے اور ہمیں مشقت کرنے کی اجازت نہیں دی جا رہی ہم یہاں ہیں اور گھروں میں ہماری عورتیں کئی مرتبہ حاملہ ہو چکی ہیں ۔ ہم صحت نہیں موت مانگتے ہیں ، چاہے جنازے کی صورت میں ہمیں یہاں سے باہر نکالا جائے ، مجبوروں کی زندگی سے موت بہتر ہے ۔ ۔ ۔ ۔ یہاں واقعی ہنگامہ ہونے والا ہے نحیف و نزار مریضوں میں بے پناہ قوت امڈتی آرہی ہے لیکن وہ کہاں ہے ؟ اس احتجاج میں مجھے اس کی آواز سنائی نہیں دی ، یہ وہی ہال ہے جس کا مجھے پتہ دیا گیا ہے بیڈ نمبر ۱۳۴ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ غالباً یہ وہی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ پروفیسر ، پروفیسر ، میں نے اس کے بستر کے قریب جا کر اسے مدھم لہجے میں دو تین مرتبہ پکارا ۔ کون ؟ اس نے بمشکل کھچڑی سی داڑھی والا چہرہ میری طرف کر کے جواب دیا ہے : مجھے پہچانو ، ہاں ، پروفیسر میں تمہارا منتظر تھا ۔ آپ نے کم سے کم اپنی بیماری کی مجھے اطلاع تو دی ہوتی ۔ ہوں : اس سے کیا فائدہ ؟

جنہیں اطلاع ہے وہ کون سے آ گئے ہیں۔ گھر سے تیمارداری کے لیے کوئی نہیں آیا؟
نہیں میں خوش ہوں کہ موت کے وقت میں تنہا ہوں۔ یہ سب کچھ ایک دم کیسے ہوا؟
سنا ہے کہ کچھ دنوں سے میرا توازن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہائے میرے سینے میں ۔ ۔ ۔ ۔ ڈاکٹر کو
بلاؤں۔ نہیں مجھے یہاں زبردستی لایا گیا ہے۔ میں یہاں زندگی کی بھیک نہیں مانگوں گا۔ ڈاکٹر
کیا کہتا ہے؟ یہی کہ موت نزدیک ہے۔ میں چھ دن سے مسلسل شراب پی رہا تھا، ایک
دم کچھ چکر سا آ گیا، آنکھ کھلی، دیکھا تو ہسپتال میں ہوں۔ آپ آرام کریں، کسی چیز کی ضرورت
ہو ۔ ۔ ۔ ۔ نہیں کچھ نہیں، مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ پروفیسر میں واقعی مرنے والا
ہوں؟ نہیں خیر کی بات کریں، مجھے اس قید خانے سے باہر لے چلو، میں کھلی فضا میں مرنا چاہتا
ہوں، ہائے میرا سانس رکتا جا رہا ہے، پانی پانی، آپ نے اپنے ساتھ یہ زیادتی کی ہے۔
ہاں زندگی نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے۔ اُف، مجھے موت کیوں نہیں آتی، میں بہت
عذاب میں ہوں، اب زیادہ تکلیف برداشت نہیں کر سکتا اس لیے میں نے دوائیاں
کھانے سے انکار کر دیا ہے۔ خودکشی کے ذریعے موت کی خواہش زندگی سے فرار ہے۔
آپ تو بڑی زبردست قوتِ مدافعت کے مالک ہیں۔ نہیں، کچھ نہیں، میں بہت
ذلیل ہوں، کمینہ ہوں، تم آج کل کیا کر رہے ہو؟ وہی جو آج کل ہر پڑھا لکھا شخص کرتا
ہے ۔ ۔ ۔ بیکار اور بیکار، کسی کی کرم فرمائی کی سزا بھگت رہا ہوں۔ میں تمہارے ساتھ
بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں، لیکن میری طبیعت ساتھ نہیں دے رہی، میں تم سے
بہت شرمندہ ہوں، میں بہت کمینہ ہوں، میں نے زندگی میں دولت اکٹھی کرنے کے
لیے تمام حربے استعمال کیے ہیں، میں فرداً فرداً ساری انسانیت سے بدلہ لینا چاہتا تھا اس
لیے میں نے کسی سے تعلق اور محبت پیدا نہیں کی، زندگی نے مجھے تنہائی کی قید میں پابند
کر کے مجھے روندنے کی کوشش کی، میں دولت کے ذریعے قوت حاصل کرنا چاہتا ہوں
کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی پائیدار حقیقت نہیں ہے۔ میں وہ سکون ڈھونڈنا چاہتا ہوں

Scanned with CamScanner

جو ناپید ہے ۔ بس بس ، یہ باتیں بعد میں کریں گے ، نہیں میرا آخری وقت آ چکا ہے
اس کے بعد موقعہ نہیں ملے گا ۔ میں تمہارا بہت ممنون ہوں کہ تم نے میرے ساتھ بہت
ہمدردی کی ہے ، میرے تمام منصوبے خاک میں مِل گئے ہیں ۔ پورا ایک لاکھ روپیہ
جمع نہیں کر سکا ، میں یہ حسرت لیے جا رہا ہوں ، مجھے معاف کر دو ، میں تمہارا قاتل ہوں
آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں ؟ ہم بہت اچھے دوست رہے ہیں ۔ ایک دوسرے کے دکھ
درد میں شریک رہے ہیں ۔ میں نے حقیقت کا مکروہ چہرہ دیکھ لیا ہے ، میں نے باپ کی
جائیداد غصب کی ہے ! ہر ایک کے خلاف خبریں پہنچاتا رہا ہوں ! ——— نہیں
نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ یہ حقیقت ہے پروفیسر مجھے شاعر مت سمجھو ۔ یعنی آپ نے
. . . خیر میرے ساتھ آپ نے ایک وعدہ کیا تھا ہاں ، مجھے یاد ہے مجھے پتہ تھا کہ
تم عیادت کے بہانے مجھ سے تقاضا کرنے آؤ گے ۔ تقاضا ، آپ کے بقول اگر آپ
کی وجہ سے میں بے روزگار ہوا ہوں تو میں پھر حق دار ہوں ۔ نہیں ہرگز نہیں میں اپنے
گاڑھے پسینے کی کمائی تمہیں کیا کسی کو بھی نہیں دے سکتا ۔ یہ میرے ساتھ قبر میں جائے
گی اور اس سے میرا بدن داغا جائے گا ! پانی پانی . . . . سسٹر سسٹر اسے کچھ ہو گیا
ہے ۔ اس کے منہ سے ایک دم خون کا فوارہ چھوٹ پڑا ہے میں نے آگے بڑھ کر
اس کے لہولہان منہ میں پانی ڈالنے کی کوشش کی ہے لیکن وہ رخصت ہو چکا ہے ۔
میں نے تولیے کے ساتھ اس کا منہ صاف کر کے آنکھیں بند کر دیں ۔

اس نے بیزاری سے تاش کے پتے میز پر پٹخ دیئے ہیں اور اس کے بستر کی طرف آہستہ
آہستہ آگے بڑھ رہی ہے ۔ اس کا زرد چہرہ ایک دم نیلا ہو گیا ہے ، میرا سانس رکنے
لگا ہے ۔ میں ایک دم سر جھٹک کر باہر نکلنے کی کوشش میں ہوں ، بہت تیز بھاگ رہا
ہوں ، یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک ایک قدم من من کا ہو چکا ہے ۔ بیمار قیدی مجھے بھاگتا
دیکھ کر قہقہے لگا رہے ہیں ، دیکھو وہ بچ کر جا رہا ہے ۔ ایک بیمار قیدی نے میرا راستہ

روک لیا ہے : میں بھی کبھی تمہاری طرح کسی کی عیادت کو آیا تھا ، پھر مجھے یہیں روک لیا گیا . . . . مجھے تمہارے خون کی ضرورت ہے ، مجھے بلڈ کینسر ہے ، کسی نے میرا دامن پکڑ کر التجا کی ہے ۔ کینسر بیماری نہیں حالت ہے ، اگر تم یہاں نہیں رکو گے تو سب بیماریاں مل کر تم پر حملہ کر دیں گی ۔ آنکھوں کے سامنے بیماریوں کے جراثیموں اور وائرسیز نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر میرا راستہ روک لیا ہے ۔ پیچھے ہٹو یہ بے وقت کا ملاقاتی کہاں سے آگیا ہے ، چوکیدار اسے باہر نکالو ۔ عمارت کی گھڑی رات کے آٹھ بجا کر ایک جھٹکے سے خاموش ہو گئی ہے ۔ غالباً اس کا سپرنگ ٹوٹ گیا ہے ۔

(۴)

غالباً یہ کال بیل سجاوٹ کے لیے ہے اگر اس میں ذرا سی زندگی بھی ہوتی تو یہ اپنے وجود کی اطلاع دیتی ، انتظار، انتظار اور مسلسل انتظار . . . . غالباً تنسیری یا تنزا کا انجام بھی ناکامی کا مقدر لیے ہوئے ہے ، میں بھی کتنا کمینہ ہوں کہ اپنے مقاصد کے لیے انسانی تعلقات کو آزمائش میں ڈال کر اپنا اور انسانی فطرت کا تمسخر اڑاتا ہوں ، اصل میں قصور میرا ہے کہ میں اپنی تربیت کے زیرِ اثر انسان کو بنیادی طور پر نیک سمجھتا رہا ہوں، شاید اس کا اثر ابھی تک باقی ہے کہ میں بلا سوچے سمجھے توقعات کا پلندہ لے کر کال بیل کے جواب کا منتظر ہوں ۔ اب انسانی تجربے نے تنبیہہ کی ہے کہ ہر ایک پر اعتماد کرنے کی بجائے شک کرنا چاہیئے اور پھر شک کو رفع کرنے کے بعد اعتماد کے بارے میں سوچنا چاہیئے ، کوئی بھی جبلی خصلت ساتھ لے کر نہیں آتا ، میدان ہستی میں انسان بنام انسان کے ذریعے خصلتوں کی تشکیل ہوتی ہے ، یونگ اور جینیٹکس سب ڈھکوسلے ہیں، زندگی بذاتِ خود ایک ڈھکوسلہ ہے ۔ ہر ایک دوسرے کو ٹھگتا ہے ، میں بھی بستر مرگ پر اس کو ٹھگنے گیا تھا ۔ کئی مرتبہ اسے کہا تھا : دیکھو اس سرمایے کو اسی ارضِ فانی کی نذر کر دو ورنہ قبر میں بھی سکے تمہارے جسم پر داغے جائیں گے ، وہ ضعیف العقل کی طرح کافی دیر تک ہنستا رہا تھا ۔ میں چھوٹا سا قارون ہوں ، سارا خزانہ سر پر لاد کر ایک دن یک لخت زمین میں دھنس جاؤں گا اور تم مجھے حیرت سے دیکھتے رہو گے ، اور پھر اپنے آپ سے کہو گے : دولت میں کتنی قوت ہے ، اس سے سب کچھ خریدا جا سکتا ہے ، باقی سب فراڈ ہے ، یہ کال بیل بھی فراڈ ہے ، اگر اب اس کی رسید نہ آئی تو میں الٹے قدموں

واپس چلا جاؤں گا ، بے عزتی کی بھی کوئی حد ہونی چاہیئے ، اندر سے باتوں کی آوازیں آ رہی ہیں لیکن دانستہ طور پر اس کال بیل کی آواز کو نہیں سنا جا رہا ہے ، مجھے یہاں سے چلے جانا چاہیئے غالباً اسے بھی معلوم ہو گیا ہے کہ مجھ پر سایہ ہے ، سایۂ ہما نہیں ، سایۂ زاغ کی زد میں ہوں۔ ایک میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس انگڑائیاں لیتی ہوئی خادمہ باہر نکلتی ہے : فرمایئے آپ نے کس سے ملنا ہے ؟ مس نزہت سے۔ آپ کی تعریف؟ کہہ دیجیئے کہ میں ___ میں کون ؟ اس میں ہنسنے کی کون سی بات ہے ؟ لیکن بابو جی میں اندر جا کر کیا کہوں؟ تم مجھے کچھ پاگل لگتی ہو ، کھی کھی۔ بھئی انہیں اندر آنے دو ، نزہت نیم وا دروازے میں سے منہ نکال کر ہنستی ہوئی اندر چلی گئی ہے اور نوکرانی حیرت سے کندھے سکیڑ کر میری رہنمائی کرتے ہوئے مجھے ڈرائنگ روم میں لے آئی ہے ، نزہت مجھے بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود کسی کمرے میں غائب ہو گئی ہے ، اس نوکرانی کا رویّہ کافی گستاخانہ تھا غالباً میری وضع قطع سے اس نے مجھے ایرا غیرا سمجھا ہے ، وہ یقیناً میرے اصل حلیے سے واقف نہیں ہے ، لیکن یہ بھی عین ممکن ہے کہ اس طبقے کے لوگ عمداً گستاخی کا سبق اپنے نوکروں کے ذہن نشین کراتے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد نزہت ساتھ والے کمرے میں نمودار ہوئی ہے۔ ڈرائنگ اور ڈائننگ رومز کو گلاس نائیلون کا باریک پردہ جدا کرتا ہے ، پردے کے پیچھے نزہت کا سلہوٹ صاف دکھائی دے رہا ہے۔ وہ غالباً پرکولیٹر میں بڑی سرعت سے کافی بنانے میں مشغول ہے ، وہ میری غیر متوقع آمد سے حیران ضرور ہوئی ہو گی کیونکہ ٹائم ٹیبل کے مطابق مجھے اس وقت فورتھ ایئر آنرز کی کلاس میں ملٹن کی پیراڈائز لاسٹ کا دوسرا باب شروع کرنا تھا ، وہ اندھا شاعر بصارت سے محروم ہو کر زندگی کو ڈھونڈنے کی بجائے فردوسِ گم گشتہ کا متلاشی رہا ، نزہت بڑی انسان دوست لڑکی ہے ، تمول کے ساتھ سوشلزم کا شوق بھی رکھتی ہے۔ اس کا باپ شہر میں تمول کی وجہ سے بہت مشہور ہے ، ایک

دو فلاحی اداروں کی صدارت کا شرف بھی رکھتا ہے ، دو تین بینکوں کا جزوی مالک
بھی ہے۔ بقول نزہت کے اسے باپ کے تمول سے نفرت ہے کہ دن رات افزائشِ زر
کے منصوبوں میں ہمہ تن مصروف رہتا ہے ۔ اسے امورِ خانہ داری میں صرف اس قدر دلچسپی
ہے کہ اسے وقت پر کھانا ملتا رہے۔ نزہت نئی نسل کی نمائندہ ہے وہ اپنے باپ کے
خلاف نہیں ایک مخصوص نظام کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہے ۔ چند سال قبل متمول
خاندانوں سے پیغام آئے تو اس نے صاف انکار کر دیا کہ وہ اس طبقے کے تضاد کو زیادہ
دیر تک برداشت نہیں کر سکتی ۔ ابتدا میں وہ مبہم لہجے میں رمز و کنایہ میں کچھ کہتی رہی
مگر میں نے کوئی خاص توجہ نہ دی ، ایک دن کہنے لگی : تم بھی عجیب بونق ہو۔ کیوں؟
تم چاہو تو تمہیں اچھا مستقبل مل سکتا ہے ۔ دیکھو نزہت میں نے کبھی اس ہولناک
چیز کے بارے میں سوچا نہیں ۔ تم لاابالی بے مغز پروفیسر ہو۔ چاہو تو میرے ڈیڈی
کے بزنس میں شامل ہو سکتے ہو ، تمہیں صرف ارادہ کرنا چاہیئے ۔ میں ہاں یا نہ کہے بغیر
اس طرح خاموش ہو گیا جیسے سانپ سونگھ گیا ہو ، اور ایک دن میں ایک ویران باغ
کے پتھریلے بنچ پر بیٹھے ہوئے اسے تکنے لگا جیسے اس سے پہلی مرتبہ ملا ہوں ۔ میں
کالج کے زمانے میں اچھا مقرر تھا ۔ ایک شام نزہت لڑکیوں کے کالج کی ٹیم کے ساتھ
کالج میں آئی ، وہیں تعارف ہوا جو بتدریج دوستی میں بدل گیا اور ہم کچھ سوچے سمجھے بغیر
ریستورانوں ، سینماؤں اور پارکوں میں ملنے لگے ، ایک شام وہ کہنے لگی : شادی کے
بارے میں تمہارا کیا خیال ہے ؟ نیک خیال ہے ۔ کیا مطلب تمہارا ؟ میں نے کبھی اس
کی ضرورت محسوس نہیں کی ۔ اس کا مطلب تم ابنارمل ہو ۔ ان معانی میں نہیں جو تم سمجھتی
ہو ، بہت بے حیا ہو ۔ دیکھو نزہت بات یہ ہے کہ شادی بذاتِ خود ایک مہمل ادارہ
ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ فی زمانہ ایک اقتصادی مسئلہ ہے ۔ یہ کھاتے پیتے طبقہ
کا مشغلہ ہے ، ہر طرف گرانی ہی گرانی ہے اگر تم اسے جسمانی ضرورت کے لیے ضروری

Scanned with CamScanner

سمجھتی ہو تو جبلی خواہش اور طریقوں سے بھی پوری کی جا سکتی ہے، میں جنسی خواہش کی تکمیل کو اخلاقیات کا جزو سمجھنے کی بجائے اسے معاشرتی مسئلہ سمجھتا ہوں، مجھے معاف کرنا میں جذبات کی رو میں بہہ جانے کیا اوّل فول بک رہا ہوں، مگر اس کے باوجود مجھے اپنے نظریات کی صداقت پر یقین ہے، تمہارے اور میرے درمیان طبقاتی بعد حائل ہے۔ دیکھو پروفیسر میں خود اپنے طبقے سے باہر نکلنا چاہتی ہوں، یہ افراط زر کا پیدا کردہ ہے یہ موجود صورت حال کی مصنوعی شکل ہے۔ نزہت سمجھنے کی کوشش کرو، ایک طبقے سے دوسرے طبقے میں اٹھ کر جانا ڈرائنگ روم سے باتھ روم میں جانے کے مترادف نہیں ہے، انسانی طبائع طبقات کے ذریعے ہی جنم لیتی ہیں، تم اور میں ایک تضاد ہیں اور ہمیشہ اسی صورت میں زندہ رہیں گے۔ نزہت مجھے معاف کر دو میرا دماغ کچھ چکرانے لگا ہے، بتاؤ میں تمہیں کیا کہہ رہا تھا؟ یہ میری اور اس کی آخری ملاقات تھی۔ غالباً دو ماہ ہو چکے ہیں، میں نے اس دوران میں ایک دو مرتبہ ٹیلیفون کیا مگر وہ کترا سی گئی، اس نے میری لمبی تقریر کا صرف اتنا جواب دیا تھا: پروفیسر تمہارے لیے میرا دروازہ ہمیشہ کے لیے کھلا ہے، اسی آواز کی گونج مجھے یہاں لے آئی ہے، اس لیے کچھ نادم بھی ہوں اور کچھ پریشان بھی۔ . . . .

اوہ، پروفیسر تم کہاں سے آن ٹپکے؟ کیوں میری آمد تمہیں کچھ ناگوار گزری ہے؟ لاحول ولا کیسی فضول بات کی ہے، تم نے اپنا حلیہ کیا بنا رکھا ہے؟ تم تو بڑی نستعلیق قسم کی چیز تھے؟ ہا ہا، بوہیمنزم، اپنی جگہ پر ٹھیک ہے پرشیو کرنے اور کپڑے تبدیل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، کافی کیوں نہیں پیتے، ٹھنڈی ہو رہی ہے۔ ہاں واقعی بڑی لذیذ ہے . . . . بڑا موقعہ تاک کر گھر آئے ہو۔ کیوں؟ گھر میں اس وقت کوئی نہیں ہے، ڈیڈی آفس گئے ہوئے ہیں اور ممی شاپنگ کے لیے صبح صبح ہی نکل گئی تھیں۔ تم اتنے تباہ حال اور خاموش کیوں ہو؟ نہیں تو، سناؤ کیا حال ہے؟ بس ٹھیک،

ٹھیک ہے تم میرا خط ملنے پر آئے ہو؟ کون سا خط؟ ایک ہفتہ پہلے لکھا تھا تمہیں، واقعی نہیں ملا؟ اور کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں، گھر میں کسی نے اڑا لیا ہوگا۔ پروفیسر یہ بُرا ہوا۔ کیا فرق پڑتا ہے؟ وہ کیا سمجھیں گے؟ یہی کہ تم میری دوست ہو اور اس کا تو سب کو کافی پہلے کا پتہ ہے۔ میں نے تمہیں ایک خاص مطلب کے لیے خط لکھا تھا۔ واقعی؟ ہاں میرا ایک کزن کمپیٹیشن کا امتحان دے رہا ہے، اس نے انگریزی ادبیات کا مضمون بھی لیا ہوا ہے، اس سلسلے میں تم سے کچھ نوٹس لینے تھے۔ اسے گھر بھیج دینا میری کتابیں بالکل فارغ ہیں! میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی۔ کیا تمہیں واقعی ہی نہیں پتہ؟ کیا؟ کچھ نہیں، میرا مطلب ہے کہ تم سے بہت دنوں کے بعد ملاقات ہوئی ہے۔ پروفیسر تم مقابلہ کا امتحان کیوں نہیں دیتے؟ میں اور امتحان ہا ہا، تم مجھے یہ مشورہ دے رہی ہو؟ ایک نئی تبدیلی دیکھ رہا ہوں۔ تو پھر ساری عمر بوڑھے طوطے کی طرح رول نمبر بیس رول نمبر تیس کرتے رہو گے ہی ہی . . . میں بیوروکریسی سے گھبراتا ہوں، اس لفظ سے میرے ذہن میں سرخ فیتہ ناچنے لگتا ہے، تم بھی بیوروکریٹ ہو تم نے سرخ رنگ کا ربن باندھا ہوا ہے۔ تم آج کل بیوروکریسی سے ادبسیسڈ معلوم ہوتے ہو؟ نہیں اس کا شکار ہوں، مجھے سرخ فیتے کے ذریعے پھانسی دی گئی ہے۔ لیکن تم تو ابھی تک زندہ ہو۔ نہیں میں مر چکا ہوں۔ رومانی بننے کی کوشش مت کرو۔ نہیں میں پہلی مرتبہ حقیقت سے روشناس ہوا ہوا ہوں۔ تم خوش فہمی کا شکار ہو تم بحیثیت ایک لیکچرار کے اسی بیوروکریسی کے ایک آلۂ کار ہو۔ ہرگز نہیں۔ اچھا تم جو نصاب پڑھا رہے ہو اور جن معاشرتی اقدار کا درس دیتے ہو کیا ان کا تعلق موجودہ حقیقت سے ہے؟ تم جن شرائط کے تحت ملازمت کر رہے ہو وہ کس کی بنائی ہوئی ہیں؟ نزہت تم تضاد فکری کا شکار ہو۔ ایک ہی سانس میں تضاد اور حمایت کا موقف اختیار کر رہی ہو۔ نہیں میں نے اپنا موقف ہرگز نہیں بدلا۔ ایک فرد واحد نظام کو نہیں بدل سکتا۔ اس میں رہ کر اس کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ یعنی ففتھ کالمسٹ

بن کر۔ تم مجھے سر سید کی تعلیم مت دو، یہ رویہ محض ایک بودا کمپرومائیز ہے، اب تبدیلی کا چلن بدل چکا ہے، اب سرف باہر رہ کر ہی تبدیلی ممکن ہے۔ پروفیسر تم ریڈیکلسٹ ہو، یہ خواب دیکھنے چھوڑ دو۔ میں تو یہ ماننے پر بھی آمادہ ہوں کہ نجی اور غیر نجی سب کے سب ادارے ایک ہی کڑی کے سلسلے ہیں کیونکہ تمام کے پیچھے ایک ہی ذہن کارفرما ہے اور ہر جو اس سے متعلق ہے اس منصوبے کی تکمیل میں مصروف ہے اور وہ منصوبہ استحصال کا ہے، ہر وہ جوان اداروں کے ذریعے کسبِ معاش کرتا ہے اس سازش میں برابر کا شریک ہے، لیکن یہ سازش کس کے خلاف کی جارہی ہے؟ مفاد پرستوں کی عوام کے خلاف۔ پروفیسر یہاں ہر شخص خواہ وہ حاکم ہے، محکوم ہے، چھوٹی بڑی سطح پر ایشمین کا رول ادا کر رہا ہے۔ ایشمین نے اپنے ٹرائل میں بھی یہی موقف اختیار کیا تھا کہ وہ تو ہٹلر کا کارندہ تھا اور اس نے لاکھوں یہودیوں کا قتل ہٹلر کے کہنے پر کیا تھا۔ اس نے صرف حکم کی تعمیل کی تھی، ہر منفی حکم کی تعمیل ایشمینی فعل ہے۔ نزہت، تمہارے نظریات میں جوش اور صداقت دونوں ہیں، مگر تم قربانی کیوں نہیں دیتیں۔ اس لیے کہ میری قربانی رائیگاں جائے گی، منفی نظام میں فردِ واحد کی قربانی محض شونزم ہے۔ یہ استحصالی رویہ ہے! میں اس تضاد سے باہر نکلنا چاہتی ہوں، لیکن تم بار بار گھڑی کیوں دیکھ رہی ہو؟ ممی ابھی تک نہیں آئیں۔ اچھا میں چلتا ہوں۔ نہیں کچھ دیر اور بیٹھو۔ مجھے ٹھیک گیارہ بجے شہناز کی طرف جانا ہے، ابھی چند منٹ ہیں۔ نزہت میں تم سے معافی مانگنے آیا ہوں، کیسی معافی؟ میں نے تمہارا دل بہت دکھایا ہے۔ میں تمہاری بات نہیں سمجھی؟ بننے کی کوشش مت کرو۔ میں دراصل زندگی کے اس موڑ پر آگیا ہوں جہاں مجھے معنویت کی ضرورت ہے۔ میں بے مقصد زندگی سے تنگ آگیا ہوں، تنہائی کی یلغار نے میرے اعصاب کو جکڑ لیا ہے، طرح طرح کے خدشے میرے سر پہ بھنبھنا رہے ہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کدھر

جاؤں؟ کیا کروں؟ تم مجھے راستہ دکھاؤ۔ پروفیسر کوئی کسی کو راہ نہیں دکھاتا، سب چلنے والے ہیں، مگر تمہیں ایک دم رومانی ہونے کی کیا سوجھی؟ تم میرا مذاق اڑانا چاہتی ہو؟ تم نے خود ہی کہا تھا کہ دو افراد کی ضرورت سے زیادہ قربت سے متلی ہوتی ہے۔ لیکن نزہت تم نے مجھ سے طرح طرح کے وعدے کیئے تھے، مگر تم نے خود ہی سب کے سب ٹھکرا دیئے تھے، واقعات اپنی تکرار نہیں کرتے ہر ایک واقعہ ایک مخصوص سیاق و سباق سے جنم لیتا ہے، نزہت تم بھی مجھے بدلے ہوئے سیاق و سباق کی کہانی سمجھو۔ نہیں تم وہی ہو جو پہلے تھے۔ نہیں میں وہ نہیں ہوں، میں ایک بے سہارا گداگر ہوں، میں اپنی بازی ہار ہو چکا ہوں، میں مشکوک ناپسندیدہ شخص ہوں، مجھ پر شک کیا گیا ہے، مجھ پر یہ واضح کیا گیا ہے، کہ زندہ رہنے کے لیے قیمت ادا کرنا ضروری ہے۔ تم سمجھتی ہو میں جھوٹ بول رہا ہوں، مکر رہا ہوں۔ پروفیسر تم بیمار معلوم ہوتے ہو، تمہیں آرام کی ضرورت ہے میں تمہیں ٹرانگولائزر پیش کر سکتی ہوں، کیوں؟ کس لیے؟ میں کچھ نہیں چاہتا ہوں، آخر پریشان کیوں ہو؟ مجھے ملازمت سے علیحدہ کیا جا چکا ہے! کب؟ تم نے اس کا ذکر تک نہیں کیا؟ بات کیا ہوئی؟ یہی کہ میں سیاسی ہذیان بکنے کا عادی ہوں۔ یہی کہ میں طلبا کے ذریعے بدامنی پھیلانے کا مجرم ہوں، یہی کہ موجودہ نظام کے خلاف نفرت پھیلا رہا ہوں۔ اس فضا میں تو یہ کوئی جرم نہیں ہے۔ یہ تو محض الزام معلوم ہوتا ہے۔ میں تمہیں اچھی طرح جانتی ہوں۔ اچھا اب کیا منصوبے ہیں؟ مجھے خود ان کا علم نہیں ہے۔ میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں؟ تم بہتر جانتی ہو! اگر روپے پیسے کی ضرورت ہو تو میں ہر طرح حاضر ہوں! نزہت میں بھکاری نہیں ہوں۔ مجھے یوں ذلیل مت کرو میں انسان ہوں! میرا مطلب ہے ڈیڈی آجائیں میں ان سے تمہاری ملازمت کے سلسلے میں بات کروں گی، نزہت مجھے کچھ اور چاہیئے! مجھے خود اس کا علم نہیں ہے۔ نہیں تم جھوٹ بول رہے ہو خود فریبی کا شکار ہو تمہیں معلوم ہے کہ کیا چاہتے ہو۔ ہمت کر کے کہو! کچھ نہیں، کچھ

نہیں! بس کرو میرا دماغ پھٹ جائے گا! اگلے ماہ میری شادی ہو رہی ہے، پروفیسر شرکت کرو گے! نزہت! اچھا خدا حافظ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

طلسم ٹوٹ چکا ہے، میں سافلین کی صف میں سے ہوں، میں راندہ ہوا ہوں، اس سارے کمینے جہاں میں میرے لیے کچھ نہیں ہے کوئی بھی مجھے اپنانے کے لیے تیار نہیں ہے سب مصیبتیں ایک مصیبت بن گئی ہیں۔ میں تھوکے ہوئے کو چاٹ رہا ہوں۔ اس نے اپنی ہتک کا بدلہ لے لیا ہے، مجھے جان بوجھ کر ذلیل کیا ہے، زندگی اب کہہ رہی ہے کہ میں اس کا ساتھ چھوڑ دوں۔ نہیں اتنی جلدی نہیں، میں نے ابھی زندگی کا مزہ تو چکھا ہے اسے کیفرِ کردار تک پہنچانا ہے، اگر مرت واقعی میرا حل ہے تو یہ مجھے قبول کیوں نہیں کرتی، میرے سینے کے عین وسط میں درد کی تیز چبھن اٹھی ہے، یقیناً خون کا دباؤ بڑھ رہا ہے، ڈاکٹر کہتا ہے: یہ صرف نفسیاتی عارضہ ہے عارضے کے عارضے ہونے کا شعور ہے اور کچھ نہیں ہے، میں کہتا ہوں: یہ کچھ تو ہے وہ ہنس کر کہتا ہے: اینگزائیٹی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے، میں بیمار بدن کے ساتھ زندگی کا مقابلہ نہیں کر سکتا، نہیں مجھے اس بیماری کے ساتھ ہی سب کچھ سہنا ہے، میں بیمار نہیں ہوں، یہ زندگی خود بیمار ہے، یہ سورج بھی بیمار ہے، یہ زمین بھی تپ زدہ ہے، دونوں کی حرارت میرے بدن میں سرایت کر گئی ہے، مجھے بخار نہیں ہے میری گردن میں ہرگز اکڑن نہیں ہے، میرا تیسرا سفر، نہیں تیسری یاترا انجام کو پہنچی ہے۔

مجھے اب کس طرف جانا ہے؟ ہر طرف ایک راستہ جاتا ہے، گھر؟ نہیں، ریستوران! ہرگز نہیں، پھر کہاں؟ کچھ پتہ نہیں۔ آخر ادگرد کے لوگ تو کہیں جا رہے ہیں، یہ موٹریں دیوانہ وار کیوں بھاگ رہی ہیں؟ یہ سب راستے کدھر کو جاتے ہیں؟ ٹریفک کانسٹیبل سے پوچھوں؟ نہیں! یہ کون سینہ کوبی کر رہا ہے؟ کیسا شیون ہے؟ ہائے ہائے، اس سڑک کے سینے پر کس کی آوازوں کا سفر ہے؟ کالے قانون ختم کرو! بلیک، مہنگائی ختم کرو! یونین بنانے کا حق دیا جائے! نیلے پیلے سرخ پرچم آگے بڑھ رہے ہیں: مہنگائی الاؤنس دو! ٹریڈ یونین

کا حق دیا جائے! ہم سر پر کفن باندھ کر آئے ہیں! خوشامدیوں اور ابن الوقتوں کے لئے موت! خون کا بدلہ خون! یہ بہت بڑا جلوس ہے مجھے اس کی رونق میں اضافہ کرنا چاہیے! نہیں، میرا نام پتہ درج ہو جائے گا، بزدل! جو ہونا تھا وہ ہو چکا ہے، نام پتہ کیا ان کے پاس میرا شجرہ نسب بھی ہو گا۔ مجھے اس جلوس میں شامل ہونا چاہیئے، میں زیادہ دیر ایک خاموش تماشائی نہیں رہ سکتا، یہ لوگ بھی میری طرح مصیبت زدہ ہے، تنگ آ کر اپنا حق مانگ رہے ہیں، مجھے ہر صورت میں شرکت کرنا چاہیئے، میں نے اُسے دیکھ لیا ہے وہ جناح کیپ پہنے میری طرف دیکھ رہا ہے، وہ اکیلا نہیں ساری خلقت مجھے دیکھ رہی ہے، کافی مہینوں سے جلوس جلسوں کا سلسلہ چل رہا ہے، یہ ایک شہر تک محدود نہیں سارے شہر اس کی لپیٹ میں ہیں، تبدیلی کی خواہش خارش کی طرح سارے بدن پہ ابھر آئی ہے، یہ تاریخ کا وہ عمل ہے جو دس سال سے بظاہر رکا ہوا معلوم ہوتا تھا، ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ تاریخی حرکت، سب نظریات باطل ہیں، وقت سو گیا ہے، ہر ایک کے لئے زندگی اتنی کٹھن بنا دی گئی ہے۔

لیکن تاریخ نے زندہ ہونے کا ثبوت دیا ہے، یہ بیماری پھیل چکی ہے، شہروں کی صحت کے لئے بلڈ ٹرانسفوزن کی ضرورت ہے، تمام دوائیں اور دعائیں بے اثر ہو چکی ہیں، اور میں اور میں ان سب کے درمیان کیا کر رہا ہوں؟ . . . سامنے کی جانب سے خشت باری شروع ہو چکی ہے، ہوا میں لاٹھیاں لہرانے لگی ہیں، مائیکروفون پر منتشر ہونے کی وارننگ دی جا چکی ہے، وہ جناح کیپ پہنے ہوئے میری طرف لپک رہا ہے۔ اس کے اور میرے درمیان آنسو گیس کا گولہ پھٹا ہے، وہ چھینکتا ہوا پیچھے ہٹا ہے، میری آنکھیں بھی جلنے لگی ہیں، میں اور وہ دھوئیں کی دیوار کے پیچھے ایک دوسرے کو تلاش کر رہے ہیں . .

آج کا دن واقعی میری زندگی میں بڑی اہمیت کا مالک ہے۔ آپ کو شاید اس بات پر ہنسی آئے کہ میری زندگی بھی کسی اہمیت کی مالک ہو سکتی ہے۔ کیوں نہیں، میری زندگی کے گرد بھی چند واقعات منڈلا رہے ہیں شاید وہ کسی تغیر کے مظہر ہیں، اسی لئے میں

Scanned with CamScanner

کچھ توقع محسوس کر رہا ہوں! عجیب عادت ہے کہ جب ذہن میں کسی قسم کا منصوبہ ہو تو میں اپنے آپ کو بہت مصروف اور اہم سمجھتا ہوں، دراصل سارے دن ایک سے ہوتے ہیں صرف توقع اور مصروفیت ان کو اہمیت دیتی ہیں۔ میں نے کئی مرتبہ محسوس کیا ہے کہ میری زندگی میں واقعات کی بڑی قلت ہے، میں نے بہت سی سوانح عمریوں کا مطالعہ کیا ہے، ان میں افراد کی زندگیاں طرح طرح کے ایڈونیچرز سے معمور ملتی ہیں، اور جب اپنے بارے میں فکر کرتا ہوں تو کافی حیرت ہوتی ہے کہ مجھے کیا ہوا ہے کہ یا تو میں غوک کی طرح سست ہوں یا زندگی میں ایڈونیچرز کی کمی ہوگئی ہے، ہر ایک دن کو دوسرے دن سے منفرد ہونا چاہیئے اگر سارے دن ایک سے ہیں تو پھر ایک کو دوسرے سے کیسے جدا کیا جا سکتا ہے؟ ایک ہی طرح کے شب و روز اور ایک ہی طرح کے عوامل کی تکرار زندگی کو مہمل تکرار بنا کر بے دلی کو جنم دیتی ہے؛ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ زندگی میں دو طرح سے تغیرات وقوع پذیر ہوتے ہیں: یا تو فرد خود کسی فعل کا ارتکاب کر کے واقعہ کو جنم دیتا ہے یا پھر دوسرے کے افعال سے خود متاثر ہوتا ہے، جہاں تک میرا تعلق ہے میں دوسروں کو متاثر کرنے کی بجائے خود زیادہ متاثر ہوتا ہوں اور یہ رویہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ میری ذات میں فعلیت کا عنصر نہ ہونے کے برابر ہے، اس سے ایک نتیجہ اور بھی نکلتا ہے کہ میری زندگی بھی کسی طور ایک عام انسان سے مختلف نہیں ہے جو بلا سوچے سمجھے زندگی بسر کرنے پر تلا ہوا ہے۔ زندگی کو بسر کرنے کا کوئی نہ کوئی اسلوب ہونا چاہیئے، مجھے اس کا خیال اس وقت آیا جب زندگی مجھ سے چھن چکی ہے، یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو تمام تر میرے حلقۂ اختیار سے باہر ہے۔ میں اس کے بارے میں صرف غور کر سکتا ہوں مگر اس کے اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکتا، کم سے کم اس واقعہ کا مثبت پہلو یہ ہے کہ میری زندگی میں ایک طرح کی تحریک پیدا ہوئی ہے، میں اب کچھ نہ کچھ کرنے پر آمادہ ہوا ہوں۔ میری زندگی کا سب سے اہم اور پہلا واقعہ میری برطرفی ہے، میں دراصل لفظ واقعہ کو مخصوص معانی میں استعمال

کر رہا ہوں، اسی لئے اس کی غیر معمولی توضیح پر مصر ہوں۔ اس واقعے نے اب اور بہت سے واقعات کو جنم دیا ہے۔ اب دیکھتے ہی دیکھتے میری زندگی غیر متوقع واقعات کا مجموعہ بنتی جا رہی ہے۔ میں نے اپنی پڑتال شروع کر دی ہے!

میرا شعور بیدار ہو چکا ہے: میں زندہ ہوں، یہ نہیں کہ میں پہلے مردہ تھا بلکہ یہ کہ میں نے فعلیت کا رشتہ اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ میں اب خود متاثر ہونے کی بجائے دوسروں کو متاثر کروں گا، مگر کیسے؟ مجھے زندگی کی دوڑ سے باہر نکال دیا گیا ہے۔ زندگی شعبوں میں تقسیم ہے ان سے آزاد ہو کر فعلیت ممکن نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر، زندگی کا شعور پیدا ہوتے ہی ایک تضادی صورت نے جنم لیا ہے۔ میں فعلیت پر آمادہ ہوں مگر سب شعبے میرے لئے اس قدر تنگ ہو چکے ہیں کہ وہ میری فعلیت قبول کرنے سے قاصر ہیں۔ دراصل اپنے ہونے کا شعور اپنے آپ اور دنیا سے جدائی کا لمحہ ہے جس میں دنیا اپنے ہونے کو محسوس کرنے کا وہ تضادی معروض ہے جس کا وجود علیحدگی کے باوجود ہونے کے لئے ناگزیر ہے، اور میرا شعور اس تضادی معروض سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ علیحدگی اور وابستگی کا دوہرا عمل شعوری زیست کا وہ سانحہ ہے جس نے آج مجھے زندگی کو نئے زاویے سے دیکھنے پر مجبور کیا ہے کہ میں بھی زندہ رہنے کے لئے ایک مخصوص اسلوب کو جنم دوں اور زندگی کو بطور ایک ذمہ داری کے قبول کروں۔ یہ میرے تصوراتی منصوبوں کی پہلی منزل ہے۔ میں نے یقیناً انہیں عمل کی صورت میں منتقل کر کے سوچ اور عمل کی خلیج کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دوں گا کہ میرے معترضوں کی زبان بندی ہو سکے، لیکن یہ غور کا مرحلہ ہے! کیا میں ایکسٹروورٹ ہوں کیا اپنی زندگی اس طرح بسر کر دوں کہ دیکھنے والوں کی نگاہ سے ہمیشہ خائف رہوں؟ مجھے اس معاملے میں کچھ غلط فہمی ہوئی ہے کیونکہ ایکسٹروورٹ صرف ظاہری نمائش پر نگاہ رکھتا ہے اور اقدار کے مسئلے کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ معاف کیجئے میں ایکسٹروورٹ اور انٹروورٹ کی بے ہودہ اصطلاحات میں الجھ کر رہ گیا ہوں۔ بہرکیف میں اس ہرزہ سرائی کے توسط سے ایک نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اپنی مرضی کے مطابق

Scanned with CamScanner

زندہ رہنا اتنا آسان نہیں ہے جتنا نظر آتا ہے۔ لیکن کیا میں اپنی مرضی کے مطابق زندہ رہ سکتا ہوں؟ میں اس کا جواب پھر کبھی دوں گا۔

آج کا دن واقعی میری زندگی میں کافی اہمیت کا مالک ہے۔ گھبرایئے نہیں، میں اس کی اہمیت کا عقدہ جلد ہی وا کرنے والا ہوں۔ میری خانگی زندگی ان معانی میں خانگی نہیں ہے کہ میں کسی خانگی اکائی کا سربراہ ہوں بلکہ ایک طرح سے میں بھی کسی ایک خاندان سے وابستہ ہوں جس کا شجرہ نسب کسی بھی اعتبار سے کسی اہمیت کا حامل نہیں ہے، گمنام اور غیر اہم افراد کا سلسلہ ہے جو نہ تو اپنے آباء پر نازاں ہے اور نہ ہی کسی ممتاز شخصیت سے تعلق کا دعویٰ دار ہے۔ اس اعتبار سے میں بھی رشتوں کے تناسب میں ایک سیاق وسباق کی حیثیت رکھتا ہوں، یعنی بیک وقت بہت سی حیثیتوں کا مالک ہوں اور ہر حیثیت کے خول کو بادل نخواستہ پہننے پر مجبور رہوں۔ میں اس خانگی سلسلے کا ایک سلسلہ ہوں جس نے کبھی خوش حالی کا منہ نہیں دیکھا ہے اور ہمیشہ مالی دباؤ کے تحت گھٹن کا شکار رہا ہے۔ اس وقت میرے گھر میں وہی طوائف الملوکی ہے جو آمریت کے خاتمے پر ہوتی ہے، انحطاط کے محو ہوتے ہی نفسا نفسی کا عالم، ایک دوسرے سے آزادی کی خواہش! باپ کی وفات کے بعد جو نقشہ میرے گھر میں ہے اسی کا عکس باہر کی دنیا میں نظر آتا ہے۔ خانگی زلیست کیونکر تمدنی احوال سے محفوظ رہ سکتی ہے؟ گھر کی چار دیواری کی اوٹ میں ہر شخص دوسرے سے چھپ کر اپنی عادات کو مخفی رکھنا چاہتا ہے لیکن خارجی تمدن کی موجیں اس عارضی حفاظتی دیواروں کو پھاند کر اندر آجاتی ہیں، چنانچہ گھروں کی حالت وہی ہے جو گھروں سے باہر کی دنیا میں ہے، گھر کی دنیا باہر کی دنیا بن گئی ہے۔ دراصل میرا گھر ایک نفسیاتی کلینک کی مانند ہے، ہر ایک نیوراتی اور ہر ایک دوسرے کے لئے سرخ چیتھڑے کی حیثیت رکھتا ہے، سب ایک دوسرے سے "تنگ" جنگ، زود مشتعل، اور ایک دوسرے کی جذباتی سطحوں سے لاتعلق، ہر ایک دوسرے کو اپنی مصیبتوں کا ذمہ دار متصور کرتا ہے۔ باپ کی زندگی کے دوران گھر کی ساری فضا میں کھچاؤ اور فسردگی کی بہیم کیفیت چھائی رہتی اور ہر ایک دوسرے سے بیزار رہتا

ہے کیونکہ گھر کی داخلہ اور خارجہ پالیسی اور جملہ معیشت ایک شخص کی محتاج تھی جو ہر بات میں مطلق العنان تھا۔ کسی قسم کی مخالفت کو برداشت نہ کرتا اور آخری عمر میں اپنے طبعی زوال اور مالی بحران کو گھر کی ناخلف رعایا کو بے راہ روی کا نتیجہ سمجھتا تھا۔ عجب اتفاق ہے کہ وہ اپنے تمام تر اعلانات کے باوجود اپنی اولاد اور بیوی سے محبت نہ کر سکا تھا بلکہ وہ محبت کرنے کا اہل نہیں تھا۔ آزادی ملک سے قبل اس نے ہندوستان کے ایک قصباتی شہر میں دو چھوٹے مکان تعمیر کئے تھے جس کے عوض اس نے اپنا موجودہ مکان حاصل کیا تھا۔ اس کی شخصیت ایک طرح کے چھوٹے پن اور غلط قسم کے احساس تفخر کا شکار تھی، اس میں اس کا بھی اتنا قصور نہیں کیونکہ وہ ایک نادار گھرانے کی پیدائش تھا اور توقع سے زیادہ بہتر ملازمت ملنے پر اسے ہمیشہ فخر رہا کہ اس نے ایک ایسا حق چھین لیا ہے جس کا وہ مستحق نہیں تھا۔ میرے باپ کی زندگی بھی ایک شخص کی داستان ہے جو متوسط طبقے کی اخلاقیات کا شکار تھا اور وہ چیز حاصل کرنا چاہتا جو عموماً اس طبقے کی دسترس سے باہر سمجھی جاتی ہے۔ دراصل اس کی زندگی دو طبقاتی آویزش کا مجموعہ تھی: وہ ذاتی جدوجہد سے انتہاء مفلسی کے چنگل سے نکل کر متوسط طبقے میں اپنے آپ کو محفوظ سمجھنے لگا تھا، پھر اس طبقے کو تنگ سمجھ کر اوپر چڑھنا چاہتا تھا مگر مالی وسائل کی مجبوری نے اس میں عجب طرح کی بے بسی پیدا کر دی تھی، شاید وہ اپنی ملازمت کے ذریعے متمول بن جاتا مگر وہ کبھی زمانے میں خلافت تحریک سے متعلق رہ چکا تھا۔ اس کی پرورش ایسے گھرانے میں ہوئی جہاں مذہب کی گرفت تمام دوسری چیزوں پر حاوی تھی، وہ مذہبی معاملات میں بڑی شدت کا حامل تھا، وہ اپنی ذات کی تمام تر شدت کو مذہب کے ذریعے قابو میں لانا چاہتا تھا۔ میں نے کبھی اسے جوان نہیں دیکھا کیونکہ میں اور میرے بہن بھائی اس کی چوتھی بیوی سے ہیں، بڑھاپے یا ادھیڑ عمر کی اولاد ہیں، بڑھاپا نہ صرف بذات خود ایک عذاب ہے بلکہ اس شخص کے لئے قیامت سے کسی قدر کم نہیں ہے جس نے محدود وسائل میں جکڑی ہوئی طویل زندگی اس امید میں بسر کی ہو کہ

Scanned with CamScanner

بڑھاپے میں کوئی غیبی قوت مدد کے لئے آئے گی، مگر کسی نے اس کی مدد نہ کی۔ جو
کچھ نقد سرمایہ تھا وہ اپنی سب سے چہیتی اور پہلی بیوی کے لڑکے رحیم کے گرتے ہوئے
کاروبار کی نذر کر دیا۔ آخری عمر کی اولاد، تنگ دستی اور بیماری نے اس میں ایک طرح
کا احساس گناہ بھی پیدا کر دیا تھا۔ پینشن پر آنے کے بعد صورت حال پہلے سے بھی دگرگوں
ہو گئی تھی، چوتھی بیوی کی اولاد کی کفالت اس کی اخلاقی ذمہ داری تھی! چنانچہ وہ ہم بہن بھائیوں
کو ناپسند کرتا تھا کہ ہم بڑھاپے کی مصیبت اور ضرورت کی صورت میں اس کی آخرت خراب
کر رہے تھے۔ وہ میٹھے میٹھے کھانے کے برتن زمین پر پٹخ دیتا کہ کھانے میں نمک زیادہ ہے،
نیم شب اٹھ کر روتا کہ موت قریب ہے اور اس کا ایمان کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ وہ عادات و
خصائل کے اعتبار سے غیر متمدن تھا، اپنے سے کم رتبہ شخص کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔
اپنی تمام تر کرختگی کے باوجود وہ رحیم کے بارے میں بڑا نرم دل واقع ہوا تھا۔ بعض رشتہ داروں
کا خیال ہے کہ وہ اپنی پہلی بیوی سے اس کے تمول کی وجہ سے محبت کرتا تھا اور رحیم
سے محبت پہلی بیوی کا شکریہ ادا کرنے کے مترادف تھی۔ میری ماں راوی ہے کہ اس نے
اپنی خالہ سے یہ سنا تھا کہ میرے باپ کی پہلی شادی کے وقت گھر کا اثاثہ چند چارپائیوں پر
مشتمل تھا، شادی کے بعد گھر کی کائنات بدلی۔ کچھ رحیم کی ماں کا تمول اور کچھ قبل از وقت محکمانہ
ترقیوں نے میرے باپ کی زندگی میں خوش حالی کا بیج بو دیا تھا۔ شادی کے دو سال بعد رحیم
پیدا ہوا اور اس کی پیدائش اس کی ماں کی موت کا پیغام ساتھ لائی۔ رحیم کی پرورش کے لئے
اس نے دوسری شادی کی لیکن ٹھیک ایک سال کے بعد وہ ہیضہ کی وبا میں میرے باپ کو
داغ مفارقت دے گئی۔ پھر اس نے تیسری شادی کی مگر میری تیسری ماں اور باپ کے مزاجوں
میں اختلاف کی بدولت چھ ماہ کے اندر یہ شادی علیحدگی کی صورت میں ختم ہو گئی۔ اس نے چوتھی
شادی میری ماں سے کی۔ جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں میرے والدین کے طبائع میں بعد الطرفین
تھا، عمروں کا تفاوت، طبقاتی اختلاف اور رحیم کی پرورش کا مسئلہ، یہ وہ چند واقعات

Scanned with CamScanner

تھے جو ان دونوں کے درمیان حائل تھے۔ دوسری طرف میری ماں ایک معمولی گھرانے سے تھی جس کی پرورش اور شخصیت میں کسی قسم کا کوئی بھی امتیاز نہیں تھا۔ میں نے بچپن سے لے کر باپ کی موت تک دونوں کو لڑتے جھگڑتے ہی دیکھا ہے۔ میری ماں کی تمام عمر اس کی محکومیت میں بسر ہوئی ہے۔ وہ سردیوں کی یخ بستہ راتوں کو اٹھ کر میرے باپ کے دوستوں کی مہمان داری کرتی، ذرا سی چوک پر اس سے بید کھا کر خاموش رہتی اور اپنے کسی بچے کے بستر میں منہ لپیٹ کر صبح تک سسکیاں لیتی۔ باپ کی وفات پر مجھے ماں کے رویے سے کسی قدر حیرت بھی ہوئی کہ اس نے ایک آنسو بھی نہ بہایا اور نہ ہی اس کا کوئی رشتہ دار تعزیت کے لئے آیا تھا۔ میرے باپ نے وفات کے وقت ترکے میں افلاس کے علاوہ کچھ نہ چھوڑا تھا۔ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ پنشن کے بعد جو کچھ ملا وہ رحیم کی نذر ہوا۔ مجھے آج تک پتہ نہیں چلا کہ رحیم کا کاروبار کس نوعیت کا ہے۔ البتہ یہ ضرور سنا ہے کہ رحیم کو سٹے کی لت ہے۔ وفات سے قبل میرے باپ نے اس مکان کو رہن رکھ کر رحیم کے لئے ایک بینک سے دس ہزار روپے قرض لئے تھے۔ رحیم رقم کا منتظر تھا، روپے ملتے ہی ایک دم کویت چلا گیا اور آج تک اس کا سراغ نہیں ملا: خدا کا واسطہ ہے اپنا حق مہر بخش دو، میں نے تمہارے اور تمہاری اولاد کے ساتھ بہت زیادتیاں کی ہیں، امجد کو کہنا کہ بینک کا قرضہ قسطوں میں ادا کر دے۔ تم رحیم کا خیال رکھنا، نہ جانے وہ اس وقت کہاں ہے؟ وقت نزاع میرے باپ نے میری ماں سے یہ کہا اور دم توڑ دیا۔

باپ کے مرتے ہی سب پر قیامت ٹوٹی، ہر ایک نے یہی سوچا کہ اب کفالت کون کرے گا؟ سب کی نظریں امجد کی طرف اٹھیں، باپ کی وفات کے وقت امجد کی شادی کو پہلا اور ملازمت کو پانچواں سال تھا، وہ محکمہ نہر میں بطور اسسٹنٹ ملازم ہوا تھا اور گذشتہ پانچ سالوں سے اسی عہدے پر فائز ہے۔ ہر سالانہ ترقی ملنے کی خوشی میں اس کی بیوی شمیم ایک عدد بچے کو جنم دیتی ہے، ماشاءاللہ چار بچوں کا باپ ہے۔ ابتدا میں ماں کی شمیم سے چڑ ہو گئی تھی

Scanned with CamScanner

اتنی لڑکیوں کا تواتر نحوست کی نشانی ہے، لیکن اس کے باوجود اس نے زیادہ احتجاج نہ کیا کہ امجد ہی تمام گھر کا کفیل ہے، باپ کی وفات کے دوسرے سال مجھے ملازمت مل گئی تو ماں کا حوصلہ بندھا اور شمیم پر کھلے بندوں تنقید کرنے لگی، جواباً ایک دو مرتبہ شمیم نے بھی علیحدگی کا اعلان کر دیا مگر میرے بیچ بچاؤ سے معاملہ رفعہ دفعہ ہو گیا۔ شمیم کے لئے جنگ کا دوسرا محاذ میری دو بہنوں کوثر اور رضیہ نے گرم کیا۔ رضیہ امجد سے ایک سال چھوٹی اور مجھ سے تین سال بڑی ہے، دونوں بہنوں کی یہی خواہش رہی ہے کہ شمیم ان کی اطاعت گزار رہے اور ماں کی خدمت کرے، شمیم کا یہ موقف رہا ہے کہ اس کی شادی ہوئی ہے ملازمت کے لئے اس گھر میں نہیں آئی ہے۔ گھر کے تمام افراد میں رشید سب سے لاپرواہ اور لاتعلق ہے، اس کا گھر سے تعلق صرف ضرورتوں کی تکمیل تک محدود ہے، میں اور امجد مل جل کر اس کی تعلیم کے اخراجات اٹھاتے رہے ہیں۔ باپ کی وفات کے بعد ماں کی گھر میں حیثیت مرکزی کی ہے، میں نے اس میں ایک عجیب و غریب تبدیلی دیکھی ہے کہ پہلے کبھی کبھار وہ اپنی پسند اور ناپسند کا اظہار کیا کرتی تھی مگر اب ہر ایک کی ہاں میں ہاں ملاتی ہے اور اکثر خاموش رہتی ہے۔ وہ اپنی اولاد میں اس طرح بٹ گئی ہے اور معلوم نہیں ہے کہ وہ کس کے ساتھ ہے اور کس کی مخالفت کر رہی ہے، اس نے کبھی میرے کسی معاملے میں دلچسپی کا اظہار نہیں کیا اور نہ ہی مجھے کبھی یہ محسوس ہوا ہے کہ ماں سے رشتہ عام رشتوں سے مختلف ہے، ویسے بھی گھر کے دوسرے افراد سے میرے تعلقات رسمی نوعیت کے ہیں، اس میں کسی ایک کا قصور نہیں ہے، شروع ہی سے ہم بہن بھائی ایک دوسرے سے اس طرح ملتے ہیں جیسے ویٹنگ روم میں مسافر گاڑی کے انتظار میں کسی خواہش کے بغیر رسمی انداز میں ایک دوسرے سے مصروف گفتگو ہوں، گھر کا ہر ایک فرد دوسرے تک پہنچنے سے گریز کرتا ہے، جب بھی گفتگو کا آغاز ہوا اس کا انجام خوفناک جھگڑے کی صورت میں ہوتا ہے۔ میں ابھی تک وجہ اختلاف دریافت نہیں کر سکا، ہر ایک یہی کہتا ہے کہ اس نے اس گھر کی سالمیت کے لئے اپنا مستقبل ختم کر دیا ہے۔ میں خانگی معاملات میں اکثر خاموش

رہتا ہوں کیونکہ میں ان کی زبان نہیں سمجھتا اور ان کے درمیان اپنے آپ کو اجنبی محسوس کرتا ہوں
میں ان میں سے نہیں ہوں، یہ تمام کے تمام ڈی ہیومنائیزڈ ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ! ابھی کل ہی
کی بات ہے کہ ایک چھوٹی سی بات پر شمیم کا لہجہ تیز ہو گیا اور سب کی موجودگی میں امجد سے
سے کہنے لگی: اس روز روز کی لڑائی سے ایک فیصلہ کر لینا بہتر ہے۔ امجد ہم کب تک تین
سو کی آمدنی میں سات آٹھ افراد کا پیٹ پال سکتے ہیں ہمارا مستقبل کیا ہے؟ ہاں! بھئی
تم میرے چھوٹے بھائی ہو برا نہ منانا کب تک یونہی نچھے رہو گے؟ امجد: بیکاری میرے بس
کی بات نہیں، میں پہلے ہی محسوس کر رہا ہوں کہ میں تم لوگوں پر ایک بوجھ بن گیا ہوں میں
جلد ہی یہاں سے چلا جاؤں گا۔ تم کیوں جاتے ہو میں اپنے بچے لے کر نکل جاتی ہوں، یہاں
سے باہر نکل کر مجھے بھی احساس ہو گا کہ میرا گھر بھی آباد ہوا ہے۔ شمیم خاموش رہو! تم حکم
چلانے والے کون ہو؟ ہمارے ٹکڑے توڑنے والے ہمیں ہی آنکھیں دکھاتے ہو، جوان ہو
کوئی کام کیوں نہیں کرتے! دیکھو یار عورت کی بات کا برا مت منانا اصل میں میرے بچے
کچھ زیادہ ہیں اور مکان بھی کسی حد تک تنگ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تمہارے لئے لئے مکان تنگ
ہے تو میرے لئے یہ جہاں تنگ ہے۔ اگر تم یہاں رہنا نہیں چاہتے تو کوئی تمہیں مجبور نہیں
کر سکتا۔ چلو، تمہارے کہنے پر یہ مکان چھوڑ دیتا ہوں، ویسے بھی میں ملازم ہوں اور تم
زیرِ نگرانی ہو ہیں خواہ مخواہ عتاب میں آجاؤں گا۔ چلو امجد سامان باندھیں ۔ ۔ ۔ کوثر، رضیہ
اور ماں ملحقہ کمرے میں خاموشی سے یہ گفتگو سنتے رہے۔ شام کو امجد نے مجھ سے کہا: چونکہ
اب اس مکان کے مالک تم ہو اس لئے بینک کے قرضے کی قسطیں بھی تم ہی ادا کرو، یہ
لو بینک کا نوٹس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

آج کا دن مکمل خاموشی میں گذر گیا ہے، آج کا دن واقعی میری زندگی کا بڑا اہم دن ہے
امجد کی روانگی اور بینک کے نوٹس نے ایک دوسرے کا خلا پورا کر دیا ہے، بچوں کا پاگل
کر دینے والا شور اور روز روز کی نوک جھونک ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی ہے۔ بھائی

Scanned with CamScanner

جان! کیا بات ہے کوثر؟ آپ کو معاملہ فہمی سے کام لینا چاہیئے تھا۔ ہمارا کیا بنے گا؟ میں جنگ ضرور لڑوں گا مجھے حوصلہ دو۔ پروفیسری نے تو تمہارا دماغ چلا دیا ہے صبر سے کام لینا چاہیئے تھا میرے بیٹے کو ناراض کر دیا ہے۔ ہاں، میں پاگل ہوں میں نے اسے گھر سے باہر نکالا ہے۔ نہیں بھائی جان تم خاموش رہو میں تمہارے اور رشید کے داخلے کا بندوبست کروں گا ہاں تم سب کے پیٹ کی آگ اپنے کو فروخت کر کے بجھاؤں گا، فکر مت کرو تم سب سمجھتے ہو کہ میں بیکار ہوں، میں عتاب میں ہوں، اس لئے رزق کے سب دروازے مجھ پر بند ہو چکے ہیں، تم لوگوں نے مجھے پاگل کر دیا ہے رضیہ کی تباہی کا میں ذمہ دار ہوں رشید کی گھر سے مسلسل ذمہ داری کا سہرا ابھی میرے سر ہے، ہر نحوست مجھ سے منسوب کی جاتی ہے --- میں واقعی منحوس ہوں، میری پیدائش بھی واقعی منحوس دن ہوئی تھی، میرے ہر معاملہ میں کوئی نہ کوئی الجھن پیدا ہو جاتی ہے۔ بظاہر تنخواہ کا وقت پر نہ ملنا کتنی معمولی سی بات ہے۔ اسے دفتری اتفاق کہا جاتا ہے، میں نے جب بھی کوشش کی ہے کہ مجھے وقت پر تنخواہ ملے اتنی ہی دیر سے ملتی ہے۔ یہ میرے الجھاؤ کی ایک نہایت ہی ادنیٰ سی مثال ہے:
ابھی چند ماہ ہوئے رضیہ کی شادی کا سلسلہ چلا تھا اس میں میری ذرا سی مداخلت سے کام بگڑ گیا، میں ہرگز مداخلت کرنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ یہ رشتہ مجھ سے چھپا کر کیا جا رہا تھا۔ ایک دن میں بی اے کی کلاس پڑھا رہا تھا کہ کسی نے مجھے کلاس سے باہر اشارہ کر کے بلایا۔ میں باہر نکلا تو وہ کہنے لگا: آپ سے ضروری کام ہے۔ میں نے کہا: فرمایئے، معاف کیجئے پروفیسر صاحب، ہے تو بڑی بے موقع اور معیوب سی بات لیکن میں ذرا جلدی میں ہوں۔ معاف کیجئے، آپ کی تعریف؟ میں حمید کا والد ہوں۔ کون حمید؟ آپ اسے نہیں جانتے؟ نہیں، وہ رضیہ کے سلسلے میں ... اچھا اچھا فرمایئے، بات تو کچھ معیوب سی ہے مگر زندگی کا سوال ہے قبلہ محترم۔ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔ دراصل حمید کی زندگی کا سوال ہے۔ شیخ صاحب اس موضوع پر گفتگو کے لئے گھر زیادہ مناسب ہے۔ میں پہلے ہی

Scanned with CamScanner

بہت شرمندہ ہوں کس بات پر؟ یہ آپ کا اخلاقی فرض تھا کہ شادی کی تمام تفصیلات طے کرنے سے پہلے ہمیں درست کوائف بتاتے جاتے۔ میرا خیال ہے شیخ صاحب آپ سے کچھ مخفی نہیں رکھا گیا۔ کیا یہ درست ہے کہ رضیہ بیٹی مرگی میں مبتلا ہے؟ جی ہاں نہیں، اچھا بہت بہت شکریہ۔ اس شکریہ کے ساتھ ہی سارا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا، دوسرے ہی دن انہوں نے صاف جواب بھیج دیا، گھر کے ہر فرد کو حیرت ہوئی میں نے راز کشائی کی تو سب کے سب مجھ پر ٹوٹ پڑے کہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا ہے۔ میں نے بڑی وضاحت سے اپنے موقف کا اظہار کیا: اول تو آپ سب نے نہ معلوم وجوہات پر ساری بات مجھ سے مخفی رکھی، مجھے اس کا گلہ نہیں ہے کیونکہ میں نہ تو آپ کے معاملات میں دخل دینا پسند کرتا ہوں اور نہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے معاملات میں کسی قسم کی مداخلت کریں، بہرکیف میں نے دانستہ طور پر کسی کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی ہے۔ آپ نے رضیہ کی بیماری کو چھپا کر ان کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ امجد میرے جواب پر تیز ہو گیا: میاں تم کو مبلغ کس نے بنایا ہے، دنیا میں کون سچ بولتا ہے، یہ سب کام بس ایسے ہی چلتے ہیں اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے حامد تم کیسی باتیں کرتے ہو، رضیہ ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ تیرا ستیاناس ہو جائے، ماں نے چیخ کر کہا: تو ہم سب کا دشمن ہے میرے بڑھاپے کا خیال کر لیا ہوتا، میں نے جواب دینا مناسب نہ سمجھا۔ اس واقعہ کے بعد ان تمام افراد سے میرا تعلق واجبی سا ہو گیا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں نے دانستہ طور پر رضیہ کا مستقبل تباہ کیا یا محض ایک غلطی سرزد ہوئی ہے۔ رضیہ کی بیماری ایک ایسی حقیقت ہے کہ وہ خود اس سے منکر نہیں ہو سکتی، وہ بغیر کسی وجہ کے دکھ اٹھا رہی ہے۔ اس کی بیماری کو سب نے لاعلاج بنایا ہے کیونکہ وہ پیدائشی طور پر اس مرض کو ساتھ لے کر آئی ہے۔ اگر اس کے علاج کی طرف شروع سے توجہ دی جاتی تو شاید اس کی دماغی حالت وہ نہ ہوتی جو اب ہے۔ میرے باپ نے کبھی اس کی طرف توجہ نہ کی تھی جب بھی اس کے اعصاب میں کھچاؤ پیدا ہوتا تو وہ سر میں شدید درد کا اعلان کر کے زمین پر

لوٹنیاں لینے لگتی، سانس میں سانپ کی پھنکار پیدا ہو جاتی اور منہ سے جھاگ بہنے لگتا تو ماں جلدی سے اسے جوتی سونگھاتی اور آیات پڑھنے لگتی۔ قریب نصف گھنٹے کے بعد وہ ہذیانی کیفیت میں بیدار ہوتی اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتی۔ شروع شروع میں پانچ چھ مہینے میں یہ دورہ پڑھتا مگر پھر بتدریج اس کی فراوانی میں اضافہ ہونے لگا تھا۔ جب سے اس کی شادی کی بات ختم ہوئی ہے ہر دوسرے تیسرے دن اس پر یہی کیفیت طاری ہوتی ہے، پچھلے ہفتے میں اسے الیکٹرک شاکس کے لئے ہسپتال لے گیا تھا جس سے اس کی دماغی حالت کچھ دنوں کے لئے بہتر ہوئی مگر پرسوں وہ سوتے میں ایک دم چیخ اٹھی: مجھے وہ بزرگ اپنی طرف بلا رہا ہے، مجھے حج کے لئے جانے دو، رشتہ نہیں ٹوٹا مجھے اپنے گناہوں کی سزا ملی ہے مجھے چھوڑ دو چھوڑ دو مجھے عبادت کرنے دو، میں نے اسے ایک دم جھنجھوڑ کر جگایا، ایک دم چیخ اٹھی تم میرے قاتل ہو، پیچھے ہٹ جاؤ، تم بے ایمان ہو، بے عقیدہ ہو تمہارے کپڑوں سے پیشاب کی بو آرہی ہے . . . . اس دن میں نے اپنے آپ سے پوچھا: کیا تم واقعی بے عقیدہ ہو؟ میں کچھ کہہ نہیں سکتا، باپ کی وفات کے بعد میں نے اس مسئلے پر سوچنا چھوڑ دیا ہے کیونکہ میں اب عقیدہ کی ضرورت کو محسوس نہیں کرتا ہوں، رضیہ کو واقعی میرے کپڑوں سے پیشاب کی بو آنی چاہیئے۔ اس رات میں نے ایک بھیانک خواب دیکھا اور خوف سے واقعی پیشاب کے چند قطرے بستر پر نکل گئے تھے، میں نے آخر اس احساس جرم کو کچل دیا مگر ایک اور احساس جرم نے اپنی جگہ بنالی: میں رضیہ سے ہرگز حسد نہیں کرتا ہوں وہ بیماری کے آسیب میں ہے، وہ ایک ایسا عذاب جھیل رہی ہے جس کی ذمہ دار وہ نہیں ہے۔

آج کا دن واقعی میری خانگی زندگی میں بڑا اہم ہے، آج کے دن میرے منہ کا ذائقہ بے حد کڑوا ہے نہ معدے میں کوئی خرابی ہے اور نہ ضرورت سے زیادہ سگرٹ پیئے ہیں، محض منہ کا ذائقہ کڑوا نہیں بلکہ اپنے آپ میں ایک تبدیلی محسوس کر رہا ہوں کہ یہ سب ترتیب بگڑتی جارہی ہے، زندگی کا چلن میرے ساتھ بدل گیا ہے، اس بیس لاکھ کے شہر میں

ایک شخص بھی ایسا نہیں جو میری واردات میں شریک ہو کر ہمسفری کا دم بھر سکے۔ میں ابتدا ہی
سے کوئی دوست بنانے میں ناکام رہا ہوں، کچھ تو باپ کی ملازمت کچھ اس نوعیت کی تھی کہ
سال ایک شہر میں اور چھ مہینے کسی دوسرے شہر میں، ویسے بھی میں کسی کو اپنے قریب لانے
یا کسی کے قریب جانے سے گھبراتا ہوں۔ دراصل قصہ یہ ہے کہ میں نے اپنے گرد تصورات کی ایسی
دنیا بنائی ہوئی ہے کہ اکثر و بیشتر مجھے کسی دوسرے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، اب ہنسی بھی
آتی ہے کہ میرے اور نزہت کے تعلقات بھی عجیب و غریب قسم کے تھے، نہ نزدیکی تھی اور نہ
دوری، بس تعلق کا ایک سلسلہ تھا جو چلا جاتا تھا، اس مرحوم سے بے تکلفی کے باوجود تعلقاتی
سطح پر ایک طرح کا رکاؤ تھا، جہاں تک شاہد، حمید اور سکندر کا تعلق ہے، ان سے کالج کے زمانے
میں کافی گپ شپ تھی مگر کالج کے بعد تعلقات شام کو ریستوران میں سیاسی اور ادبی گپ شپ
تک محدود ہو کر رہ گئے تھے۔ اب پچھلے پندرہ بیس دن سے میرا کوئی پرسان حال نہیں ہے،
میں ہی کسی کو ملنے جاؤں تو کوئی ملتا ہے ورنہ کوئی مجھے ملنے نہیں آتا۔ میری افادیت ختم ہو چکی ہے،
اگرچہ پہلے بھی بطور لیکچرار میں چنداں افادیت کا حامل نہیں تھا، تاہم کھوٹے پیسے کی طرح امتحانوں
کے دنوں میں کام آتا تھا، اب سرے سے میری افادیت معدوم ہو چکی ہے، بعض دفعہ
مجھے اپنے آپ سے گھن آنے لگتی ہے کہ میں واقعی اتنا ناکارہ ہو چکا ہوں کہ اپنے کام بھی
نہیں آسکتا۔ دراصل میرا اپنے آپ سے رشتہ بھی افادی قدروں کے زیر اثر آچکا ہے،
میرا اپنے آپ سے تعلق ثانوی ہو چکا ہے، یہ میرے شخصی زوال کا ایک جزو ہے میں نے
اپنے تقاضوں کو ضروریات کے نیچے کچل دیا ہے۔ دراصل میرے ساتھ ناانصافی کی گئی ہے،
میں اس کا مستحق نہیں تھا، اوہ! احساس جرم تقویت پکڑ چکا ہے، رضیہ کا قتل اور اکسانے
کا ناقابل فہم جرم! میرا ہر فعل میرے اندر چھپے کسی جرم کو ہوا دے رہا ہے، میرے اندر
انتقام اور زندگی کو فتح کرنے کے بھیانک منصوبے جنم لے چکے ہیں، ان کے سائے بتدریج
گہرے ہونے جا رہے ہیں، ثانوی تعلقات نے مجھے مکمل طور پر اپنی گرفت میں لے لیا

Scanned with CamScanner

ہے ۔ مجھے پہلے بہت سی چیزوں سے اختلاف تھا لیکن ہمیشہ مصالحت اور مفاہمت کو ترجیح دیتا تھا لیکن اب میری طبیعت آمادہ فساد معلوم ہوتی ہے، نہیں ابھی نہیں مجھے صبر اور قناعت سے کام لینا چاہیئے، لیکن قناعت ضرورتوں کا پیٹ نہیں بھر سکتی۔ اگر قناعت واقعی قابل عمل فلسفہ ہے تو میرے ارد گرد کی مخلوق ہوس کی خاطر دلواز کیوں ہو گئی ہے ! کوئی بھی اپنی حالت پر مطمئن نہیں ہے جس کے پاس تھوڑا ہے وہ زیادہ چاہتا ہے اور جس کے پاس زیادہ ہے وہ اور زیادہ چاہتا ہے۔ میں کس طرح قناعت سے پیٹ بھر لوں ؟ قناعت بے بسی کا اخلاقی نام ہے، قناعت کا مطلب ہے 'موت'، جسے میں سردست قبول کرنا نہیں چاہتا، نظام زر میں قناعت کا فلسفہ اقتصادی محرومی کا بدلا ہوا نام ہے۔ میں آواگون کا قائل نہیں ہوں، اسی دنیا میں سب کچھ چاہتا ہوں، میں آسائش نہیں چاہتا میں صرف حق زیست کی آسائش چاہتا ہوں۔ میں زندہ رہنے کا یہ موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا کیوں کہ موت کے بعد کی خاموشی کے بارے میں ہر کوئی خاموش ہے، میرا رجعت کے وعدہ پر یقین نہیں ہے کیونکہ ہر شہر کے شہر خموشاں کا رقبہ ہر روز بڑھتا جا رہا ہے ۔

آج کا دن واقعی میری زندگی میں بڑا اہم ہے : رشید اپنے سامان اور بیوی بچوں سمیت جا چکا ہے، آناً فاناً اس گھر کی معیشت خوفناک بحران کا شکار ہو گئی ہے، اس کی رخصتی میرے لئے ایک چیلنج کا درجہ رکھتی ہے میں لاشعوری طور پر ہر ایسا قدم اٹھا رہا ہوں جو مجھے تباہی کی طرف لے جا رہا ہے۔ مجھے امجد کے وجود سے کم سے کم یہ اطمینان تھا کہ وہ سب کو بھوک کی موت سے بچا سکتا ہے لیکن اس نے یہ فرض ایک ایسے شخص کو سونپا ہے جس سے کسب معیشت کا حق چھین لیا گیا ہے، جسے مشکوک اور ناپسندیدہ سمجھ کر اس لئے علیحدہ کر دیا گیا ہے کہ اس کا وجود معاشرے کے لئے مہلک ہے، میں اس ذمہ داری سے کس طرح عہدہ برآ ہو سکتا ہوں ؟ میرے لئے یہ مرحلہ فکر ہے، میں جتنا ذمہ داریوں

سے گھبراتا ہوں اتنا ہی ان کے بوجھ تلے پستا چلا جا رہا ہوں، ذمہ داریوں کا اسباب ناگزیر ہوتا جا رہا ہے مجھے انتخاب کرنا ہی ہوگا، انسانی عمل اور عمل اور تعمل بھی بڑا پیچیدہ عمل ہے کہ ہر حالت اور ہر صورت میں انتخاب ایک ناگزیر ضرورت بن کر ہر ایک کو اعلان پر مجبور کرتا ہے ۔ میں بھی کبھی خواہشات کا پلندہ تھا مگر جلد ہی ان تمام کو جسم کے عضو عضو سے نکال کر زندگی کی ایسی راہ اختیار کی جس میں بظاہر تصادم نہیں تھا ۔ میں جو چاہتا تھا وہ نہیں کر سکا جو نہیں چاہتا تھا وہ کرنے پر مجبور رہا اور جب مجبوری کو بطور مقدر قبول کیا تو حالات نے یاوری نہ کی، اب مجھے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہے ۔ اب مجھے ہر طرح کا اختیار ہے کہ جو چاہوں کروں لیکن کیا کروں ؟ ابھی تک تو کوئی راہ نظر نہیں آئی، صرف یہی جانتا ہوں کہ مجھے اپنے علاوہ دوسروں کا دفاع بھی کرنا ہے ۔ انسان انسان پر حملہ آور ہے ۔ انسان انسان کی مصیبت ہے ۔ انسان انسان کو عافیت نہیں دے سکتا ۔ اُف اب تساہل کی گھڑیاں بیت گئی ہیں ! ہر لمحے اپنے آپ کو تیار رکھنے کی ضرورت ہے ۔ اب زندگی پر جارحانہ حملے کی ضرورت ہے ۔ اب سفاکی اور انسان کشی واردات کا موثر حربہ ہیں، دیکھیں کون بچ نکلتا ہے ، میں آگے بڑھتا جاؤں گا کسی سے کبھی مدد طلب نہیں کروں گا ، میں ایک دن اتنا طاقتور ہو جاؤں گا کہ سیاست دان اور رسہ گیر میری مدد کے بغیر ایک قدم نہیں اٹھا سکیں گے ، میں ان کی بے لبسی اور چھپے ہوئے عزائم پر مسکرا کر کہوں گا: تم سب کے سب قابیل کی اولاد ہو میں اپنے مکر سے تمہارا شجرہ نسب ادھیڑ دوں گا ، تمہیں بعد میں پتہ چلے گا کہ میں نے اپنی طاقت کے ذریعے تم سب کو بیوقوف بنایا ہے . . . . . . نئے عزم کا ظہور ہو چکا ہے . . . یہ میری خانگی زندگی کا سب سے اہم دن ہے ۔

Scanned with CamScanner

۵

۲۹ ستمبر: صبح کے آٹھ بجے - سورج میں اب وہ جھلسا دینے والی تمازت اور بدن میں وہ کسالت نہیں رہی جو ستمبر کے ابتدا میں تھی - موسم بڑی سرعت سے بدل گیا ہے مگر میرے نجی حالات میں ابھی تک کوئی تغیر نہیں آیا، البتہ بھوک اور خواہش کو دبانے میں کسی قدر کامیاب ہو گیا ہوں، معدے کا منہ سکڑ چکا ہے اور زبان بتدریج ذائقہ کھو رہی ہے۔ بار بار بھوک اور بیکاری کا ذکر یقیناً بیزار کن ہے لیکن میرے لئے اس کے علاوہ اور کوئی حقیقت بھی نہیں ہے - یوں تو میں جس مکان میں رہتا ہوں وہ شہر کے دوسرے مکانوں کے ساتھ ملحقہ ہے اس کے در و دیوار بھی دوسرے مکانوں کی طرح پُر سکون نظر آتے ہیں مگر اس کے مکین سانس تھامے نیرنگی زمانہ کو دیکھ رہے ہیں کہ رزق کے تمام وسیلے کیونکر بند ہو گئے ہیں؟ میں ان کے تجسس کو مطمئن نہیں کر سکتا کیونکہ یہ بہت طویل بحث ہے۔ میں اس شہر کے لوگوں کے سامنے کبھی دست سوال دراز نہیں کروں گا، ایک خاموش رویے کے ساتھ ہر اس قوت سے انتقام لوں گا جس نے میری تباہی کا پیمان کیا ہے۔ میرے لئے اس زمین میں کوئی کشش نہیں ہے، کشش ثقل کے تمام اصول باطل ہیں۔ میرا وزن نہ ہونے کے برابر ہے پھر بھی زمین میرے بوجھ کو ضرورت سے زیادہ محسوس کر رہی ہے، وہ پہاڑوں گناہوں اور فرعونوں کا بوجھ اٹھا سکتی ہے صرف میرا وجود ہی اُسے . . . . . اے زمین تیری وسعتیں لامحدود ہیں، تو شب و روز، مردوں اور نوزائیدوں کا بوجھ اٹھاتی ہے، بے روزگاروں کو رزق دیتی ہے، سورج تجھے منور کرنے کے لئے لاتعداد میلوں کی مسافتیں طے کرتا ہے، تیرے فراق میں ہر شب اداس چاند آسمان کی محراب سے جھانکتا ہے، ساری

Scanned with CamScanner

زندگی کا تخم تیرے بطن سے اٹھتا ہے، مجھے پناہ دے، مجھے تنہائی کے عذاب سے باہر نکال کر زیادہ مصائب برداشت کرنے کا حوصلہ عطا کر، میں کب تک مایوسی اور کسی کام کے بغیر مردار کیڑے کے جسم کی طرح بے حس رہوں گا؟ یہ قیامت ہے! یہ بے بسی اور اعتراف شکست ہے، میں عذاب میں ہوں یہ جسمانی خلش نہیں، یہ روحانی درد نہیں بلکہ انسانوں نے میرے لئے ایک صورت حال پیدا کر دی ہے!

اس تناقضی جدلیاتی صورت حال نے مجھے روند دیا ہے، ہر واقعہ بدشگونی کی صورت اختیار کر چکا ہے، یہ نظریاتی جمناسٹک گول کھوپڑی کے اندر ہو رہی ہے، الجھاؤ ہی الجھاؤ ہے، ساری کائنات الجھی ہوئی اون کا ایک گولا ہے جس کے دھاگے کھولنے سے زیادہ الجھتے جا رہے ہیں، مجھے کئی ایک نے بتایا ہے کہ باہر کی دنیا پرسکون ہے مجھے یقین نہیں آتا ہے کہ جب میں خود اتنا متلاطم ہوں یہ دنیا کس طرح پرسکون ہو سکتی ہے؟ میں دو کشتیوں کے درمیان کچھ الجھا ہوا ہوں، ایک ہی ذہن میں دو متضاد رویے، ایک نیام میں دو شمشیریں، میں وحدت الوجود کا قائل نہیں ہوں، میرے اندر تضاد کا گھمسان ہے، شاید اس لئے کہ زندگی میرے اندر نزاعی صورت اختیار کر چکی ہے، شاید میں اسی لئے اس تضاد کو حل کرنے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں، ہر نیا تضاد نئی جدلیاتی صورت کو جنم دیتا ہے، مجھے پرامن زندگی بسر کرنے کے لئے تضاد کی خلش کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دینا چاہیئے: میرے ذہن میں صرف باتیں ہی باتیں اور تضاد ہی تضاد ہیں جنہوں نے ہر طرح کی عملیت کو میری ذات سے خارج کر دیا ہے اور میں بہت کچھ کرنے کے باوجود کچھ نہیں کر پایا، دن بڑی تیزی سے گذر رہے ہیں، ہر شخص اپنی صورت حال بدلنے کے لئے کوشش میں ہے!

میں آج بے حد مصروف ہوں، ضروری نہیں مصروفیت عملی ہو، کچھ کئے بغیر بھی مصروف رہا جا سکتا ہے، دراصل آج مجھے ذہنی فراغت نہیں ہے، ڈھیر ساری باتوں کے بارے میں غور و فکر کرنا ہے، میں فلسفی ہرگز نہیں ہوں لیکن ہر کام شروع کرنے سے قبل اس کے

تمام پہلوؤں کا جائزہ لیتا ہوں، آج کل فراغت زیادہ ہے اس لئے ڈبل شفٹ کی فیکٹری ہے، ایک سوچ ختم ہونے سے پہلے دوسری سوچ کی شکل اختیار کر لیتی ہے، اتنی مصروفیت کے باوجود ۲۹ ستمبر کی صبح کسی قدر سکون کی حامل ہے، بالکل اسی طرح جیسے بیمار بیماری میں یہی سوچتا ہے کہ بیماری عارضی ہے. گذشتہ رات جہنم کی رات سے کسی قدر کم نہیں تھی، اپنی تمام تر عقلیت کے باوجود ساری رات توہمات میں گذری، کبھی بیٹھے بیٹھے یہ محسوس ہوتا کہ میرے کمرے سے باہر کوئی دبے پاؤں چل رہا ہے، کبھی یوں لگتا کہ کوئی میری نگرانی کر رہا ہے، کبھی کمرے کی دیوار پر سائے پھیلنے لگتے اور کبھی کوئی گھٹی ہوئی سسکیوں سے مجھے اپنی طرف متوجہ کرتا، اور پھر ایک دم تاریک دیواروں پر سائے روشنیوں کا لباس پہن کر رقص کرنے میں طرح طرح سے اپنا بچاؤ لیکن ہر مرتبہ خوف مجھ پر غلبہ پا لیتا اور میں نیم جان بے بسی میں مدد کے لئے کسی کو پکارنا چاہتا، آواز حلق میں اٹک جاتی، پھر ایک دم ہمت کر کے نیچے اہل خانہ کے پاس جا کر پناہ لینے لگا پر یہ سوچ کر قدم رُک گئے کہ یہ محض بزدلی ہے، بس اس حالت میں اپنے کمرے کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا کیونکہ یہ کمرہ میرا پرانا محسن و غمخوار ہے اور ہر بات میں میرا رازدار ہے. گذشتہ رات میرا کمرہ سو گیا تھا اور میں ساری رات اس کی حفاظت کرتا رہا تھا، جب میری کچھ پیش نہ چلی تو میں تنگ آ کر نیند کے عمل کا تجزیہ کرنے لگا، نیند مجھے ان توہمات سے کیوں پناہ نہیں دیتی، میں بالکل بے قصور تھا، البتہ میرا اعصابی نظام حسب معمول مرتعش تھا، اضطراب اور جھنجھلاہٹ نے سیمابی کیفیت پیدا کر دی تھی- میں نے اس عذابی کیفیت سے نجات پانے کے لئے یہ سوچا کہ میں نہیں ہوں اور وجود سے عاری ہوں، لیکن ایک دم سامنے کی دیوار پر ایک دھبہ نمودار ہوا اور کہنے لگا: اگر تم نہیں ہو تو پھر اس کمرے میں کون ہے؟ میں نے ہڑبڑا کر کہا: میں واقعی ہوں اور اس کمرے میں ہوں، میں نے جنسی اور پھر فلسفہ کی کتابوں کو باری باری اٹھا کر مطالعہ کرنے کی کوشش کی مگر الفاظ ترسیل معانی سے منحرف ہو گئے

اور میں کورے کاغذوں کو ہکا بکا ہو کر تکنے لگا، پھر کمرے کی نیم تاریک فضا سے الفاظ پھدک پھدک کر کورے کاغذوں پر جم رہے تھے، ایک لفظ نے ہمت کر کے کہا: ہم قائم مقام وجود کے حامل ہیں، ہم صرف زندگی کی نشاندہی کرنے والے ہیں، اصل حقیقت ان راستوں پر بکھری ہوئی ہے جنہیں تم چھوڑ آئے ہو۔ میں نے کہا: میں لفظ زندگی سے عاجز آگیا ہوں، میں نے جلدی سے موضوع بدلنے کی کوشش کی اور ذہن نے کہیں دور سے ڈھولک کی آواز کو قبول کیا، میں نے اس آواز سے بچنے کے لئے کانوں کو کتابوں سے ڈھانپ لیا، کتابوں کے الفاظ کھلکھلا کر ہنسنے لگے، میں نے جھنجلا کر دونوں کتابیں فرش پر دے ماریں اور ڈھولک کی بے ہنگم آواز رک گئی، پھر ایک دم ساری فضا مبہم سناٹے میں جکڑی ہوئی تھی، بس نے نیند کی آمد کے لئے اتنی زیادہ کروٹیں بدلیں کہ جسم پھوڑے کی طرح دکھنے لگا تھا، سناٹا کہنے لگا: میں اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دوں مگر میں فوراً بدک گیا، سناٹا موت کی دعوت ہے، یعنی میں اپنے آپ کو موت کے حوالے کر دوں؟ غنودگی کی صورت میں موت اپنا جال پھیلا رہی ہے، میں نے اس کش مکش کو ختم کرنے کے لئے ہپوٹک کا سہارا لینا چاہا لیکن میری انا آڑے آئی اور میں نے کہا: فارن ایڈ میری ہتک ہے میں اپنی ہر کمزوری سے مقابلہ کروں گا چاہے خوف مجھے چھیل کر رکھ دے۔ زندگی یا موت میں نے چیخ کر کہا، آواز آئی: کچھ نہیں، میں نے کہا: میں اس طرح پیچھے نہیں ہٹوں گا، میں ابھی تک محو نہیں ہوا، میں جاگتا ہوں، میں جاگتا رہوں گا سالوں، صدیوں، روز حشر تک، ہر گھڑی جاگ کر گزاروں گا۔ اس طرح صبح ہوگئی، رات کا جلا ہوا ٹکڑا، یہ مضمحل صبح میرے حصہ میں آئی ہے، اس ژولیدہ صبح کے ساتھ مجھے آج کے دن کا آغاز کرنا ہے۔ گذشتہ رات واقعی بے معنویت کی رات تھی میں کبھی اتنا مضطرب نہیں تھا، میری راتیں اور دن دونوں معنوی اعتبار سے ایک ہی طرح کے ہیں صرف فرق سیاسی اور تاریخی ہے۔ ۲۹ ستمبر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ میرے منہ کا ذائقہ بدل گیا

ہے، کڑتن کا احساس کئی دنوں تک رہا میں اسے عارضی تبدیلی سمجھتا تھا مگر آج محسوس ہوا ہے کہ یہ کیفیت میری شخصیت کا لازمی جزو بن چکی ہے بلکہ شخصیت میں سے نکلتی ہوئی شخصیت ہے۔ میں نے بیماروں کو دیکھا ہے جو صحت کی اُمید میں چند لمحوں کے لئے اپنا عارضہ بھول جاتے ہیں میں نے وہ بیمار بھی دیکھے ہیں جو کسی امید کے بغیر مسلسل مایوسی میں زندہ رہتے ہیں، دونوں صورتوں میں دونوں زندہ رہتے ہیں۔ لیکن میں نہ زندوں میں ہوں نہ مردوں میں۔ میں اپنی تشخیص کے لئے کس کے پاس جاؤں؟ اگر جاؤں بھی تو کیا کہوں؟ وہ پوچھے گا کہ عارضہ کیا ہے؟ میں چپ رہوں گا، وہ مجھے غور سے دیکھ کر ہنسے گا کہ میں مخبوط الحواس ہوں اور پھر اپنا سٹیتھو سکوپ کسی اور کے سینے پر رکھ کر میرے وجود سے لاتعلق ہو جائے گا اور میرے چہرے پر لکھی حقارت تک نہیں پہنچ سکے گا، پھر وہ جب کبھی مجھے لب سڑک ملے گا تو میں اسے صاف صاف بتا دوں گا کہ تم تاجر ہو، میں نے اپنے عارضے کی خود ہی تشخیص کر لی ہے کہ میرا عارضہ جسم اور روح کا نہیں عدم ارادہ کا ہے، میں بھی کبھی تمہاری طرح صحت مند تھا مگر ارد گرد کی مسموم ہوا نے میرے پھیپھڑے چھلنی کر دیئے ہیں، دوسری انفیکشن نے حملہ کیا ہے، کچھ جراثیم پہلے ہی سے بدن میں موجود تھے اور بقایا کسر خارجی ہوا نے پوری کر دی ہے میں بیمار نہ ہوتے ہوئے بھی صحت مند کہلانے کے لائق نہیں ہوں، صحت کسی کی میراث نہیں ہے ہر شخص نے موت سے قبل اس سفر سے گذرنا ہے، اگر اس حقیقت کو تسلیم کر لیا جائے اور عوام الناس میں جسمانی عذاب اٹھانے کا حوصلہ پیدا ہو جائے تو مسیحا اور موت دونوں کو مغلوب کیا جا سکتا ہے۔ اُف، نیند اور بے خوابی سے آنکھوں میں سرخ ڈوروں کا جال پھیلنے لگا ہے...... ۲۹ ستمبر کی صبح باسی روٹی کی طرح اکڑی ہوئی ہے، دن اور رات کی مصروفیتیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن نہ مجھے رات کو امان نہ دن کو عافیت، صبح کے تازہ رو ہونے کا احساس کیونکر ہو، رات ایک مسلسل کیفیت

کی طرح سارے بدن پر چھائی ہوئی ہے، سورج کی بیتابی نے رات کو سمٹنے پر مجبور کیا ہے، رات کی تاریکی صبح کی روشنی سے چھلنی ہو چکی ہے اور میں دن اور رات کے درمیان ایک ایسی ہوئی حقیقت ہوں، رات اپنا اثر چھوڑ گئی ہے۔ میں آج صبح بہت جلد بیدار ہوا تھا، معاف کیجئے میں سویا ہی کب تھا، دن کی روشنی نے اپنی آمد کا اعلان روشن دان کے شیشوں پر کیا ہے، میں نے ایک دم غنودگی کو جھٹک کر کہا: میں بیدار ہوں لیکن میں تو ایک مدت سے بیدار ہوں، نیند تو جسمانی عمل ہے، ان معانی میں میں کبھی نہیں سویا ہوں۔ میں بیدار ہوں اور بیداری کا شعور رکھتا ہوں۔ اور مجھے یہ بھی شعور ہے کہ میں بیداری کا شعور رکھتا ہوں۔

یہی شعور ہی میرا عذاب ہے جس سے میں نجات حاصل نہیں کر سکتا، اس ہزار پایہ عفریت نے میرے جسم و جان کو جکڑ لیا ہے، شاید کبھی کوئی کوئی شخص بھی ایسی صورت حال سے دوچار نہیں ہوا ہو گا کہ بیکار کی سوچ نے اس کی ہڈیوں کا برادہ بنا دیا ہو۔

علی الصبح جسمانی تقاضوں کی یلغار شروع ہو چکی ہے۔ جسم کیفین اور نکوٹین کی بے تحاشا طلب سے سسک رہا ہے، کبھی سوچتا ہوں کہ نیچے باورچی خانے میں جا کر خود ہی چائے بناؤں لیکن کسی انہونی سوچ نے قدم روک لئے ہیں، کتنے مہینے گذر چکے ہیں اور میں نے گھر کی کفالت نہیں کی اور نہ کسی سے پوچھا ہے کہ کسی چیز کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اب کس منہ سے جا کر چائے کا مطالبہ کروں؟ فی الحال چائے کی خواہش کا گلا گھونٹ دینا مناسب ہے اور نہار منہ سگریٹ پی کر سینے کی جلن میں اضافہ کرنا چاہیئے، اوہ سگریٹ کا پیکٹ تو رات ہی خالی ہو گیا تھا، سگرٹ اور چائے کی خواہش بتدریج بڑھتی جا رہی ہے، میں چائے کے بغیر تو صبر کر سکتا ہوں مگر سگرٹ کے بغیر رہنا محال ہے، سگرٹ میری شخصیت کا لازمی جزو بن چکا ہے، وہ لوگ جو سگرٹ نہیں پیتے وہ کس طرح سوچتے اور کام کرتے ہیں؟ کیا ہر چند منٹوں کے بعد ان کے بدن میں بے چینی نہیں رینگتی؟ مجھے ایک مرتبہ سکندر نے کہا تھا:

Scanned with CamScanner

تم سگرٹ پینا چھوڑ دو کیونکہ تمہارے دل کی دھڑکن تیز ہے اور ویسے بھی خون کی گردش میں بھی ابال ہے، میں نے حقارت سے اس کی بات کو درخور اعتنا نہ سمجھا تھا، پھر ایک دن اس نے متنبہ کیا: تمہیں کینسر ہو جائے گا۔ میں نے پوچھا: وہ کیا ہوتا ہے؟ اس نے غصے میں کہا: جب ہو گا پھر تمہیں پتہ چلے گا۔ سگرٹ پینا میرا داخلی مطالبہ ہے، صبح سے یہ خواہش مجھے اپنی جبریت کی لپیٹ میں لے آئی ہے اور میں اس کے ہاتھوں مجبور سے مجبور تر ہوتا جا رہا ہوں، میں نے اسی خواہش کی تکمیل میں تمام پتلونوں اور قمیصوں کی جیبیں ٹٹول لی ہیں لیکن کسی جیب سے ایک پیسہ بھی برآمد نہیں ہوا، اس سے بڑھ کر اور کیا بے بسی ہو سکتی ہے؟ یہ کیا ہوا؟ خواہش کی یلغار ایک دم ایسے پسپا ہونے لگی ہے جیسے ساحل کی طرف بھاگتا ہوا پانی آگے بڑھتا بڑھتا رک جائے، بدن کی بے چینی اور جبڑوں کا تشنج ڈھیلی رسی کی طرح کھلنے لگا ہے، میری خواہش کی سزا ختم ہو چکی ہے، میں طلب کی مجبوری سے آزاد ہوں، میں اب کبھی سگرٹ کی خواہش کے لئے بے چینی کا اظہار نہیں کروں گا۔ دن مکمل طور پر دہک چکا ہے، مجھے شیو کرنی ہے، منہ کے بال بوڑھے برگد کی جڑوں کی طرح پھیل گئے ہیں، کوئی دیکھے گا تو خواہ مخواہ طرح طرح کے سوال کرے گا، میں اس طرح اپنی پریشانی کا اظہار کرنا نہیں چاہتا کہ میں اپنے ہاتھوں بے دست و پا ہو چکا ہوں، میں نے اس سرعت کے ساتھ منہ پر صابن کی جھاگ بکھیر لی ہے کہ شیشے میں اپنا منہ دیکھ کر ہنسی آتی ہے، بالکل سانتا کروز کی شکل لگ رہی ہے۔ میرے کپڑے بھی کافی میلے ہو چکے ہیں، تبدیل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن مجھے کہاں جانا ہے؟ کالج میرے لئے ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے، ابھی تک اخبار بھی نہیں آیا کہ کسی ملازمت کا اشتہار دیکھ کر گھر سے باہر نکلنے کا کوئی جواز فراہم کر سکوں، میں کھسیانا ہو کر آرام کرسی پہ نیم دراز ہو گیا ہوں اور مجھے اپنی نام نہاد مصروفیت پر ہنسی بھی آ رہی ہے کہ میں نے مصروف رہنے کے لئے مصروفیت کا ڈھونگ رچایا ہوا ہے، میں غالباً خود

فریب سے کام لے رہا ہوں۔ اور میں تو بھول ہی گیا آج تو حفیظ نے آنا ہے، پرسوں میری عدم موجودگی میں گھر آیا تھا اور ایک نصیحت آمیز خط میرے نام چھوڑ گیا تھا، خط کے ایک حاشیے میں چند پوائنٹس لکھے ہوئے ہیں کہ ایک صنعتی ادارے میں پاکٹ یونین کا قیام کیوں ضروری ہے اور اس کے اغراض و مقاصد کیا ہونے چاہئیں ؟ حفیظ چاہتا ہے کہ میں اس یونین کا منشور لکھوں اور آج صبح نو بجے اس نے ڈرافٹ لینے آنا ہے، میں نے کاغذ پکڑ کر فوراً ابتدائیہ لکھنا شروع کیا ہے کہ آج کل کی طوائف الملوکی میں مزدور کے حقوق .... چند جملے لکھنے کے بعد ایک عجب طرح کی بیزاری نے دماغ کو جکڑ لیا ہے، ایک دم یہ سوال سوالیہ نشان بن گیا ہے کہ میں نے یہ ذمہ داری کیوں قبول کی ہے، جب کہ میرا تعلق مزدور طبقے سے نہیں ہے ؟ اور نہ میں ان کے مسائل سے آشنا ہوں، ہاں البتہ حفیظ نے اس تحریر کا کچھ معاوضہ دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن وہ مجھے اس کا کتنا معاوضہ دے سکتا ہے ؟ یہ کام میرے بس کا نہیں ہے، مجھے پہلے کسی گروہ میں شریک ہونا چاہیئے، اس کے بعد کسی قسم کی تحریری ذمہ داری قبول کرنا چاہیئے ! اُف میں نے بے دھیانی میں کیسے گستاخ خیالات کا اظہار کیا ہے، مجھ پر غلط طور پر شک نہیں کیا گیا ہے، آج کل مخبری زوروں پر ہے ہر شخص دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتا ہے تاہم اس دور میں حفیظ جیسے باضمیر شخص بھی موجود ہیں جنہوں نے ہر چیز کو ایک نظریے کی نظر کر دیا ہے، مجھے سکندر کے اس شبے پر قطعاً یقین نہیں آتا کہ حفیظ اپنے کنبے کی کفالت ڈبل کراسنگ کے ذریعے کر رہا ہے، مزدوروں اور مختلف انتظامیوں کے درمیان درمیانی وسیلہ بنا ہوا ہے، نہیں ایسا نہیں ہو سکتا، یہ درست ہے کہ آج کل جو کچھ دکھائی دے رہا ہے وہ حقیقت نہیں ہے، غیر حقیقت کو اصل حقیقت کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے اور زندگی ایک صوفیانہ تجربہ بن چکی ہے ! ..... یہ زوالِ سلطنتِ روم، فکرِ فردا و فکرِ حال نے راتوں کی نیند چھین لی ہے، اس خلفشار میں میری سلامتی کی سب دیواریں منہدم ہو چکی ہیں

اس ناامیدی میں خون کے رشتوں پر موہوم سا تکیہ کیا تھا وہ بھی . . . . . . کل سے ذہن زیادہ مغموم ہے۔ ہر مکان کی شخصیت مکینوں سے مرتب ہوتی ہے، ہر ایک مکان کو اپنے مخصوص طریقے سے استعمال کرتا ہے، جس مکان کا میں مکین ہوں کبھی اس کا ہر کمرہ آباد تھا۔ ابتدا میں تو یہ مکان بند رہتا کیونکہ وہ بسلسلہ ملازمت ہمیں اپنے ساتھ لئے ہوئے شہر شہر گھومتا رہا تھا۔ پنشن پانے کے بعد یہ گھر صحیح معانی میں آباد ہوا تھا اب یہ کشادہ مکان چار نفوس پر آباد ہے، کل ہی سے ایک اور کمرہ مقفل کر دیا گیا ہے۔ میں نے متعدد مرتبہ رشید کو سمجھانے کی کوشش کی کہ اس مرحلے پر اس کا اعلیٰ تعلیم کے لئے باہر جانا درست نہیں ہے۔ گھر کے ہر فرد نے تم سے بہت امیدیں لگائی ہوئی ہیں، تمہاری تعلیم کے لئے میں نے اور امجد نے کافی تکلیف اٹھائی ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ تم باہر مت جاؤ، بلکہ کچھ مہینے اور رک جاؤ، رضیہ بھی کافی بیمار ہے تمہاری موجودگی سے کافی مدد مل سکے گی۔ رشید نے بڑے بے دریغ طریقے سے جواباً کہا ہے: رضیہ کے علاج معالجے کے لئے شہر میں اور بھی بہت سے لوگ ہیں، یہ میرے مستقبل کا مسئلہ ہے۔ لیکن رشید یہ ہماری زیست کا مسئلہ ہے، چند دنوں میں تمہاری پریکٹس چمک اٹھے گی۔ آپ کس دنیا میں رہتے ہیں؟ پریکٹس کے لئے سرمائے کی ضرورت ہے اور ہم لوگوں کے پاس . . . . . . ہزاروں ڈاکٹر بیکار بیٹھے ہوئے ہیں، کوئی پوچھتا بھی نہیں ہے۔ رشید کے جانے کے بعد گھر میں خلا کی کیفیت اور بڑھ گئی ہے، گذشتہ رات ماں نے روتے ہوئے گذاری، کوثر پہلے سے زیادہ خاموش ہو گئی ہے اور رضیہ کو رشید کے جانے کا علم نہیں کیونکہ پچھلے چند دنوں سے وہ زیر علاج ہے، میں اسے وہاں بھیجنے کا مخالف تھا لیکن رشید کے مشورے سے داخل کرایا گیا تھا۔ رضیہ کا زندگی کے بارے میں باہوش رویہ ہے، اس کا اردگرد میں ہر طرح کے بند و سلاسل میں حواس کا کھونا بالکل منطقی ہے، دماغی شفاخانے کے مقیم ہوش مندوں کا تمسخر اڑاتے ہوں گے کہ ہوشمندوں نے انہیں دیوانہ سمجھ کر پابند کر دیا ہے، انہیں

دنیا ایک پاگل خانہ معلوم ہوتی ہوگی۔ کل شام میں جب رشید کو الوداع کہنے ائیرپورٹ پر نہ گیا تو ماں اور کوثر نے شدید احتجاج کیا۔ میں نے صرف اتنا کہا تھا: ہر کوئی قربانی دینے کا اہل نہیں ہے۔ کوثر نے قدرے تحمل سے جواب دیا تھا: بھائی جان، شاید آپ کو علم نہیں ہے کہ رشید کو ایک ہسپتال میں نوکری مل گئی ہے، وہ وہاں سے ہماری مدد کرے گا۔ شاید نہیں علم ہے کہ فریدہ کے باپ نے ہی اسے ٹکٹ لے کر دی ہے اور وہاں لندن میں شادی رچانے کا ایک منصوبہ بنایا گیا ہے۔ تم تو رشید کے خون کے پیاسے ہو سارا دن بیکار رہ کر تم بہن بھائیوں کے خلاف سوچتے رہتے ہو۔ میں یہ سنتے ہی سناٹے میں آگیا تھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنے کمرے میں آکر دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر دماغ کی ساری رگوں کو بھینچنے لگا تھا۔ ہمیشہ اور ہر معاملہ میں مجھے مجرم کیوں بنایا جاتا ہے؟ مجھے ہر جگہ نہ کردہ عوامل کی ذمہ داری قبول کرنا ہے اور کچھ نہ کئے بغیر بھی مجھے ہمیشہ یہی احساس رہتا ہے کہ مجھے یہ نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ مجھے اپنی ماں اور بہن بھائیوں سے کوئی کد نہیں اور ان کے ساتھ کوئی ایسی محبت بھی نہیں ہے، میرا اور ان کا رشتۂ تزاحم کا ہے کیونکہ میرے نزدیک ہر شخص کو اپنی زندگی کو اپنی مرضی کے مطابق گذارنے کا حق حاصل ہے، مجبوری اور حالات کا تشدد انسانی طبیعت کی تمام صلاحیتوں کو ختم کر دیتا ہے۔ رضیہ اپنی نام نہاد بیماری کے ہاتھوں پریشان ہے کوثر ان تمام حالات کی اسیر ہے جن سے وہ اپنی تمام کوششوں کے باوجود باہر نہیں نکل سکتی، مجھے یاد ہے کہ وہ جب سکول میں پڑھتی تھی اس کے طرح طرح کے منصوبے تھے مگر وقت اس تیزی سے گذرا کہ اس کا کوئی منصوبہ کامیاب نہیں ہو سکا، انسانی زندگی منصوبوں کی تعمیر اور ان کی تکمیل کا درمیانی سفر ہے۔ بچپن میں وہ گھر کے ہر فرد کی طرح اس کی سختی کے نیچے دبی رہی تھی، حالات کے پیش نظر ہر ایک نے اس کی اعلیٰ تعلیم کی مخالفت کی تھی مگر میں نے اس کی حمایت کے بعد اس کی کفالت کی ذمہ داری لی تھی۔ کوثر کو اس کے برعکس یہی احساس غالب رہا

کہ سب اس کو کچلنے پر تلے ہوئے ہیں، اس کی وفات کے بعد اس کا ہر ایک سے رویہ بدل گیا تھا۔ وہ بیشتر وقت مطالعہ میں صرف کرتی، ماں اس کو گھر کے کام سرانجام نہ دینے پر کوستی تو وہ کوئی جواب دیئے بغیر مطالعے میں مصروف رہتی، اس کے برعکس رضیہ اپنی بیماری کے باوجود ماں کا ہاتھ بٹاتی ہے۔ اس آفت سے قبل میں نے زندگی کو اتنی اہمیت نہیں دی تھی، اوہ، میں صبح صبح کس بحث میں الجھ گیا ہوں۔ اب تو ناشتے کا وقت ہو چکا ہے اور ابھی تک کوثر کمرے میں میرا ناشتہ نہیں لائی، چلو آج بھوک سے دست بردار ہو جانا بہتر ہے۔

میں اپنے مکان سے باہر کھڑا صبح کے آغاز سے لطف اندوز ہو رہا ہوں، ننھے منے، سفید اور میلے کپڑوں میں ملبوس بچے، ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے بچے، خاکی اور نیلی وردیاں پہنے ہوئے بچے، پڑھنے جا رہے ہیں، میں انہیں سکول جانے سے نہیں روک سکتا، میں بہتے ہوئے وقت کو نہیں روک سکتا، میں ان بچوں کو کس طرح ان کے تاریک مستقبل سے مطلع کروں کہ وہ آبادی کے غیر معمولی پھیلاؤ کے مظہر ہیں: تمہارے ہاتھوں کے لئے کام نہیں ہے، تمہارے شکموں کے لئے صرف قحط اور خیراتی گندم ہے جس کے کھانے سے توانائی کی بجائے بھوک کا احساس قوی ہوتا ہے، جاؤ اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاؤ، سکولوں کے مدرس سکولوں میں صرف تنخواہ لینے آتے ہیں، ان کے شکم اور ذہن دونوں خالی ہیں، جاؤ، اپنے والدین سے اپنی وجہ تولید پوچھو کہ تم ذاتی تلذذ کا نتیجہ ہو یا تمہاری ضرورت کو محسوس کیا گیا تھا...... بچو پیارے بچو! علم میں کوئی برکت نہیں ہے یہ نہ حقیقت کا روپ دکھاتا ہے اور نہ زندگی کرنے کا فن سکھاتا ہے انہیں بتانا کہ میں بھی کبھی...... اے بچو تم اس زمین پر بوجھ ہو، مالتھس کی تھیوری باطل ہے، اب جنگ نہیں ہو گی، اب زلزلے نہیں آئیں گے، تمہاری تعداد بڑھتی جائے گی اور بڑھاپے کے وقت تمہارے وجود سے تمہارے والدین پریشان ہوں گے اور اپنے

آپ کو نادم پائیں گے کہ انہوں نے چند ساعتوں کی مسرت کے لئے ایسے جسموں کو جنم دیا جو محض پریشانی کا موجب ہیں۔

کچھ دیر کے بعد سڑک پھر ویران ہو گئی ہے، بالکل ایسے ویران ہے جیسے کبھی آباد نہیں تھی۔ میں اپنے مکان کے باہر بے مقصد کھڑا باہر آنے جانے والے کو دیکھ رہا ہوں، خلاف توقع مکان کے اندر سے ماں اور کوثر کے جھگڑے کی آواز آ رہی ہے: امی آج میرے داخلے کی آخری تاریخ ہے۔ میں کیا کروں، میرے پاس پھوٹی کوڑی نہیں ہے گھر کا سارا خرچہ ادھار پر چل رہا ہے۔ کسی سے لے دیں میں ادا کر دوں گی۔ میں کہاں سے لے دوں جس نے تمہارے پڑھانے کی حامی بھری ہے وہ باہر کھڑا ہے اس سے تقاضا کرو، اس گفتگو کے بعد مکمل خاموشی چھا گئی ہے اور کچھ دیر کے بعد کوثر چند کتابیں اٹھائے ہوئے کالج جانے کے لئے باہر نکلی ہے: کوثر بات سنو، تمہیں داخلے کے لئے کتنے پیسے چاہیئے ہیں؟ جی۔ نہیں، ہاں ہاں بتاؤ میں بندوبست کر دوں گا۔ نوے روپے۔ اچھا تم گھر بارہ بجے آکر لے جانا۔ کوثر میری بات کا جواب دیئے بغیر چلی گئی ہے۔ میں کالج داخلہ جمع کرانے جا سکتا ہوں لیکن اس کالج میں نہیں کیونکہ اس کالج میں کوثر نفسیات کا ایم اے کر رہی ہے جس میں کبھی میں پڑھایا کرتا تھا، کس منہ سے وہاں جاؤں؟ کوثر کے جانے کے بعد معاً مجھے خیال آیا ہے کہ میں نے کوثر کا داخلہ جمع کرانے کی حامی تو بھر لی ہے لیکن ادائیگی کہاں سے کروں گا؟ ذہن نے ایک دم ساتھ چھوڑ دیا ہے اور نگاہ ایک دم اپنی کلائی پر بندھی سنہری گھڑی کی طرف اٹھی ہے، پل بھر کے لئے دل نے ملامت کی کہ جذبات کے معاملے میں میں بڑا مطلبی اور سفاک ہوں، پچھلے سال نزہت نے میری سالگرہ پر اس قیمتی گھڑی کا تحفہ دیا تھا اور میں نے کسی قدر تامل کے بعد اسے قبول کر لیا تھا۔ ابھی ساڑھے آٹھ بجے ہیں میں دس بجے کے قریب بازار جاؤں گا، میرے دل میں نزہت کی کوئی یاد نہیں ہے۔ میں وقت کی رفتار کو کیا کروں، میری بلا سے سورج چڑھے یا غروب ہو، میرے لئے

وقت کی اہمیت نہیں ہے، میں مصروفیت کے قید و بند سے آزاد ہوں، ایک بات ہے کہیں دکان دار کو یہ شک نہ گذرے کہ میں گھڑی کیوں فروخت کر رہا ہوں؟ میں اسے کیا جواب دوں گا؟ اسے ہرگز یقین نہ آئے گا اور نہ ہی میرے پاس اس کی رسید ہے، کہیں اسے سرقہ سمجھ کر مجھے پولیس کے حوالے نہ کر دے؟ ابھی سے میرے رونگٹوں میں پسینہ آنے لگا ہے، میں نے کبھی کوئی چیز فروخت نہیں کی ہے، بازار ہمیشہ خریدنے ہی گیا ہوں، اُف کس مصیبت میں گرفتار ہوں، کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مجھے اس بے بسی کا منہ دیکھنا ہے! کیا حال ہے پروفیسر؟ کون ہو تم؟ میں، احمد۔ اوہ تم، مدتوں کے بعد شکل دکھائی ہے؟

"دیکھ لو زمانہ بدل گیا ہے کہ چار سال تک ایک ہی سکول میں پڑھے اور ایک مدت سے ایک ہی محلے میں رہ رہے ہیں مگر مدتوں سے ملاقات نہیں ہوئی، بس بھئی احمد زمانے کا چلن ہی یہی ہے، تم صبح صبح کدھر جا رہے ہو؟ دھندے پر اور کہاں، پروفیسر تم نے تو ملنا ہی ترک کر دیا ہے، بڑے آدمی ہو، منشیوں سے کون ملتا ہے۔ نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے، کاروبار کا کیا حال ہے؟ خدا کا فضل ہے دال روٹی چل رہی ہے، پروفیسر تم کچھ پریشان نظر آ رہے ہو؟ نہیں تو، بس کئی دنوں سے بخار آ رہا ہے۔ پروفیسر ہاں جھجک کیوں رہے ہو؟ پوچھو، میں سمجھ گیا ہوں، میں واقعی بے روزگار ہوں۔ بڑے افسوس کی بات ہے، فکر مت کرو اللہ رازق ہے کسی پر کبھی رزق کا دروازہ بند نہیں ہوا۔

میں بھی سم سم کا ورد کر رہا ہوں کہ در کھل جائے ہاہاہا۔ یار پروفیسر، ہے تو تمہارا ذاتی معاملہ لیکن . . . . ایک دو محلے دار کچھ دنوں سے چہ میگوئیاں کر رہے ہیں! انہیں کرنے دو، کس بات پر؟ اور ایک دو دفعہ میں نے بھی خود دیکھا ہے، رات کے وقت تمہارے گھر سے کچھ فاصلے پر ایک موٹر رکتی ہے اور کوئی نامعلوم شخص گھر کے باہر

Scanned with CamScanner

مشکوک طریقے سے گھومتا ہے۔ میری نگرانی کی جا رہی ہے، میں مشکوک شخص ہوں۔
نہیں پروفیسر، سمجھنے کی کوشش کرو۔ احمد تمہارے وکیل صاحب کا نام کیا ہے؟
خواجہ علم دین، گلبرگ میں رہتے ہیں بڑے کاریگر ہیں، ان کا سارا کام میرے اشاروں پر چلتا ہے۔ تم تو کافی پیسے بنا لیتے ہو گے؟ یار بس اللہ کی دین ہے دس سال میں دو مکان بنا لئے ہیں، دال روٹی چلتی ہے۔ ہم نے تو یار پڑھ لکھ کر گنوا یا، سنو میں بارہ جماعت فیل ہوں سارا فوجداری اور دیوانی قانون حفظ ہے، تعلیم کو کون پوچھتا ہے۔ تم بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ پھر تو تم بڑے زبردست آدمی ہو، پروفیسر یہ خواجہ صاحب تو نام کے وکیل ہیں سارا کام میرے ہاتھ میں ہے دراصل میں نے انہیں وکیل کے طور پر ملازم رکھا ہوا ہے، سارا کام میں ہی کھینچ کر لاتا ہوں خواجہ صاحب تو صرف پیش ہوتے ہیں، باقی ہر چیز کی طنابیں میرے ہاتھ میں ہوتی ہیں، پروفیسر تم اب برنس کیوں نہیں کرتے ہیں ہاہا..... برنس، کس چیز سے؟ شاید میں تمہاری کچھ مدد کر سکتا ہوں۔ نہیں شکریہ!
واہ، اس میں شکریے کی کون سی بات ہے انسان انسان کے کام آتا ہے لیکن تم میری مدد کیوں کرنا چاہتے ہو؟ تمہارے اور میرے کبھی اتنے گہرے تعلقات نہیں رہے! کچھ بھی ہے ہم نے سکول کے زمانے میں چند سال اچھا وقت گذرا ہے اور اس کے علاوہ تم میرے محلے دار بھی ہو، مجھے احساس ہے کہ تم میرے پیشے کی وجہ سے مجھے حقیر سمجھتے رہے ہو۔ نہیں ہرگز نہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ چھوٹا منہ بڑی بات، تم چاہو تو میرے ساتھ شریک ہو سکتے ہو، آج کل ہمارا کام کافی بڑھ گیا ہے، خواجہ صاحب ایک ٹاؤٹ نما منشی رکھنا چاہتے ہیں میں نے انہیں صاف کہہ دیا ہے کہ اگر کسی اور کو رکھا تو میں ساری پریکٹس الٹ دوں گا، پروفیسر تم ڈرافٹنگ وغیرہ کر سکتے ہو نا؟ کیا؟ یعنی میں بھی تمہارے ساتھ منشی گیری کروں؟ لوگ کیا کہیں..... نہیں میرا مطلب ہے کہ میرے کام کی نوعیت کیا ہوگی اور مجھے اس کا کیا معاوضہ ملے گا؟ ہاہا..... میں تمہاری حقارت اور الجھن

Scanned with CamScanner

کو سمجھتا ہوں، دیکھ پروفیسر کوئی کام ذلیل نہیں ہوتا، تم جس کام کو باعزت سمجھتے تھے اس نے تمہیں قبول نہیں کیا ہے لیکن میرے کام کی نوعیت کیا ہو گی؟ . . . . یہ صفیہ راز میں رہے گی ہی ہی ہی . . . . . . اچھا مجھے دیر ہو رہی ہے، تم مجھے فیصلہ کر کے بتانا کہ تمہیں یہ آفر قابل قبول ہے یا نہیں . . . . خدا حافظ . . . آج شام دیکھنا کہ کون تمہارے گھر کی نگرانی کر رہا ہے؟ گلگلا سا چھوٹا موٹا احمد اپنی شیطانی سوچ کے دھاگے بکھیر گیا ہے، رات کو کون ہو سکتا ہے؟ . . . . نہیں مجھے مداخلت کا کوئی حق نہیں لیکن وہ کوئی غلط قدم نہ اٹھا لے، نہیں، کوئی بھی نہیں ہے۔ مجھے نگرانی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں خود زیر نگرانی ہوں، ہو سکتا ہے وہ کسی اور روپ میں میری حرکات وسکنات کا جائزہ لینا چاہتے ہوں، میرے گھر کا کوئی فرد میرے خلاف اطلاع نہیں دے گا لیکن آج کل میں تو کچھ بھی نہیں کر رہا اور کچھ نہ کرنے پر بھی نگرانی ضروری ہوتی ہے، انہیں چاہیئے کہ میرے سر کے گرد آہنی خول چڑھا کر اسے مقفل کر دیں . . . . . احمد نے جو آفر دی ہے نہ جانے اس میں کوئی سنجیدگی بھی ہے؟ کیونکہ دلاسے دینے والے تو لاکھوں ہیں لیکن ایفا کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ لوگ کیا سوچیں گے کہ میں لیکچرار سے ایک منشی بن گیا ہوں؟ لوگوں نے مجھے کیا دیا ہے؟ تمسخر اور ملاقات سے گریز! میرا ملاقاتی بوجہ ملاقات مشکوک قرار دیا جا سکتا ہے۔ چلو، میں نے لوگوں کو رد کر دیا ہے لیکن میں اپنی تمام ذہنی اور تربیتی ساخت کو رد کر کے چوروں اور بدمعاشوں کی جیبوں سے رزق چھین سکتا ہوں؟ کیوں نہیں، چور اور شریف کی حد فاصل مٹ چکی ہے، فی زمانہ کون دیانت دار ہے؟ میں کن اخلاقی ضابطوں میں الجھا ہوں، مجھے جلد از جلد فیصلہ کرنا چاہیئے کیونکہ اب زندہ رہنے کے تمام وسائل ختم ہو چکے ہیں، رضیہ کئی دنوں سے کس مپرسی کے عالم میں ہسپتال میں ہے، قرض پر گھر کا سودا سلف آتے دو ماہ سے زائد ہو چکے ہیں، رشید اور راجد نے ایک دھیلہ تک نہیں بھیجا، میں بیکار ہوں، گھر میں کوئی قابل فروخت

Scanned with CamScanner

چیز نہیں ہے جس کے سہارے کچھ دن اور چل سکیں، رشتہ دار اور عزیز دوسرے شہر میں ہیں اور اگر اس شہر میں ہوں بھی تو ان سے امداد لینا ویسے بھی ہتک ہے، میری انا کا کیا ہے ؟ کسی نے اس کو دیکھا تک نہیں اور یہ بالکل ذاتی سے چیز ہے، اسے ہر حالت میں مسمار ہونا چاہیئے، کسی کام میں کوئی عار نہیں ہونا چاہیئے، میں نے تمام دکھوں اور ذلتوں کے باوجود زندگی کے حق میں فیصلہ صادر کیا ہے۔ شہر بہت مصروف ہے اس کا حافظہ محو ہو چکا ہے، کسی کو کیا خبر کہ میں کیا کر رہا ہوں ویسے بھی میں کافی گمنام شخص ہوں۔۔ اب دکانیں کھل چکی ہوں گی۔ میں نے اب آخری مرتبہ اپنی گھڑی پر وقت دیکھا ہے، کلائی کا نشان جلد محو ہو جائے گا۔

آج اکتوبر کی کوئی تاریخ ہے، صبح سے بادل اور تیز ہوا کا رقص ہے، بند کمرے میں تیز ہوا کی آواز بڑی دہلانے والی ہے، جب ذہن میں کوئی یاد ہو تو یہی آواز تخیل کو نہ جانے کہاں سے کہاں لے جاتی ہے اور جب ذہن میں مایوسی کا خلا ہو تو یہی تیز ہوا سارے بدن میں خوف کی لہر رواں کرتی ہے۔ اکتوبر کی یہ ہوا بڑی پریشان کن ہے، دل میں گھٹن، ذہن میں پژمردگی اور بدن میں تشنج ۔۔۔۔۔ صرف تنفس کا زیر و بم، زندگی اور موت میں حد فاصل، میں سارا ہفتہ اپنے کمرے میں چھپا رہا ہوں، زیر زمین ہوں، بہت کچھ بیت چکا ہے زمانہ تیزی سے واقعات کو اپنی لپیٹ میں لئے آگے بڑھ رہا ہے، غالباً سکے بدل گئے ہیں، زمانہ میرے لئے نورمبرگ کا مقدمہ ہے اور میں اپنے ناکردہ جرائم کے خوف سے بچنے کے لئے کمرے میں ہوں۔ میں بذات خود عہد حاضر کی چھپی ہوئی حقیقت ہوں، نہیں میں کسی کے خوف سے نہیں ہوں بلکہ زمانہ میرا متحمل نہیں ہو سکتا۔ میں دراصل اعتکاف میں ہوں، اپنے لئے چلہ کاٹ رہا ہوں۔ کون چیخ چیخ کر مجھے میری تنہائی سے بیدار کر رہا ہے، یہ بدبخت اخبار فروش ہے جو گذشتہ دو ماہ کے بل کا تقاضا کر رہا ہے، جواب میں گھر کا

ہر شخص خاموش ہے، کسی کے پاس کوئی جواب ہو تو دے، وہ بد لحاظی پر اتر آیا ہے کہ آج سے اخبار بند! اوہ، اس کا مطلب ہے کہ میرا خارجی دنیا سے رابطہ کٹنے والا ہے، لیکن اخبار تو خود گونگے بہرے ہیں مجھے باہر کی خبر کیا دیں گے! میرے لئے باہر کی دنیا کا چراغ گل ہو چکا ہے! میں صرف اپنے الجھادے میں اتنا الجھ چکا ہوں کہ کچھ اور سجھائی نہیں دیتا۔ مجھے اخبار سے صرف اتنی دلچسپی تھی کہ اس میں ملازمتوں کے اشتہاروں کا مطالعہ مصروفیت کا باعث تھا، شہر میں ہڑتالوں کا سلسلہ جاری ہے، میرے گھر میں بھی آج دھوبی، ملازم اور پنساری نے ہڑتال کر دی ہے، اور میں غاصبوں کی طرح ہر ایک کے واجبات دبائے بیٹھا ہوں۔ مجھے صبح صبح ان کی بلند بانگی بہت بری لگی لیکن بصورت مجبوری خاموش رہا۔ اوہ، اس کمرے کا پیٹ کتابوں سے پھولا ہوا ہے، کم و بیش ۵۰۰ کتابیں ہوں گی، مجھے بچپن سے ہی کتابیں خریدنے کا بہت شوق رہا ہے جو جیب خرچ ملتا انہیں کتابوں کی نذر کر دیتا، دیکھتے دیکھتے کافی کتابیں اکٹھی ہو گئی ہیں، میں نے تمام کی تمام کتابیں پڑھی ہوئی ہیں، اب تو محض انہیں دیکھتا ہوں، سب کتابیں ایک ہی کتاب کی شرح ہیں، خواہ مخواہ ان کتابوں نے جگہ گھیری ہوئی ہے، سیکنڈ ہینڈ کے کم سے کم ۸ آنے تو مل جائیں گے اس اعتبار سے میرے پاس کم و بیش ۲۵۰ روپے جمع ہو سکتے ہیں، دراصل نئی زندگی شروع کرنے کے لئے مجھے تمام پرانی چیزوں سے نجات حاصل کرنا چاہیئے، شکر ہے وہ گھڑی مجھ سے رخصت ہو چکی جس کا وجود خواہ مخواہ میرے ذہن کو رومان اور تصور کی طرف لے جاتا ہے اور میں ایسے خواب دیکھنے لگتا ہوں، جن کے دیکھنے کا مجھے حق نہیں ہے!

آج اتوار کا دن ہے اور میں کسی قدر سکون محسوس کر رہا ہوں، آج کوئی کام نہیں ہے، میں بالکل فارغ البال ہوں، لیکن اتوار کو آرام کرنا پرانی عادت ہے، صبح تقاضا کرنے والوں نے کسی قدر پریشان کیا تھا مگر کچھ دیر بعد طبیعت سنبھل گئی تھی، اب میں

Scanned with CamScanner

خفت اٹھانے میں کافی ماہر ہو چکا ہوں! ورنہ اتوار کے تصور سے اعضا کا تناؤ کسی قدر کم ہو گیا ہے۔ اتوار کے دن میری روٹین ذرا مختلف ہوتی تھی۔ صبح کے وقت بستر ہی میں شیو اور ناشتا کرنا پھر کافی دیر تک بستر میں لوٹتے رہنا، ایک نادیدہ زمانے کی فتوحات کے کچھ دیر کے لئے خواب دیکھنا اور پھر ایک دم بستر سے کود کر فرش پر کھڑے ہو کر بھرپور جمائیاں لینا، جلدی جلدی تیار ہو کر کوئی ناول بغل میں داب کر ریستوراں کی راہ لینا، اور ریستوراں میں اپنی مخصوص جگہ پر جائے کے ساتھ ناول کا لطف اٹھانا۔۔۔ کیسی بچگانہ روٹین تھی۔۔۔۔ کتابیں، کتابیں حقیقت سے فرار! میں نے ساری کتابیں دو ڈھیروں میں تقسیم کر کے ایک چادر میں باندھ لی ہیں، شیلف کتنے ننگے اور بوڑھے نظر آ رہے ہیں، کمرے کی دیواروں میں بھی دراڑیں پڑنے لگی ہیں، میری طرح اس کا زوال شروع ہو چکا ہے، وقت کمینہ خصلت کسی سے رعایت نہیں برتتا، ایک ہی وقت میں بچے اور بوڑھے کا روپ دھارے ہوئے ہے، بچے کے لئے درخشندہ مستقبل کا امین ہے اور بوڑھے کے لئے گریزپائی کا صدمہ ہے، ایک ہی تسلسل میں بڑھاپے اور بچپنے کا تضاد۔۔۔۔ گریزپائی اور بے بسی میرے عضو عضو کو توڑ رہی ہے، میں اپنے آپ کو اس لئے زیادہ اہمیت نہیں دیتا ہوں کہ میرے اردگرد میں مجھے اور کوئی اہمیت نہیں دیتا بلکہ اس لئے کہ میں کائنات کے ادراک کا ایک حوالہ ہوں، اس کو نئی جہت سے منکشف کر رہا ہوں، اگر میں نہیں ہوں تو یہ دشت و دمن، یہ لہلہاتے کھیت، شہر اور بستیاں نہ ہونے کے برابر ہیں، یہ نہیں کہ میرے نہ ہونے سے ان کا وجود ختم ہو جائے گا بلکہ میری اور ان کی معنویت ایک دوسرے کے لئے منہدم ہو جائے گی۔ یہ سب موجود ہیں کہ میں انہیں دیکھتا ہوں۔۔۔۔ اوہ تم کوثر! کیا بات ہے؟ مجھے کوئی ملنے آیا ہے؟ تم نے میری باتیں سن لی ہیں؟ ہی ہی ہی۔۔۔۔ اس میں ہنسنے کی کون سی بات ہے؟ کچھ نہیں بھائی جان میں آپ کے خط دینے آئی تھی، میز پر رکھ دو، رضیہ سے ملنے۔۔۔۔ جی وہ کل ڈسچارج

ہو رہی ہے۔ اسے چند دن اور ہسپتال میں رہنے دینا چاہیے، کیوں؟ ڈاکٹر کے مطابق اس کی دماغی حالت پہلے سے بہت بہتر ہے، میرا مطلب ہے کہ اُسے اچھے ماحول اور خوراک کی ضرورت ہے اور یہ دونوں چیزیں اس گھر میں نہیں ہیں، ویسے بھی . . .

آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ کوثر کسی قدر غصیلے لہجے میں یہ احتجاج کر کے کمرے سے باہر نکل گئی ہے۔ رضیہ کی کل گھر واپسی ہے مجھے خوش ہونا چاہیئے کہ وہ پہلے سے بہتر ہے لیکن میں کتنا کمینہ ہوں اس کی آمد کو بوجھ سمجھ رہا ہوں، وہ بھی میری ذمہ داری ہے، میں بے بس کبوتر کی طرح دنیا کے حقائق سے منہ نہیں موڑ سکتا، مجھے ہر مصیبت کو مقدر سمجھ کر سینہ سپر ہونا چاہیئے، مانتا ہوں کہ مسلسل ناامیدی ہر امید کی قسمت ہے، قسمت سے میری مراد ہر وہ واقعہ ہے جو فرد کے دائرہ اختیار سے باہر ہے، جس کی تاثیر کی قبولیت ناگزیر ہے مگر جسے متاثر نہیں کیا جا سکتا، ایک صورت حال میں میری حیثیت مقتول کی ہے اور دوسری طرف میں رضیہ کا قاتل ہوں، میری رگ رگ میں قاتل اور مقتول دونوں کا درد سمایا ہوا ہے، مجھے درحقیقت اپنے ہر فعل کا جواب دینا ہے، عجب اتفاق ہے کہ مجھ سے دوسروں کے عوامل کا جواب بھی مانگا جا رہا ہے، اس میں میرا کیا قصور ہے کہ رضیہ ضعیف العقل ہے اور پیدائشی مرگی کا روگ ساتھ لئے ہوئے ہے؟ اُف میں اس کا قاتل نہیں ہوں میں نے صرف اس حقیقت کا اعتراف کیا تھا لیکن ہر حقیقت کا اظہار اور اقرار اتنا تلخ کیوں ہے؟ . . . .

آج میری ڈاک کافی زیادہ معلوم ہوتی ہے، تین خط اور ایک اخبار . . .

اور آخری اخبار کل سے لائبریری جانا پڑے گا، بھاڑ میں جائے دنیا اور سیاست، میں گونگی بہری دنیا میں رہنا زیادہ بہتر سمجھتا ہوں، اخبار سے دنیا کی خبر تو ملتی ہے لیکن اپنی خبر نہیں ملتی۔ یہ جہازی سائز کا لفافہ؟ کوئی بدبخت مجھے مدعو کرنا چاہتا ہے؟ نزہت کی شادی! وزارت خارجہ؟ نہیں بزنس مین . . . . انقلاب، الیشمین، اور عمومی فلاح

پیٹی بورژوا ۔ ۔ ۔ اقتدار اور تمول ۔ ۔ ۔ مجھے کراہت آتی ہے میں نے یہ باب ہمیشہ کے لئے بند کر دیا ہے، ذہن کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ آئندہ اس سوچ سے اجتناب کرے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دوسرا خط: بینک کی طرف سے نوٹس: دس ہزار، جمع سود در سود، قانونی چارہ جوئی، غالباً امجد نے گذشتہ تین چار مہینوں سے قسط دینا بند کر دی ہے ۔ ۔ ۔ تیسرا خط: ڈیئر ۔ ۔ ۔ امجد کے خط کا جواب ملنے پر تمہیں خط لکھنا ضروری سمجھتا ہوں! اباجان کی وفات کے بعد مجھے اپنی مصروفیت کی وجہ سے بہت سے مسائل طے کرنے کا موقعہ نہیں ملا میں کویت سے ہمیشہ کے لئے پاکستان آ گیا ہوں اور چند دنوں کے بعد یہاں آؤں گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تمہارا بھائی رحیم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اوہ مصیبتوں کی تثلیث نے مجھے پھر آ گھیرا ہے ۔ ۔ ۔ میں سوچتا تھا کہ یوں میری تمام مصیبتیں محض واہمے ہیں اور میں فریب نظر میں مبتلا ہوں، آج اس کا بطلان ہو چکا ہے، اب سر چھپانے کا مسئلہ درپیش ہے کہ اس کے بعد کیا ہو گا؟ مکان پر میرا تصرف بیجا نہیں ہے، میں تو صرف ایک کمرے میں رہتا ہوں، یہ اس مکان کے مکینوں کو بے دخل کرنے کی سازش ہے اس میں امجد اور رحیم برابر کے شریک ہیں، نہیں، اس میں بینک بھی برابر کا شریک ہے۔ اب اس مکان کو خالی ہی کرنا ہو گا، نیلی چھت کے نیچے آوارہ گردی کے بعد کھلے میدان میں سونے میں لذت ہو گی، کوئی پوچھنے والا نہیں ہو گا۔۔ نہیں، نہیں۔ میں یہ گھر کبھی خالی نہیں کروں گا، یہ میری عافیت پر حملہ ہے، مجھے بے گھر خانہ بدوش بنانے کی سازش ہے کہ موسموں کی سختیوں سے میری ہڈیاں چٹخ جائیں، میری بے بسی اب مجھے تقویت دے رہی ہے، میں بے بس ہو کر ہتھیار نہیں ڈالوں گا۔ میں مکان کا نچلا حصہ کرائے پر دے دوں گا، بینک کی قسطیں ادا کر دوں گا، امجد اور رحیم کے خلاف دیوانی عدالت میں دعویٰ دائر کر دوں گا ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے اپنے آپ کو مسلح کر لیا ہے!

آج کا اخبار حسب دستور بے مزہ ہے، کوئی چونکا دینے والی خبر کہیں نظر نہیں آ

Scanned with CamScanner

رہی، غیر اہم خبروں کو خواہ مخواہ اہم بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ اخبار کے کونے کھدروں میں ہڑتالوں، جلوسوں اور تالابندیوں کا نہایت ہی غیر اہم طریقے سے تذکرہ کیا گیا ہے۔ زرد صحافت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ اخبار والے بھی تو اسی معاشرے کی پیداوار ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(نمائندہ خصوصی کے قلم سے) کل لیبر لیڈر حفیظ ملک کو چند نامعلوم افراد نے قتل کر دیا، ابھی تک قاتل لاپتہ ہیں، خیال ہے کہ ملک حفیظ کا قتل کسی سازش کا نتیجہ ہے۔ مقتول کی جیب سے ایک خط ملا ہے جس میں نامعلوم افراد نے مقتول کو رات کو بارہ بجے ریلوے پل کے نیچے کسی میٹنگ کے لئے مدعو کیا تھا۔ قریبی حلقوں کا قیاس ہے کہ قتل میں کسی مخالف ٹریڈ یونین کا ہاتھ ہے۔ قاتلوں کی تلاش ابھی تک جاری ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اُف، اس نے چند دن پہلے میرے گھر آنا تھا لیکن میں اس کا انتظار کرتا رہا تھا، وہ نہیں آیا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ سکندر کا شک درست نکلا ہے، میں حفیظ کے اس روپ کے بارے میں سوچ تک نہیں سکتا تھا، اس کا نظریاتی جوش اتنا شدید تھا کہ کبھی گمان تک نہیں گذر سکتا تھا کہ حفیظ وہ نہیں ہے جو نظر آ رہا ہے۔ اوہ! ہر ظاہرہ حقیقت مسخ ہو چکی ہے ۔ ۔ ۔ حفیظ ایک پوز تھا، سکندر ایک پوز ہے۔ میں خود ایک پوز ہوں، ہم سب حقیقت کی مسخ شدہ شکلیں ہیں، اب اپنے پر اعتبار نہیں رہا کہ جو کچھ کر رہے ہیں کیوں کر رہے ہیں! کون سی قوت کچھ کرنے پر اکسا رہی ہے؟ یہ ایک بین الاقوامی سازش ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہیں ایک مابعد الطبیعاتی سازش ہے!

آج وہ سب کچھ جو کمزوری کی صورت میں میرے اندر حائل تھا منہدم ہو چکا ہے۔ میں نے بہت سہا ہے، اب مجھے حملہ کرنا ہے۔ انتقام میرے حملہ کی پشت پناہی کر رہا ہے، اس کی برش میں تیزی پیدا ہو چکی ہے۔ میں قد آدم آئینہ کے سامنے اپنی نقلیب کا اعلان کر رہا ہوں، اپنے عکس یعنی آئینے کے سامنے اعلان کرتا ہوں، اس کی سرمئی دیواروں میں سے میری شبیہہ کے مختلف زاویے باہر نکل کر میری صورت میں مجتمع ہو رہے ہیں۔ اصل

Scanned with CamScanner

وجود آئینہ ہے اور میں اس کا عکس ہوں، اس کی سیمابی سطح پر میرے سانس کی رطوبت جم چکی ہے۔ بادلوں کی سرمئی آئینے کی سنسان دیواروں پر پھیل رہی ہے . . . میری تبدیلی پر کون ہنس رہا ہے؟ اندھے ہو دیکھتے نہیں ہو میں نے انسان کا اصل روپ دھار لیا ہے، میرے دانت خون آلودہ ہیں، ماضی کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے میں نے اُسے طلاق دے دی ہے، میں اس رؤیا سے بیدار ہو چکا ہوں جس نے مجھے یہ بشارت دی تھی کہ میرے لمس سے ہر چیز سونے میں تبدیل ہو جائے گی، میرے لمس سے بدن کی رگوں میں دوڑتا لہو سنہرا پانی بن جائے گا، اور میں ساری کائنات کے پراسرار خزانوں کو اپنے بدن میں محفوظ کئے ان سارے لوگوں کا تمسخر اڑاؤں گا جنہوں نے میرا رزق چھینا، میرے اندر چھپی خباثت کو بیدار کیا، اور میں نے اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ میں اپنے آپ کو تصور میں بھی نہیں لا سکتا تھا، میں انتہا کو پہنچ چکا ہوں۔ میری مجبوری خودمختاری میں تبدیل ہو چکی ہے۔ اب احتیاط کی ضرورت ہے، میں یہ راز اپنے آپ کو بھی نہیں بتاؤں گا۔ اب کوئی اخلاقی ضابطہ مجھے حراست میں نہیں لے سکتا، کیونکہ میرے پاس اس تقلیب کا جواز موجود ہے۔ تمہیں چند دنوں کے بعد اس تقلیب پر حیرت ہو گی! پھر تمہاری حیرت احمقانہ ہنسی میں تبدیل ہو جائے گی اور تم اتنا ہنسو گے کہ حلقوم کی ساری رگیں خشک ہو جائیں گی، میں بے برکتی کے دور کا معجزہ ہوں، تم میری قوت کا اقرار کرو گے۔

Scanned with CamScanner

۶

میں یقیناً یہ جنگ ہار چکا ہوں، میرے جملہ وسائل دم توڑ رہے ہیں، اب شدید مالی بحران، مایوسی اور دل گرفتگی ہے۔ یہ تمام دوڑ تعلقات کی ہے، رزق کا حصول میرا حق نہیں ہے، اب یہ ایک مراعت بن چکا ہے، یہ میرے امتحان کی گھڑی ہے، صبر اور صبر! مجھے پیٹ پر پتھر باندھنا چاہیئے۔ مجھے اس اخلاقیات کا گلا گھونٹ دینا چاہیئے جو ہر راہ میں میرے راستے کا پتھر ہے، میں نے زندہ رہنے کا فیصلہ کرلیا ہے، اگر یہ فیصلہ واقعی زندگی کے حق میں صادر کیا ہے تو مجھے تمام مسدود راستوں کی ناکہ بندی توڑ کر نیا راستہ بنانا چاہیئے، اس وقت مسئلہ میری سالمیت کا ہے کہ اگر میں نہ رہا تو یہ . . . . . میں کچھ بھی نہیں ہوں، کچھ بھی نہیں ہوں، میں صرف اکیلا ہی نہیں تین چار افراد کا مقدر میرے ساتھ وابستہ ہے، میں نے امجد سے جھگڑ کر ان کو اپنی ذمہ داری کے طور پر قبول کیا ہے۔ گداگری ایک اچھا پیشہ ہے، اس کے لئے بڑی جرأت کی ضرورت ہے، اس کے ذریعے اپنی خواہش یا حاجت کا اظہار بڑی بیباکی سے کیا جا سکتا ہے۔ میں گداگر نہیں بن سکتا تو مجھے سمگلنگ کرنی چاہیئے، حوصلہ، ہمت، ہمت، میں بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں مگر کچھ کرنے کا موقعہ فراہم نہیں کیا جا رہا ہے۔ میں بے قصور ہوں، بے قصور ہوں! سچ کہتا ہوں، مگر میں لوگوں کو کس طرح یقین دلاؤں کہ میں وہ نہیں ہوں جو مجھے سمجھا جا رہا ہے۔ مجھے کچھ نہ کچھ فیصلہ کرنا ہے، اور اس فیصلے کے لئے ہر ایک چیز کی قربانی ضروری ہے۔ میں پرسیکیوشن مینیا کا شکار ہرگز نہیں ہوں، اپنے اور دنیا کے بارے میں صرف یہی جانتا ہوں کہ ایک قوت میری مخالفت کی قسم کھائے ہوئے ہے، مجھے نرغے میں لیا جا چکا ہے، میں دیوار کی طرف پشت کئے ہوئے لڑ رہا ہوں، لڑوں یا جان دے دوں، یہ آخری راستہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ صورت حال عارضی

ہے، کوئی نہ کوئی صورت نکل آئے گی۔ ابھی تک نزہت نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا ہے۔ توقعات خارج کرکے غیر جانب دارانہ طریقے سے زندگی کا سامنا کرنا چاہیئے۔ انسانی زندگی میں تمام غم اور مزاج امید کی بدولت ہے، امید مایوسی کو جنم دیتی ہے۔ مایوسی اور فقط مایوسی بے یار و مددگار تنہائی اصل حقیقت ہے، میں اسے قبول کر چکا ہوں:

میں ایک رجحان ہوں یا ایک فرد ہوں؟ اگر میں واقعی ایک ایسا فرد ہوں جو محض افراتفری میں ایک اتفاقی حادثے کا شکار رہا ہے تو پھر میری حالت زیادہ تشویشناک نہیں ہے، لیکن اگر میرا وجود واقعی خطرے کا باعث بن سکتا ہے تو پھر اس کی درست طور پر نشاندہی کی گئی ہے۔ دراصل مجھے خود اپنے وجود کی سنگینی کا کبھی احساس نہیں ہوا ہے، کیا میں کچھ کئے بغیر بھی کافی مہلک ثابت ہو سکتا ہوں؟ میرا دراک ایک رویے کے طور پر کیا گیا ہے اسی لئے میرے انسداد کا مکمل بندوبست کیا جا چکا ہے۔ . . . . میں بھی تضاد کا تضاد ہوں۔ اب پہلی مرتبہ مجھے سنجیدگی سے سمجھنے کا موقعہ ملا ہے، اپنے بارے میں، ان تمام قوتوں کے بارے میں جنہیں ابھی تک غیر حاضر سمجھتا رہا ہوں۔ کسی آنکھ کا محدب شیشہ کافی دیر سے میرا مشاہدہ کر رہا تھا، میں اس کے وجود سے بے خبر تھا مگر وہ میرے وجود سے باخبر تھا، میں نے بہت غفلت برتی ایک طرح کی سنکیت کو زندگی کا کامیاب رویہ تصور کیا مگر حقیقت نے مجھے اچانک ہی آلیا ہے۔

مجھے اس شہر سے جلد نکل جانا چاہیئے، کسی اور جگہ پناہ لینی چاہیئے، یہ میرا شہر نہیں ہے میرا رابطہ کسی سے نہیں ہے۔ مجھے اس شہر نے کبھی عافیت نہیں دی، ہمیشہ سوتیلی ماں کا سلوک کیا ہے، یہاں مصیبت تنہائی اور وحشت ہے۔ یہ مصریوں کا شہر ہے، میرا اخروج یقینی معلوم ہوتا ہے، یروشلم نے بنی اسرائیل کو قبول کیا تھا اور مجھے ابھی تک کوئی خطہ ارض اپنی پناہ میں لینے کے لئے تیار نہیں ہے، شاید میں بوجھل ہوں۔ . . . . نہیں، نہیں، میں کبھی ہجرت نہیں کروں گا، میں مصریوں کے درمیان رہ کر ہر طرح کے انسانی اور غیر انسانی مظالم برداشت کروں گا، میں اپنے آپ کو تشدد کے لئے پیش کرتا ہوں: ارے سفاکو! مجھے اتنا مارو کہ میرا بدن شل ہو کر ریت کی

Scanned with CamScanner

بوری بن جائے۔ اتنا مارو کہ تمہارے ہاتھوں میں سکت نہ رہے! شہریو! رک جاؤ تم میری قوت سے آشنا نہیں ہو، میں ایک علامت سے زیادہ مضبوط ہوں، حصول زر، نعیش اور دغا بازی نے تمہاری آنکھوں کا نور چھین لیا ہے تمہارے کانوں میں سیسہ بھرا ہوا ہے۔ انسانی تاریخ پر ایسا وقت کبھی نہیں آیا، یہ قیامت نہیں تو اور کیا ہے! یہ زمانہ جاہلیت ہے۔ انسانی ضمیر کی عصمت دری کا مرحلہ ہے، زوال عصر کے سائے ساری کائنات پر پھیل رہے ہیں، انسانی ہوس گِدھوں کی صورت میں منڈلا رہی ہے۔

باہر واقعی کافی حدت ہے یا اس ریستوراں کا ایرکنڈیشنر کام نہیں کر رہا ہے۔ ہونٹوں پر پپڑیاں جم گئی ہیں، میں پوری قوت سے پھیپھڑے پھیلا کر مرطوب ہوا کی رطوبت سے ہونٹوں کو نم کرنے کی پیہم کوشش میں مصروف ہوں۔ صبح سے مسلسل سیڑھیاں چڑھنے کے بعد سارا جسم پھوڑے کی طرح دکھ رہا ہے۔ ابھی تک کسی بیرے نے میرا آڈر نہیں لیا، غالباً میرا حلیہ دیکھ کر مجھے نظرانداز کر رہے ہیں کہ کوئی تھکا ہارا مسافر صرف ٹھنڈی ہوا میں سستانے کے لئے چند لمحوں کے لئے گاہک کا روپ دھار کر بیٹھا ہوا ہے۔ بیرا بیرا... جی صاحب... اتنی دیر سے چیخ رہا ہوں کوئی سنتا ہی نہیں، بھائی میں یہاں مفت بیٹھنے نہیں آیا ہوں،... فرمایئے یہ لیجیے مینو کارڈ... نہیں مجھے چائے چاہیئے ہے... صاحب یہ کھانے کا وقت ہے... تم مجھے زبردستی کھانا کھلانا چاہتے ہو، کس بات پر ہنس رہے ہو... صاحب معاف کیجئے آپ لنچ کی ٹیبل پر بیٹھ گئے ہیں، چائے کی میز اُدھر ہے۔ بیرا دائیں ہاتھ سے طنزیہ انداز میں اشارہ کر کے لاتعداد میزوں اور کرسیوں میں گم ہو گیا ہے، میں اسے کم سے کم پانچ روپیہ ٹپ دوں گا کہ اس کی غلط فہمی دور ہو جائے کہ میں وہ نہیں ہوں' نہیں نہیں ہرگز نہیں، میں کچھ بھی نہیں ہوں میں اسے بالکل ٹپ نہیں دوں گا تاکہ اسے میری اصل حقیقت کا پتہ چل سکے۔ میں آج اپنے اندوختہ کی آخری قسط مبلغ تیس روپے لے کر نکلا تھا، یہ علی الصبح ملازمت کی تلاش میں نکلنے سے پہلے بنک سے نکلوائے تھے، یہ میرا آخری سرمایہ ہے اور اس کے بعد خالی جیب کا ہول ہوگا، جو مجھے نہ سونے دے گا نہ کسی سے سینہ تان کے ملنے دے گا اور نہ چین سے

Scanned with CamScanner

بیٹھنے دے گا۔ کئی مرتبہ دل کو تسلی دی ہے کہ خالی جیب سے طوفان تو نہیں آجائے گا، انسانی مخلوق کا نصف حصہ اسی طرح پھرتا ہے، ذہن اس دلیل سے مطمئن نہیں ہے، خالی جیب کا خلا بتدریج بوجھ بنتا جارہا ہے، میں نے کئی مرتبہ اپنے آپ کو مادہ پرست کہا ہے مگر روح نے کبھی میرا پیٹ نہیں بھرا، اس لئے میں اپنے آپ کو تمام تر فکری اور خیالی منصوبوں اور ارفع خیالی کے باوجود اتنا ہی مجبور پاتا ہوں جتنا بھوک اور پیاس سے بلکتا ہوا حیوان! مجھے فی الحال اپنے جسم کی تمام قوتوں کو اس بنیادی ضرورت کے حصول کے لئے استعمال کرنا چاہیئے، کیونکہ تمام انسانی عوامل کا انحصار اسی ضرورت کی تکمیل کے گرد گھومتا ہے، انسان اس کو فتح نہیں کرسکتا، اس کی لاابالیانہ یلغار کی حد بندی نہیں کرسکتا ہے. . . .

یہ ریستوران نہ جانے آج کیوں ویران ہے، اکا دکا گاہک ہی نظر آرہا ہے۔ آج وہ یہاں نہیں ہوسکتا، اس کی آنکھیں مجھے یہاں تلاش نہیں کرسکتیں، اس کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوگی کہ میں کس کش مکش سے دوچار ہوں، وہ سمجھ رہا ہوگا کہ میں کہیں تخریبی منصوبوں میں مصروف ہوں! چائے بے حد تلخ اور بدمزہ ہے، ریستوران میں کھانے کی پھیلی خوشبو سے اشتہا زور پکڑ رہی ہے، جیب میں پیسے بھی ہیں مگر . . . . دراصل گرمی کی شدت اور ہزیمت سے پیدا شدہ اضمحلال نے مجھے اس تعیش پر آمادہ کیا ہے۔ ریستوران کے قدآدم شیشے گرمی سے دہکنے لگے ہیں، شیشوں سے باہر ہجوم اور ہجوم میں اضطراب ہے، شیشے کی دیوار نے باہر کی ہر صدا کو اندر آنے سے روک دیا ہے، تمام لوگ گونگے اور بہرے معلوم ہوتے ہیں، نقص امن کی صورت معلوم ہوتی ہے، یقیناً خطرہ ہے، مسلح افراد کے لئے ہجوم خطرہ ہے اور ہجوم کے لئے مسلح افراد خطرہ ہیں، دونوں ایک دوسرے کے روبرو ہیں اولذکر امن قائم کرنا چاہتے ہیں ثانی الذکر اس امن کو قبول کرنے پر آمادہ معلوم نہیں ہوتے۔

بے کیف چائے ختم ہوچکی ہے مگر باہر نکلنے کو جی نہیں چاہتا ہے، باہر دھواں ہی دھواں ہے، غالباً آنسو گیس پھیل چکی ہے، وقت گذرتے ہوئے پتہ نہیں چلتا، تاریخ جمود کی قائل نہیں ہے، مورخ انبساط کا اظہار کررہے ہیں. . . . ریستوران کی آبادی میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ہے، البتہ ہال کے وسطی ستون کے عقب سے دو آنکھیں میری طرف متوجہ ہوئی ہیں، ایک

دم بدن میں خنک جھرجھری اٹھی ہے، نہیں یہ وہ آنکھیں نہیں ہیں جن کو ریستوراں میں بیٹھنے سے قبل میں نے ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی مجھے یقین ہے کہ وہ ریستوران سے باہر ہجوم کے ساتھ مصروف ہوں گے لیکن مشتعل ہجوم کے قرب میں میری موجودگی تشویشناک ہو سکتی ہے، کوئی اس سے غلط معانی لے سکتا ہے، باہر نکلنا بھی کسی قدر خطرے سے خالی نہیں ہے۔ وہ آنکھیں مجھے کیوں دیکھ رہی ہیں؟ میں یقیناً نفسیاتی طور پر بیمار ہوں، میں نہیں پسند کرتا ہوں کہ کوئی مجھے مسلسل دیکھتا رہے، یہ آنکھیں خواہ آدمی کی ہوں یا عورت کی، ان کا ارتکاز میرے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔ فرائیڈ کے مطابق خطرے اور خوف میں جنسی خواہش تقویت حاصل کرتی ہے لیکن وہ دو نسوانی آنکھیں میرے بدن میں کسی خفیہ خواہش کو ترغیب نہیں دے سکی ہیں، عورت خواہش کا محرک نہیں ہے، خواہش کے ذریعے عورت کی تلاش کی جاتی ہے، عورت، عورت! میں اس لفظ سے تنگ آچکا ہوں، ہر جگہ موجود نظر آتی ہے مگر اس کے باوجود اس کی عدم موجودگی کا ذکر کیا جاتا ہے، ستم بالائے ستم یہاں کی عورتیں نسوار کی پڑیا ہیں۔ شماریات کے مطابق عورت کا تناسب مرد کی نسبت کم ہے، یہاں ایک نئے قتال کی ضرورت ہے کہ یہ تناسب بدل جائے، صاحب اور چائے لاؤں؟ نہیں۔ بل لاؤں؟ جیسی تمہاری مرضی۔ بیرا میری روانگی پر مصر ہے کیونکہ میں نے چند سکوں کے عوض کافی سستا لیا ہے۔ اس وقت باہر دھما چوکڑی مچی ہے، ریستوران سے باہر نکلنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ ذہن کسی فیصلے پر آمادہ نہیں ہوا ہے، اس میں ذہن کا بھی اتنا قصور نہیں ہے کیونکہ فیصلہ کرنا اتنا مشکل نہیں ہے، اس پر عمل پیرا ہونے میں طرح طرح کی دقتیں حائل ہیں۔ درحقیقت میرے سامنے دو راستے ہیں: زندگی میں دیانت اور محنت کے اصول پر کاربند رہ کر تمام سختیاں برداشت کروں، اس صورت میں مَیں کسی کو جواب دہ نہیں ہوں، یعنی ایک تجریدی اصول کو حقیقت سمجھ کر صبر اور ایثار سے کام لوں اور ایک ایسے مستقبل کا انتظار کروں جس میں انسانی اور معاشرتی انصاف کا وعدہ ہے! دوسرا راستہ ہے کہ میں اپنے آپ کو مسمار کر کے آج کل کے عام انسان کی طرح زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے

Scanned with CamScanner

ہر چیز کی بازی لگا دوں ؟ بے وقوف کس سوچ میں الجھے ہوئے ہو؟ ذرا سی ہمت کی ضرورت ہے، تمہیں کون دیکھ رہا ہے ؟ ابھی نہیں ابھی نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شیشے سے باہر دھواں پھیلا ہوا ہے، تمام کتے منتشر ہو چکے ہیں، ہر طرف دھوئیں کے ستون اٹھ رہے ہیں اور میں ایک خاموش تماشائی کی طرح سب کچھ دیکھ رہا ہوں، ایک خوف مجھے باہر جانے سے روک رہا ہے' میں اب کسی کی ملازمت میں نہیں ہوں، کسی کو میری سوچ، زبان اور دماغ پر کوئی اختیار نہیں ہے ؟ غالباً میں مستقبل سے خائف ہوں۔ ذہن ایک بد دیانت مورخ کا سیاہ روزنامچہ بنتا جا رہا ہے جس میں ہر واقعہ اور واردات کو چھپانے کا رجحان ہے۔ بلغیر شرکت کے تاریخ لکھی نہیں جا سکتی، نہیں تو وہ یو این او کا چارٹر بن جاتی ہے۔ میں اپنے آپ سے شرمندہ ہوں، اپنی نسل سے شرمندہ ہوں، میری نسل دور تداخل کی پیداوار ہے، یہ نسل اس وقت بلوغت کی طرف روانہ ہوئی جب برطانوی سامراج کا سورج غروب ہو رہا تھا، اور جس نے ہوش اس وقت سنبھالی جب محلاتی سازشوں کا عروج تھا، میں اپنی نسل کے انحطاط کی علامت ہوں۔ ایک اور نئی نسل کا سورج طلوع ہو چکا ہے طالب علموں نے جرأت کے ذریعے قیادت اپنے ہاتھوں میں لے لی ہے۔ میں دلدل میں پھنسا ہوا ہوں' میں کاہلی اور نامردی کا شکار ہوں، کیا میرے نصیب میں مشکوکی کا اشتہار ہے ؟ میرے مسموم سانس کی حفاظت ضروری ہے، میری سرزنش کو بطور تنبیہہ استعمال کیا گیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اُف میری ناک اور آنکھوں میں کسی نے سرخ مرچیں پھینک دی ہیں، ریستوران میں موجود دوسرے گاہک بھی اسی اضطراب کا اظہار کر رہے ہیں، اوئے، باہر کا دروازہ بند کرو، اندر گیس آ رہی ہے، ایک دم دو شخص کھانستے ہوئے اور لڑکھڑاتے ہوئے اندر داخل ہوئے ہیں، انہیں دیکھتے ہی میں نے پاس رکھا ہوا اخبار اٹھا کر خبریں پڑھنے کے بہانے منہ چھپا لیا ہے۔ دونوں اپنے چہرے رومال سے صاف کرنے کے بعد مجھ سے کچھ فاصلے پر رکھی ہوئی چمکدار میز کے گرد بیٹھنے کے لئے اپنی توندوں پر جمی ہوئی پیٹیوں کو ڈھیلا کر رہے ہیں، ان کو دیکھتے ہی دو بیرے آگے بڑھے ہیں، وہ دونوں

آڈر دینے کے بعد مجھے گھورنے لگے ہیں۔ بدبخت بیرا ابھی تک بل لے کر نہیں آیا ہے، خواہ مخواہ نئی مصیبت گلے پڑ جائے گی، ان میں غالباً ایک وہی ہے جو میرے علاقے کا حاکم ہے۔ خطرہ بتدریج بڑھ رہا ہے، خوش قسمتی سے بیرا بل لے آیا ہے اور لالچی نگاہوں سے میری جیب کی طرف دیکھ رہا ہے، میں نے ہڑبڑا کر دس روپے کا نوٹ رکابی میں پھینک کر اسے ہاتھ کے اشارے سے تمام بقایا رقم اٹھانے کے لئے کہا ہے، وہ جواباً کورنش بجا کر میزوں سے ٹکراتا ہوا ہال کے کسی گوشے میں معدوم ہو گیا ہے۔ میں جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھنے لگا ہوں کہ سامنے بیٹھے ہوئے منکر نکیر میں سے ایک اٹھا ہے، میں فوراً اپنی جگہ پر دوبارہ بیٹھ کر اخبار پڑھنے لگا ہوں، وہ دونوں آپس میں کھسر پھسر کر رہے ہیں، وہ یقیناً جائے وقوعہ کے پاس میری موجودگی کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں، مجھے یہاں سے جلد از جلد اٹھ جانا چاہیئے، بڑے تعجب کی بات ہے کہ مجھے کوئی روکنے والا بھی نہیں ہے اس کے باوجود میں اٹھتے ہوئے بھی نہیں اٹھ سکتا، میں انہیں صاف صاف بتا دوں گا کہ میں یہاں کسی خاص مقصد کے تحت نہیں بیٹھا ہوں، میں تو یہاں دو نوکریوں کے انٹرویو دینے کے بعد ستانے کی غرض سے آیا ہوں، اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ میرے پاس اپنی تمام ڈگریاں اور سفارشی سرٹیفکیٹ ہیں، لیکن وہ ناٹے قد والا مجھے مسلسل کیوں گھور رہا ہے؟ پلک جھپکتے ہی وہ میری طرف آگے بڑھا ہے اور دونوں کولھوں پر ہاتھ رکھے مجھے گھور رہا ہے ؟ فرمایئے، آپ کیا چاہتے ہیں ! میں یہاں کسی خاص مقصد کے تحت نہیں آیا تھا، میری یہاں موجودگی محض اتفاقیہ ہے اگر آپ مزید تفتیش کے لئے کہیں لے جانا چاہتے ہیں تو میں اس کے لئے بھی تیار ہوں لیکن آپ مسکرا کیوں رہے ہیں ؟ کچھ نہیں، پروفیسر صاحب، آپ مجھے پہچانتے ہیں ؟ کیوں نہیں، مجھے صرف کسی قدر مغالطہ ہوا تھا، میرا بھائی آپ کا ہمشکل تھا، کس کالج میں پڑھتا تھا ؟ جس میں آپ پڑھاتے تھے، پرسوں ایک جلوس میں ہلاک ہو گیا تھا، شکریہ، تشریف رکھیئے۔ یہ کہہ کر وہ ناٹا مغموم چہرہ بنائے واپس اپنی سیٹ پر چلا گیا ہے، دونوں پھر مجھے گھور رہے ہیں، ہو سکتا ہے

Scanned with CamScanner

کہ اس نے مجھے بے وقوف بنایا ہو؟ یہ تو خود . . . . . اس کا بھائی کیسے ہو سکتا ہے،؟ اب ریستوران میں بیٹھنا بالکل محال ہو چکا ہے، آنسو گیس نے آنکھوں اور حلق پر شدید حملہ کیا ہے، میں ہوا کی بجائے گیس نگل رہا ہوں، ریستوران کے باہر دھواں ہی دھواں ہے. لوگ منتشر ہو چکے ہیں، میں تازہ ہوا کی تلاش میں دیوانہ وار سڑک پر بھاگ رہا ہوں . ———

اپنے آپ کو بچانے کے لئے ؟ نہیں ان کی تلاش میں بھاگ رہا ہوں جنہوں نے کبھی مجھے تلاش نہیں کیا، اس زمانے کے لئے جس نے کبھی میری ضرورت کو محسوس نہیں کیا - اوہ، میں پسینے سے شرابور ہو چکا ہوں اور دل ایک نوبت کی طرح بج رہا ہے - اس شاہراہ کا یہ حصہ ویران ہے، اور میرے پیچھے کوئی نہیں ہے - میں تو ہر طرح کے خوف سے آزاد ہو چکا ہوں، نہیں محض عادتاً ڈر گیا تھا وہ میرا کیا بگاڑ سکتے تھے ؟ مجھے بے شک اندر بھیج دیتے - ویسے بھی احمد نے مجھے ہر طرح کی تسلی دی تھی - میں خوامخواہ ریستوران میں آ بیٹھا تھا - گھر سے نکلا کسی اور کام سے تھا لیکن بھٹکی ہوئی سوچیں کہیں اور لے نکلیں - مجھے حفیظ کے قتل کا افسوس ضرور تھا، میں شاہد اور حمید کو ساتھ لے کر حفیظ کے گھر افسوس کے لئے جانا چاہتا تھا - پل بھر کے لئے سوچا : میں ان کو ساتھ کیوں لے کر جاؤں، افسوس کیا ہوتا ہے؟ ہم سب نے زندگی کا ایک حصہ اکٹھے بسر کیا تھا، اب باقی ماندہ حصہ الگ الگ بسر کر رہے ہیں، ہم میں وجہ تعلق ختم ہو چکی ہے، اس لئے سب کچھ ختم ہو چکا ہے - اس قسم کی سوچ مجھے ریستوراں میں لے آئی تھی . اب مجھے کدھر جانا ہے ؟ مجھے خود بھی کچھ پتہ نہیں -

Scanned with CamScanner

۷

احمد کا مکان میرے مکان سے سو گز کے فاصلے پر واقعہ ہے۔ میرے مکان کے سامنے سے ایک نسبتاً بے آباد سی سڑک گزرتی ہے، مکان کے عقب میں ایک گنجان محلہ آباد ہے جس کے مکینوں کو میں ایک مدت سے آباد دیکھ رہا ہوں، لیکن بہت کم افراد سے واقف ہوں کیونکہ کبھی کسی سے واقفیت کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی، نہ وہ کبھی میرے دکھ درد میں شریک ہوئے ہیں اور نہ میں نے کبھی ان کا حال دریافت کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے۔ اس علاقے کے تمام چہرے آشنا ہیں اور اس کے باوجود میں کسی کو نہیں جانتا ہوں۔ احمد دو منزلہ مکان میں رہتا ہے، مجھے اپنے مکان کے باہر دیکھ کر خوش ہو گا، میں کبھی اسے دیکھ کر کنی کاٹ جاتا تھا اب اسی کا دست نگر ہوں۔ اکثر میری اور اس کی ملاقات صبح کے وقت کالج جاتے ہوئے ہوتی، وہ مسکراتا ہوا ہاتھ سے سلام کرتا اور میں سر کی جنبش سے اس کا جواب دیتا۔ احمد کی شخصیت بڑی کھردری ہے، موٹے بدن پر چھوٹا قد، سفید رنگ اور چپٹا ناک، عمر میں مجھ سے ایک دو برس بڑا ہو گا۔ اس کا باپ میونسپل کارپوریشن میں جونیئر کلرک تھا اور اسی عہدے پر ریٹائر ہوا تھا۔ چند سال پہلے اس کے والد کی وفات کی خبر سنی تھی لیکن میں اظہار افسوس کے لئے اس کے گھر نہیں گیا تھا۔ کالج کی تعلیم کے دوران غالباً سیکنڈ ایئر میں احمد نے یک لخت کالج میں آنا بند کر دیا تھا اور بعد میں پتہ چلا کہ وہ کسی وثیقہ نویس کے پاس بطور شاگرد کام سیکھنے لگا تھا۔ اسی دوری کی وجہ سے احمد سے کبھی تفصیلی ملاقات نہ ہو سکی تھی . . . . . .
میں اس سے زیادہ احمد کے بارے میں نہیں جانتا ہوں، صرف کالج کے زمانے کی کچھ

Scanned with CamScanner

دھندلی باتیں ہیں جن کی اس وقت بازآفرینی تضیعِ اوقات ہے۔ یہاں مجھے ایک نامعلوم عزم کھینچ لایا ہے، اسے عزم کی بجائے ضرورت کہنا زیادہ موزوں ہے، ضرورت انسان کی کمزوری ہے اور یہی اس کی محرک ہے۔ بعض ضرورتیں ناگزیر ہیں جن کی تکمیل کے بغیر انسانی زندگی ممکن نہیں ہے اور بعض انسانی انا کی پیدا کردہ ہیں جنہیں اضافی ضرورتوں کے طور پر نامزد کیا جا سکتا ہے۔ عموماً اضافی ضرورتیں بنیادی ضرورتوں پر فائق رہتی ہیں۔

میں اس وقت احمد کی بیٹھک میں بیٹھا کسی قدر خفت محسوس کر رہا ہوں، بالکل ایک امیدوار کی طرح دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہوں، اس دن احمد نے ضمناً ذکر کیا تھا، میں اسے مدد کا مخفی اشارہ سمجھ کر غیر شعوری طور پر طرح طرح کی توقعات کا جال ذہن میں بن رہا ہوں۔ اس نے میری طرف رخ نہیں کیا، شاید اس لئے کہ میری معاشرتی افادیت ختم ہو چکی ہے، میں کسی کے کیا اپنے کام بھی نہیں آ سکتا۔ وہ لوگ جو معاشرتی افادیت کے حامل نہیں ہوتے عموماً درخورِ اعتنا نہیں سمجھے جاتے کیونکہ زندگی بہت مصروف ہے، جہاں تک میرا تعلق ہے زندگی کی ریل پیل میں میری عدمِ افادیت کو بھانپ لیا گیا ہے اور میں مفرور سزا یافتہ کی طرح چھپتا پھرتا رہا ہوں! اس سفر میں کامیابی شرط نہیں ہے لیکن میری مساعی کو بالکل نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، میں ہر ممکن کوشش کر چکا ہوں، میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ کوئی شخص بھی بنیادی طور پر افادیت کا حامل نہیں ہوتا، وہ رسہ گیری کے ذریعے اپنی افادیت کو قائم کرتا ہے، معاشرتی افادیت، تعلقات اور حصول کے ذریعے کامیاب زندگی کا تصور جس منفی معاشرتی عدل کی پیداوار ہے اس کے پس منظر میں عدمِ تحفظ اور شارٹ کٹ کی واردات ہے ...... عدمِ تحفظ .. عدمِ تحفظ ... یہ ایک بھوت ہے جس سے ہر طبقے کے لوگ ڈرتے ہیں، بلکہ اس کی پرچھائیں اتنی واضح، کہ ہر فرد

Scanned with CamScanner

دوسرے سے ہراساں ہے، ہوبز کی بھنبوری محض ایک مغالطہ ہے کہ عدم تحفظ کے خوف لے گروہوں کی صورت میں زندگی کرنے کی بنیاد رکھی، یہ مغالطہ انسانی تاریخ کے کسی دور کے بارے میں شاید کسی سچائی کا حامل ہو لیکن موجودہ صورتحال اس کے برعکس ہے، آج کے دور کی سراسیمگی بعض کے نزدیک اوارپانی شکست و ریخت کا نتیجہ ہے، بعض اسے اقدار کے زوال کا نتیجہ سمجھتے ہیں، لیکن اس سے پوچھا جائے کہ انسان کس دور میں نیک نیت رہا ہے؟ کس دور میں اس نے پامالی اور انارکی کی بنیاد نہیں رکھی؟ کس دور میں اس نے اپنے ہمنفسوں کو سراسیمہ نہیں کیا؟ عدم تحفظ کے بھوت نے تحفظ کی خاطر انسان سے بہت سی توقعات وابستہ کر دی ہیں، انسان انسان کا تضاد ہے ...... میں اس بدبخت کا کافی دیر سے انتظار کر رہا ہوں مگر ابھی تک اس کا غسل نہیں ہوا، اس کا لڑکا مجھے بیٹھک میں بیٹھا کے نہ جانے کہاں دفعہ ہو گیا ہے؟ یہاں بھی میرے صبر کا امتحان لیا جا رہا ہے، میں یہاں انٹرویو دینے نہیں آیا ہوں، اسے کم سے کم یہ تو خیال کرنا چاہیئے کہ میں اس کے گھر چل کر آیا ہوں۔ احمد کی شخصیت کی طرح اس کی بیٹھک بھی بے ہنگم ہے، دبیز قالین پہ بھدی ساخت کے صوفے بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے ہیں۔ پیتل کے گلدانوں میں سرخ اور سبز رنگ کے پلاسٹک کے پھول اداسی سے میرا منہ تک رہے ہیں، دیواروں پہ فارسی کے قطعے اور نیم برہنہ تصاویر فریموں میں سجی ہوئی ہیں، کمرے میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کے مکین کی خوش مذاقی کا ثبوت دے سکے۔ ہر چیز دوسری سے مربوط معلوم نہیں ہے۔ کمرے کے ایک گوشے میں ایک سفید رنگ کی میز دھری ہے جس پہ خاکی لفافوں کے انبار لگے ہوئے ہیں، غالباً یہ وہی لفافے ہیں جو احمد بغل میں دابے ہوئے مجھے اس گلی کی نکڑ پہ ملا کرتا تھا، ان لفافوں پہ کچھ مہمل سی فلاں بنام فلاں کی عبارات لکھی ہوئی ہیں اور ان کے نیچے دفعات درج ہیں، یہ لفافے کتنے بے رنگ سے ہیں لیکن ان کے پیٹ میں طرح طرح کی وارداتیں چھپی

ہوئی ہیں، یہ طبع انسانی کے اعمال نامے ہیں، کون بتا سکتا ہے کہ ان میں بے قصور کون ہے اور مجرم کون؟ ان میں وہ جواز موجود نہیں ہوگا جس نے کسی کو کسی فعل پر اکسایا، ان میں صرف حقائق اور واقعات درج ہوں گے کہ فلاں فلاں نے یہ کیا، یہ پیشہ کافی گھناؤنا ہے، اب مجھے بھی ایسے لوگوں کے درمیان شب و روز بسر کرنے ہوں گے! میں احمد سے کس طرح بات شروع کروں گا؟ ہو سکتا ہے کہ اس دن اس نے مجھے صرف دلاسا دیا ہو اور میں اسے سچ مچ کا وعدہ سمجھ کر اس کے گھر آ بیٹھا ہوں، خیر یہ اس بات کو سوچنے کا وقت نہیں ہے، ہاں اس سے ملاقات کا ایک جواز تو نکل آیا ہے کہ میں بینک کے قرضے کے سلسلے میں خواجہ صاحب کا مشورہ چاہتا ہوں، اس کے بعد بات سے بات نکل آئے گی، مجھے بینک سے مزید مہلت مانگنی چاہیئے یہ رقم بالاقساط اتاری جا سکتی ہے لیکن مکان تو بینک کے پاس رہن ہے اور قرضہ اترنے کے بعد مکان کا تقسیم ہونا لازمی ہے، یہ بعد کی بات ہے، یہ سارے مسائل پیچیدہ تر ہوتے جا رہے ہیں اور ان کے برعکس میرے وسائل نہ ہونے کے برابر ہیں، یہ میری بقا کا مسئلہ ہے، میں ہر چیز سے ٹکرا جاؤں گا، مجھے جوابی حملہ بھی کرنا ہے، مجھے ٹوٹی ہوئی تلوار سے مشین گن کا مقابلہ کرنا ہے، یہ کم بخت باہر کیوں نہیں نکلتا کہیں غسل مرگ میں مصروف تو نہیں؟ میرا اضطراب بڑھتا جا رہا ہے، میں اس سے زیادہ تحقیر برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا ہوں . . . نہیں، اب میں حصول مقاصد کے لئے ہر ذلت کو برداشت کروں گا، میں اب زندگی سے دوچار ہوں، میں زندگی سے روبرو ہوں، میں بھی اب نئی اخلاقیات سے روشناس ہوا ہوں، میں برہنہ ہوتے ہوئے بھی نئی اخلاقیات کے لباس میں ہوں۔ مجھے ہرگز اپنی تقلیب پر حیرت اور تاسف نہیں ہے، میں کل رات ایک عام انسان کی طرح اچھا بھلا سویا تھا اور صبح ہوتے ہی انسانی بدن میں ایک ہزار پایہ عفریت نے جنم لیا ہے۔ یہ کوئی محیر العقل واقعہ نہیں ہے، کافکا کا سیلز مین بھی تو آدمی سے ہزار پایہ بن گیا تھا ایسے

بہت سے واقعات دیکھنے اور سننے میں آئے ہیں، میں خوش ہوں کہ میں نے تمام بندشیں توڑ دی ہیں، میں نجیبوں اور شریفوں کے درمیان کافی وقت بسر کر چکا ہوں مجھے وہ اتنے ہی کمینے اور حریص نظر آئے ہیں جتنے مجرم ہو سکتے ہیں لیکن میں نے تو ابھی تک ان سے ملاقات نہیں کی، ہو سکتا ہے کہ وہ ان نجیبوں اور شریفوں کی بدولت ہی مجرم بنے ہوں یا دوسری صورت میں انہوں نے اپنی کثافت کو چھپانے کے لئے اپنوں میں ہی سے کم عقلوں کو مجرم کا لقب دے کر خود وعدہ معاف گواہ بن گئے ہوں، باطن کا حال جاننا بہت مشکل ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں بھی اب لفافے اٹھائے مجرموں اور ملزموں کے ساتھ آواز پڑنے کا انتظار کروں گا۔ میں زناکاروں اور سمگلروں کے ساتھ مل کر زندگی کو مکرر دریافت کروں گا، اس کے ساتھ ساتھ میں اپنے مقدمے کی پیروی بھی کروں گا! میرے مقدمے کا عنوان کچھ عجیب و غریب قسم کا ہے، نہ نوعیت جرم کا علم ہے اور نہ کوئی منہ بولا عینی شاہد موجود ہے، اس کے فیصلے سے قبل ہی مجھے نامعلوم مدت کے لئے سزا دی گئی ہے، میں کہتا ہوں: میں اگر ملزم یا مجرم ہوں تو مجھے بھی بتایا جائے کہ میں ملزم یا مجرم کیوں ہوں؟ یہ احساس جرم کیوں روز بروز میرے اندر تقویت پکڑ رہا ہے؟ کس نے میرے لئے یہ جہنم تعمیر کیا ہے؟ میرے حواس سٹھیا گئے ہیں، فرد اپنی تمام تر آزادانہ فعلیت کے باوجود نامساعد حالات میں مجبوری کی تصویر ہے۔ اصل مسئلہ فرد اور اجتماع کے متناسب ربط کا ہے کہ ایک مخصوص قسم کے معاشرے سے فرد کس قدر مفاہمت کر سکتا ہے؟ جہاں اجتماعی سطح پر منفعیت کا دور دورہ ہو وہاں قطع تعلق ضروری ہے، بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے آسان ہیں، میں نے بڑی دیر تک ضبط اور تحمل سے کام لیا ہے لیکن اب صبر کی سب طنابیں ٹوٹ چکی ہیں۔ منفی صورت حال میں اعلان حق کا وقت لد چکا ہے، یہ ڈان کہوٹے کا اسلوب بے وقت کی راگنی ہے، بفرض محال صداقت کا اعلان کر دوں تو کس کے لئے؟ ان کے لئے جنہیں صداقت کی ضرورت

نہیں ہے! ایثار اور قربانی کی مثال وہاں بارآور ہوتی ہے جہاں منفی اور مثبت میں تمیز کا سلیقہ ہو اور جرأت مفقود ہو۔ مجھے یقین ہے کہ لوگ میری تقلیب کا مذاق نہیں اڑائیں گے اور نہ ہی ہمدردی کا اظہار کریں گے کیونکہ رائے عامہ وفاداریوں کی طرح بدلتی رہتی ہے۔ میں صرف ایک اور وضاحت چاہتا ہوں، میرے ساتھ اخلاقی مجرموں سا سلوک کیوں کیا گیا؟ میری نیت پر کیوں شک کیا گیا ہے؟ شک، بے یقینی اور بداعتمادی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ میں نے ایک مشکوک معاشرے کے رحم سے جنم لیا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میری دیانت پر شک کیا جائے، فلسفہ کے میدان میں شک دریافتوں کی کلید ہے۔ لیکن جب حاکم و محکوم میں شک اور بدگمانی ابھرنے لگے تو ساری فضا آلودہ ہو کر ہر چیز کی معنویت کو مشکوک بنا دیتی ہے، میں نے اس مشکوک آب و ہوا میں معنویت کی ایک نئی جھلک دیکھ لی ہے کہ ہر حالت میں زندہ رہنا چاہیئے، میں اب کبھی اپنے آپ کو معاشرتی احتساب کے حوالے نہیں کروں گا، مجھے یقین ہے کہ میں دوبارہ لایعنیت کی طرف سفر نہیں کر رہا ہوں؟ نہیں، نہیں، میری زندگی میں امید ہے، اس لئے میں لایعنی آدمی نہیں ہوں، میں تصوراتی آدمی نہیں ہوں، صرف ایک آدمی ہوں۔

شیخ صاحب، شیخ صاحب، بیٹھک سے باہر کوئی نسوانی آواز احمد کو یاد کر رہی ہے، جواب کا انتظار کئے بغیر بیٹھک کا دروازہ دھڑام سے کھلا ہے، ایک سڈول جسم کی عورت خوشبو میں نہائی ہوئی اور زیورات سے مرصع اندر داخل ہوتے ہی پوچھنے لگی ہے: شیخ صاحب کدھر ہیں؟ وہ بیمار ہے، میں نے قدرے گھبراہٹ سے جواب دیا ہے، وہ میرے جواب پر زیادہ توجہ کئے بغیر صوفے پر بیٹھ گئی ہے۔ نووارد عورت چالیس کے پھیر میں ہے۔ اس کی آمد سے احمد کے کمرے کی بے رنگی ختم ہو گئی ہے، اس کے زیورات کی کھنک ریشمی ملبوسات کی سرسراہٹ اور عطریات کی مہک اس کے بدن سے نکل کر میرے بدن میں سرایت کر رہی ہے۔ اس کی تمام تر زیبائش اس کے اصل روپ کو چھپانے کی ایک کوشش ہے، وہ وہ نہیں

Scanned with CamScanner

ہے جو وہ ظاہر کرنا چاہتی ہے۔ وہ بڑی بے اعتنائی سے اپنی طلائی چوڑیوں سے کھیل رہی ہے، میں نے کنکھیوں سے اسے کئی مرتبہ دیکھا ہے، مگر اس نے مطلقاً کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا، غالباً میری وضع قطع کچھ مایوس کن ہے، دبلے پتلے بدن پر بالکل معمولی نوعیت کے کپڑے اور کئی دنوں کا بڑھا ہوا شیو، وہ یہی سمجھ رہی ہو گی کہ میں بھی کسی بھنگ یا چرس کے مقدمے میں ماخوذ ہوں۔ احمد کا پیشہ کافی دلچسپ معلوم ہوتا ہے، ہر رنگ ڈھنگ کے آدمی اس کے سامنے اپنا پیٹ ہلکا کرتے ہیں، ابھی اسی وقت ایک سابقہ پروفیسر اور ایک مشکوک عورت اس کے منتظر ہیں۔ دونوں میں ایک لفظ فروخت کرتا تھا اور ایک بدن، دونوں کو اپنی جنس سے رغبت معلوم نہیں ہوتی، اس اعتبار سے دونوں مکروہ ہیں، یہ عورت بھی بہت جلد ریٹائر ہونے والی ہے، میں یہاں سے کبھی کا اٹھ کر چلا گیا ہوتا لیکن اس نامعلوم عورت کی کشش نے مجھے کچھ دیر اور بیٹھنے پر مجبور کر دیا ہے۔

کھٹ سے دروازہ کھلا ہے، احمد اپنے موٹے پیٹ پر تہہ بند کے پلو کستا ہوا کمرے میں داخل ہوا ہے، اور نووارد عورت کو دیکھ کر کچھ جھجک سا گیا ہے: اوہ بیگم صاحبہ آپ ہیں! آداب شیخ صاحب۔ بیگم صاحبہ آپ نے اپنے آنے کی اطلاع نہیں بھیجی۔ میں ذرا جلدی میں ہوں، آپ کے لئے چائے منگواؤں؟ نہیں بس شکریہ۔ اوہ پروفیسر کیا حال ہے؟ تم سے ملنے آیا ہوں، احمد کچھ جواب دیئے بغیر حریصانہ نگاہوں سے نوارد بیگم کے جسم کے تمام اعضا کا بڑی بے حیائی سے جائزہ لے رہا ہے، وہ بھی غالباً نگاہوں کا مطلب پہچان گئی ہے، دونوں ایک دوسرے کو اس طرح دیکھ کر مسکرا رہے ہیں جیسے میں ہڈی میں کباب ہوں۔ اچھا احمد میں چلتا ہوں۔ یار تم سے کس بات کا پردہ، بیگم صاحبہ ان سے ملئے یہ ہیں میرے پرانے کلاس فیلو پروفیسر ہی ہی ہی۔۔۔۔ اس عورت نے اس تعارف کے باوجود کسی رغبت کا اظہار نہیں کیا ہے۔ اس کے پُرتمکنت رویے نے مجھے خفیف کر دیا ہے، اچھا احمد میں چلتا ہوں نہیں بیٹھو اس سے کیا پردہ! شیخ صاحب پہلے میں خواجہ صاحب کے پاس چلی تھی پھر سوچا

Scanned with CamScanner

آپ سے ملتی جاؤں، واہ بیگم صاحبہ خواجہ صاحب کے پاس کون سی گیدڑ سنگھی ہے، میں آپ کا نیاز مند ہوں ہر خدمت کے لئے تیار، شیخ صاحب، جھجکیے مت، ہمارا پروفیسر بڑا بے ضرر انسان ہے۔ شیخ صاحب میں بڑی پریشان ہوں، ہاں آپ کے مقدمے کی تاریخ بھی کافی نزدیک ہے، اس ماہ کی ۲۵ تاریخ ہے، بیگم صاحبہ آپ نے اپنی ضمانت کے سلسلے میں معجزہ کر دکھایا، مجھے امید نہیں تھی کہ آپ کی ضمانت ہو گی۔ ضمانت کرانا کون سی مشکل ہے، سارے جاننے والے ہیں کہ شہر کا کون میری زد سے بچا ہوا ہے ہی ہی ہی . . . . .

میں نے بڑی ریاضت سے یہ فن سیکھا اور سکھایا ہے۔ نازلی اور سانولی تو بالکل آپ کی یاد تازہ کر دیتی ہیں، کیا مطلب میں بہت بوڑھی ہو گئی ہوں؟ خدانخواستہ ابھی تو آپ کی بھرپور جوانی ہے نازلی اور سانولی کو کون پوچھتا ہے، یہ سب آپ کے منہ کو ہے اور آپ کو بلانے کے لئے تو بڑا دل گردہ چاہیئے، بیگم صاحبہ معاملہ کچھ گڑبڑ ہے۔ اسی لئے تو یہاں آئی ہوں، میرا خیال ہے کہ اس پیشی کے بعد آپ کا مقدمہ سیشن سپرد ہو جائے گا، اور آپ کی ضمانت منسوخ ہو جائے گی۔ نہیں، نہیں شیخ صاحب کچھ کیجیئے۔ آپ کے مقدمے کا انحصار اب خدا بخش کی شہادت پر ہے، وہ حرامی سیٹھ یاسین کے بھائیوں سے ملا ہوا ہے، وہ موقعہ کا اکلوتا گواہ ہے۔ اسی کے بندوبست کے لئے یہاں آئی ہوں۔ ہی ہی یہ بہت مشکل ہے۔ آپ کے لئے کون سی مشکل ہے۔ وہ تو ٹھیک ہے بیگم صاحبہ لیکن بغیر روپے پیسے کے کام نہیں بنے گا، میں چار پانچ سو دینے کو تیار ہوں۔ واہ، کم سے کم دو ہزار روپے لگیں گے۔ شیخ صاحب آج کل میرا ہاتھ تنگ ہے۔ آپ روپے پیسے کی پرواہ نہ کریں اس کے چند لفظوں پر آپ کی زندگی کا دارومدار ہے آپ کو موت سے خوف نہیں آتا، خدا کا واسطہ ہے کچھ رحم کیجیے، شہر میں جلوس جلسے ہو رہے ہیں . . . . . اس رقم کو اپنی جان کا صدقہ سمجھیئے آپ کو واقعات کی نزاکت کا احساس نہیں ہے کیونکہ موت سے قبل

سیٹھ یاسین آپ کے مکان پر تھا، یکایک اس کی طبیعت بگڑ گئی تھی اور خدا بخش ہی ڈاکٹر کو بلانے گیا تھا اور سنا ہے . . . . ، یہ بالکل غلط ہے مجھے زہر دینے کی کیا ضرورت تھی ؟ وہ میری آمدنی کا ذریعہ تھا۔ سچ اور جھوٹ کا فیصلہ تو وہیں ہو گا لیکن یہ بتا دوں کہ خدا بخش ٹھوک کر آپ کے خلاف شہادت دے گا۔ شیخ صاحب میں ابھی مرنا نہیں چاہتی، اخباروں نے یہ قصہ بڑے غلط رنگ میں بیان کیا ہے۔ بیگم صاحبہ حوصلے سے کام لیجئے، روپے کا کیا ہے، یہ آتا جاتا رہتا ہے، زندگی سلامت تو سب کچھ سلامت۔ میں اپنا زیور گروی رکھنے کو تیار ہوں۔ دراصل سچے گواہ کو توڑنا سنگین جرم ہے آپ کی وجہ سے میں خواہ مخواہ مصیبت میں گرفتار ہو سکتا ہوں۔ بس کرو شیخ صاحب! میں اب زیادہ برداشت نہیں کر سکتی میں کل تک آدھی رقم بھجوا دوں گی۔ نہیں پوری رقم کا بندوبست کیجئے، یہ لیں پانچ سو روپیہ باقی کل سہی۔ ہی ہی ہی شکریہ، میں اس بدبخت کو مایہ کی چمک سے پھسلا لوں گا، آپ آج ہی خدا بخش سے ملیں اچھا خدا حافظ . . . . . کمرے میں کچھ دیر کے لئے خاموشی چھا گئی ہے، کسی قدر خنکی کے باوجود احمد کا منہ پسینے سے شرابور ہے، وہ ایک دم بے تحاشا ہنسنے لگا ہے اور ہنستے ہنستے ایک دم سنجیدہ ہو گیا ہے: پروفیسر کیا حال ہے ؟ ٹھیک ہے، یہ کون تھی ؟ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے، کسی زمانے میں کافی مشہور تھی اب ایک بدھو سے سیٹھ پر پل رہی تھی محض لالچ نے یہ دن دکھائے۔

احمد تم بڑے سفاک ہو، بھائی رحم کا فلسفہ کلیساؤں کے لئے ہے اگر اس طرح سوچنا شروع کر دوں تو روٹی کہاں سے کھاؤں ؟ تم واقعی خدا بخش کو ورغلا سکتے ہو ؟ کیوں نہیں یہ اسی کے ایما پر ہی تو سب کچھ ہو رہا ہے ہا ہا ہا، بلیک میلنگ ؟ وہ کیا ہوتی ہے ؟ یعنی دونوں طرف طرفداری کرتے ہوئے بھی کسی کی طرفداری نہ کرنا، یار پروفیسر تم کیسی باتیں کرتے ہو اسی لئے تم زندگی میں ناکام ہو، یہ کون سی میری رشتہ دار

Scanned with CamScanner

ہے خواجہ بے چارے کو یہ مقدمہ میری وجہ ہی سے تو ملا تھا کہ میں گواہوں کو توڑنے کا
فن جانتا ہوں۔تم بھیڑیئے نما انسان ہو۔ نہیں میں نے صرف بھیڑ کی کھال پہنی ہوئی ہے
ہی ہی ہی۔تم بے رحم ہو۔اس لئے کہ قانون خود سفاک ہے دیکھو پروفیسر قانون کا تعلق
رحم اور جواز سے نہیں ہے کیونکہ دنیا میں ہر ایک چیز کا جواز تلاش کیا جا سکتا ہے۔
احمد کیا ہر انسانی عمل کے لئے سزا مقرر ہے؟ ہر فعل کی بجائے ہر جرم کی سزا مقرر ہے،
انگریز نے کیسا قانون بنایا ہے کہ ۵۱۱ دفعات میں ساری انسانی خباثت کو مقید کر دیا
ہے . . . پروفیسر اپنے اندر لچک کی صلاحیت پیدا کرو، ایک ہاتھ سے تالی نہیں
بجتی، زخم کھانے کا فن سیکھو اچھا کیا تم آ گئے ہو۔ دراصل میں تم سے ایک قانونی مشورہ
حاصل کرنا چاہتا تھا کس نوعیت کا؟ دراصل وہ دیوانی مقدمہ ہے اور میرے رہائشی
مکان سے متعلق ہے۔اچھا کل تمہیں خواجہ صاحب، کے پاس لے چلوں گا، اب
تو یہ گھر کی بات ہے، بس اب تم نے زیادہ سوال جواب نہیں کرنے، جمعہ کے
دن سے تم نے میرے ساتھ جانا ہے، کہاں؟ تمہیں اس سے کیا، لیکن احمد تم میری
مدد کرنا کیوں چاہتے ہو؟ میں تمہاری مدد تو نہیں کر رہا تمہیں ساتھ رکھ کر اپنی مدد کر رہا
ہوں کیونکہ میرا کام بہت بڑھ گیا ہے، اکیلے نپٹنا بہت مشکل ہے۔ تمہارے کام کی اصل
نوعیت کیا ہے؟ ہا ہا بہت وسیع کام ہے موکلوں کو اپنے نرغے میں لانا، رسہ گیری
کرنا، دونوں فریقین سے جوڑ توڑ، گواہوں کو حسب ضرورت پھسلانا، منشی گیری،
مجرموں کو پکڑنے میں مدد دینا۔ تم اتنے کام بیک وقت کیسے کرتے ہو؟ اسی لئے تمہاری
ضرورت ہے! نہ بابا میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ بھئی یہ کام تم کر بھی نہیں سکتے اس کے
لئے بڑے تجربے کی ضرورت ہے تم بس فوجداری کا کام سنبھال لو باقی کام میں خود نپٹا
لوں گا۔ یار کوئی کام ایسا نہیں جو دفتر میں بیٹھ کر کیا جا سکے۔ میں بھی شروع شروع میں
کچھ ہتک سی محسوس کرتا تھا کہ ایک دم کالج سے اٹھ کر منشی کا شاگرد بن گیا تھا۔ تم میری

Scanned with CamScanner

مدد کرو اور ان چکروں سے بچا کر کچھ پرائیویٹ ٹیوشنیں ڈھونڈ دو، یہ میرے بس کا روگ نہیں ہے۔ تم مجھے مجبور سمجھ کر اپنے چکر میں الجھانا چاہتے ہو؟ تم شریفوں کی دنیا میں رہنے کے عادی ہو جرائم پیشہ لوگوں سے گھبراتے ہو؟ نہیں ہرگز نہیں، پروفیسر جرائم پیشہ لوگ عموماً شریفوں سے اچھے ثابت ہوتے ہیں، تمہارے جیسے شریف لوگ چھپ کر کم و بیشتر ہی واردات کرتے ہیں جو عادی ہیں علی اعلان کرتے ہیں۔ احمد زندگی نے تمہیں عملی فلسفی بنا دیا ہے لیکن مجھے اس کام سے کچھ گھبراہٹ محسوس ہوتی ہے۔ رائے عامہ سے مت ڈرو۔ کوئی مجھے کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ لیکن آوازِ سگاں سے میرے رزق میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہاں یہ لو ایک سو روپیہ، یہ کیسے روپے؟ اس خوشی میں کہ دس پندرہ سال بچھڑنے کے بعد دو پرانے کلاس فیلوز کی طرح پھر زندگی کا سفر اکٹھے شروع کر رہے ہیں۔ نہیں، نہیں، میں تم سے بھیک مانگنے نہیں آیا۔ پروفیسر اب ان تعلقات کو غلط رنگ مت دو، اسے میرا تحفہ سمجھو، نہیں، بس پروفیسر تمہارا حساب چلتا رہے گا۔ . . . . . .

احمے، او دئے احمے، باہر سے کسی نے گرج دار آواز میں آواز دی ہے، سنتے ہی احمد کا رنگ کسی قدر فق ہو گیا ہے، میں احمد کی گھبراہٹ بھانپ کر جانے کے لئے اٹھنے لگا ہوں کہ کسی نے پاؤں کی ٹھوکر سے دروازہ زور سے کھولا ہے ایک بھاری بھر کم شخص شلوار قمیص میں ملبوس جناح کیپ پہنے ہاتھ میں بید لئے ہوئے اندر داخل ہوا ہے۔

آیئے چوہدری صاحب بیٹھیے۔ نووارد میری طرف دیکھے بغیر دھڑام سے صوفے پر بیٹھ گیا ہے۔

اُف، یہ وہی بدبخت معلوم ہوتا ہے یہ یہاں کیسے آگیا؟ اسے کیسے معلوم ہے کہ میں احمد کے مکان پر کسی منصوبے کی تکمیل میں آیا ہوں؟ ہو سکتا ہے احمد بھی مخبر ہو . . . . . میں جسے وہم سمجھتا رہا ہوں وہ حقیقت ہے، وہم نہیں ہے جس کی تردید سر جھٹک کر کی تھی، یہ وہی ہے جو ہر شام ریستوران میں آکر اخبار پڑھا کرتا تھا ایک نہ ایک دن آمنا سامنا ہونا تھا، چلو روز روز کی جھک جھک ختم ہوئی یہ میرا کیا کر سکتا ہے۔ آج اس سے تفصیلی گفتگو ہو گی . . .

Scanned with CamScanner

چوہدری صاحب لسی منگواؤں، نہیں، مٹھائی نہیں۔ تو مجھے خوش کرنا چاہتا ہے، میں تیری انکوائری کرنے آیا ہوں، میری، میری کیسی انکوائری؟ تجھے ابھی مجھ سے پالا نہیں پڑا۔ میں تو کئی مرتبہ آپ کے ڈیرے پر سلام کرنے آچکا ہوں۔ مجھ پر کوئی احسان کیا ہے؟ نہیں جناب یہ تو میرا فرض ہے کوئی خدمت ہو تو؟ تیرے خلاف پھر بہت سی درخواستیں آئی ہیں اور میں نے اس میں تمہارے بیان لکھنے ہیں۔ کیسے بیان؟ لوگ تمہارا وہاں داخلہ بند کرانا چاہتے ہیں سنا ہے کہ تم سودے بازی کرتے ہو، اور تم نے خواجہ کو تین سو روپیہ مہینہ پر ملازم رکھا ہوا ہے؟ استغفراللہ، میں تو ان کا پروردہ ہوں، لوگ خواجہ صاحب سے ملتے ہیں۔ دیکھو میں تمہیں ایک بات بتا دوں، کبھی میرے گواہ مت توڑنا، میں بڑا خطرناک آدمی ہوں، بہت جلد بدلہ لیتا ہوں۔ توبہ، توبہ، میں نے یہ کام کبھی نہیں کیا ہے۔ نہیں میں سب کچھ جانتا ہوں سب علاقوں کے گواہ تمہارے قبضہ میں ہیں۔ ہی ہی ہی میرا ان سے کیا تعلق ہے؟ چوہدری صاحب آپ کی مدد سے علاقے ہیں . . . . میں سب کو نتھ ڈال دوں گا۔ آپ تو علاقے کے بادشاہ ہیں جس کو چاہیں بند کر دیں۔ مجھے اس علاقے میں آئے ایک مہینہ ہو چلا ہے لیکن تیرا یار ملک ابھی تک ملنے نہیں آیا، اس کی کیا مرضی ہے؟ چوہدری صاحب آج کل بیمار ہے۔ دیکھ احمے میں یہاں ترقی پر آیا ہوں اور اس علاقے میں اپنی دھاک بٹھانا چاہتا ہوں کیونکہ یہاں جو دھاندلی مچی ہوئی ہے مجھے اس کو ختم کرنے کے لئے یہاں بھیجا گیا ہے، مجھے یہاں ایک دو ایسے اعتمادیوں کی ضرورت ہے جو میرے اور عوام کے درمیان رابطے کا کام کر سکیں! چوہدری صاحب شکر ہے کہ آپ سب کچھ بھانپ گئے ہیں آپ کے آنے سے پہلے جعفر اور صادق ملک صاحب کے منہ لگے ہوئے تھے اور انہیں بہت بدنام کیا تھا، ہر مرتبہ کچھ لے کر منحرف ہو جاتے تھے۔ اوئے میں سب کچھ سمجھتا ہوں مجھے اعتمادی گواہ چاہیئے ہیں ان کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکے گا۔ لیکن چوہدری صاحب مفت کوئی شہادت نہیں دیتا۔ میرے پاس کوئی خزانہ تو نہیں ہے البتہ میں مدد

Scanned with CamScanner

کرنے والے معاوضے کو اپنے علاقے میں رعایت دے سکتا ہوں! چوہدری صاحب میں تعارف کرانا بھول ہی گیا وہ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا ہے، اس نے مجھے پہچان لیا ہے، میں نے ایک دو مرتبہ سر جھٹک کر اس کا چہرہ بغور دیکھا ہے لیکن اس کے خطوط واضح نظر نہیں آ رہے ہیں، ایک دم میرے سارے بدن میں بجلی کوند گئی ہے، آنکھوں کے گرد کی رگیں سکڑنے لگی ہیں، منہ کا ذائقہ خوفناک حد تک کڑوا ہو چکا ہے، یہ میرا قاتل ہے میں نے میز پر رکھے ہوئے تانبے کے پیپر کٹر کو اٹھا کر بڑی ہمت سے اس پر وار کرنے کی کوشش کی ہے، کسی نے جھٹک کر میرا بازو پکڑ لیا ہے! ہا ہا ہا، اوئے اسے اس کے تعارف کی کیا ضرورت ہے، وہ میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر بھرپور طریقے سے مصافحہ کر رہا ہے۔ چوہدری صاحب آپ پروفیسر کو جانتے ہیں؟ آپ وہی ہیں؟ ہاں پروفیسر میں وہی ہوں جس سے تم ہمیشہ چھپتے رہے ہو، احمد میری طبیعت متلا رہی ہے، یہ لو پانی پیو، نہیں میں چلتا ہوں۔ ٹھہرو کچھ دیر بیٹھو جب طبیعت ٹھیک ہو جائے پھر چلے جانا۔ اسے تیرا یار کچھ مشکوک سا ہے؛ چوہدری صاحب آپ کا مغالطہ ہے۔ اوہ نہیں اوئے ہم بہت دیر سے تجھے دیکھتے رہے ہیں؛ چوہدری صاحب آپ سارے زمانے کی نگرانی کر سکتے ہیں؛ اب جو کچھ ہو رہا ہے کیا آپ کی ساری قوت اس کو روک سکتی ہے؛ ہمیں اس سے کیا ہم تو اپنی ڈیوٹی ادا کرتے ہیں۔ لیکن کیا آپ میرا جرم بتا سکتے ہیں؛ ملزم یا مجرم بنانے کے لئے جرم بتانا ضروری نہیں ہے، دیکھو میں تمہیں زیادہ نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا، تمہارا میل جول مشتبہ افراد سے تھا اور تم طلبا کے ساتھ ضرورت سے زیادہ گھل مل رہے تھے۔ سنو چوہدری صاحب آپ فرد کو کچل سکتے ہیں لیکن وقت کا گلا نہیں گھونٹ سکتے، میں اب ہر خطرے سے آزاد ہوں، مجھے اب اور کیا نقصان پہنچایا جا سکتا ہے، پروفیسر تمہیں میرے قلم کی قوت کا پتہ نہیں ہے، میں تمہارے سارے کنبے کو باندھ سکتا ہوں، میں تمہیں اشتہاری ملزم بنا دوں گا ساری عمر جرائم تمہارا تعاقب کریں گے۔ چوہدری صاحب میرا دوست آج کل بہت پریشان ہے جو منہ میں آتا ہے کہہ دیتا ہے۔ نہیں ابھی اس کی اکڑ نہیں ٹوٹی۔ پروفیسر یار کیا کرتے

ہو چھوڑو ان باتوں کو۔ دیکھو پروفیسر میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ تو پھر مجھے انسان سمجھ کر گفتگو کی جائے ہیں نے تمہیں زیادہ پریشان نہیں کیا ہے، مجھے ایسا کرنے کے لئے کہا گیا تھا۔ میرے فرض سے پہلے بھی یہ سلسلہ جاری تھا، میں نے صرف کاغذوں کا پیٹ بھرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس طرح آپ میرا پیٹ خالی کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ پروفیسر پرانی باتوں کو چھوڑو چوہدری صاحب بڑے رحم دل واقع ہوئے ہیں۔ میری ان سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ پروفیسر تم سمجھدار معلوم ہوتے ہو۔ چوہدری صاحب مجھے ایک بات بتائیں کہ میں جب کچھ بھی نہیں کرتا تو کاغذات میں کیا لکھا جاتا ہے؟ ہا ہا پتہ نہیں وہاں صرف یہی درج تھا کہ تمہارا تعاقب ضروری ہے۔ کیا اب بھی میری نگرانی کی جا رہی ہے؟ معلوم نہیں! پروفیسر تم جیسے ذہین لوگوں کو ہماری مدد کرنی چاہیئے، ہمیں بھی احساس ہے کہ زمانہ بہت بدل گیا ہے اب لوگوں سے پیار محبت ہی سے کام لیا جا سکتا ہے، میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں! بہت کچھ جرائم کے انسداد میں ہماری مدد کرو، مشکوک لوگوں کے بارے میں ہمیں کچھ بتاؤ۔ یعنی جو کچھ میں نے نہیں دیکھا ہے اس کے دیکھنے کی شہادت دوں؟ بس کچھ سمجھ لو تمہیں ہماری امداد کرنی چاہیئے۔ اس کا معاوضہ دیا جائے گا۔ چوہدری صاحب آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ سنو سنو، تم اپنے بچے ہو گھبراؤ نہیں، تمہیں اب کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہیئے، میں اس علاقے میں نیا آیا ہوں اور میں کسی ایسے شخص کو اعتماد میں لینا نہیں چاہتا جو یہاں کا بھیدی ہو، میں بڑا محتاط ہوں میں تمہارا ماضی صاف کرا دوں گا، اور کچھ عرصے کے بعد تم دوبارہ پروفیسر بن سکو گے۔ چوہدری صاحب میں معافی نہیں چاہتا اور نہ ہی دوبارہ پروفیسر بننے کی خواہش ہے، میں نے جو کچھ کھویا ہے اسے دوبارہ نہیں پا سکتا آپ مجھے تعاون کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ سوچ لو پروفیسر تم اتفاق سے اس علاقے میں رہتے ہو جہاں میری حکومت ہے۔ چوہدری صاحب یہ مجھ پر چھوڑ دیں میں اسے رام کر لوں گا یہ ابھی ناسمجھ ہے۔ اسے سمجھا دینا کہ میں کس قسم کا آدمی ہوں ہاں ملک تمہارا یار ہے رسہ گیری کر رہا ہے

اسے میرا پیغام دینا کہ کیا مرضی ہے؟ یہ کہہ کر چوہدری ڈولتا ہوا اپنی سیٹ سے اٹھا ہے اور احمد کو کاندھے سے پکڑ کر کمرے کے ایک گوشے میں لے گیا اور دونوں سرگوشی میں کچھ باتیں کر رہے ہیں، کچھ صاف سنائی نہیں دے رہا وہ کچھ اس قسم کی بات کر رہا ہے کہ کوئی جابر بدمعاش اس کے نرغے میں ہے اور اس کی ضمانت کا بندوبست کیا جائے، احمد نے بڑے برخوردرانہ انداز میں سر ہلا کر اسے تسلی دی ہے اور وہ کسی قدر مطمئن ہو میری طرف دیکھے بغیر باہر نکل گیا ہے۔ احمد اسی طرح بے تحاشا ہنسنے لگا جیسے وہ نووارد عورت کی روانگی کے وقت ہنسا تھا، وہ ہنستے ہنستے ایک دم سنجیدہ ہو گیا ہے: احمد تم بڑے خوفناک آدمی ہو۔ کیوں؟ یہ کیا چکر ہے؟ تم درد رکھنے انسان ہو، پروفیسر تم اس سے خوامخواہ الجھ رہے تھے یہ بڑا امادر چود قسم کا آدمی ہے تمہارا اس سے کیا تعلق ہے؟ تمہیں آہستہ آہستہ پتہ چل جائے گا، احمد اس کے ساتھ مل کر کہیں مجھے کسی نے چکر میں الجھا تو نہیں رہے! ہا ہا ہا، اسے کیسے پتہ چلا کہ میں تمہارے پاس ہوں؟ مجھے کیا پتہ؟ مجھ پر شک کیوں کرتے ہو؟ شک تو نہیں کرتا اس اتفاق اور تواردپر کسی قدر حیران ہوں لیکن کیا تم میرے جانے کے بعد بھی اسی طرح ہنسو گے جیسے اس عورت اور چوہدری کے جانے کے بعد پاگلوں کی طرح ہنسے تھے۔ شاید میں تمہاری باتوں کا برا نہ مناؤں، لیکن تم میرے پاس چل کر آئے ہو۔ تمہارے پاس وہ دونوں بھی چل کر آئے تھے۔ تم میرے کلاس فیلو اور محلے دار ہو تم سے معاملہ ذرا مختلف ہے، تم مجھے دوسرا احمد پاؤ گے۔ احمد پھر مجھے خواجہ صاحب کے پاس؟ بس ایک دو روز میں بینک والا قصہ بھی طے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ احمد کیا میں گمراہی کی طرف جا رہا ہوں؟ ہا ہا ہا جیسا دیس ویسا بھیس! تم کس چکر میں الجھ رہے ہو؟ تلاش رزق کا تعلق گمراہی سے نہیں ہے تم ایک دو دن مزید سوچ بچار کر کے مجھے اطلاع دو، میرے پاس جو کچھ ہے وہ حاضر ہے باقی تمہاری مرضی! تمہاری آفر کا شکریہ، پروفیسر میں بھی تمہاری طرح اس بات میں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی کسی کا ہمدرد نہیں ہوتا مگر بعض دفعہ انسان کا وسیلہ بن جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

⑧

اس دیوار کے پیچھے کون ہے ؟ کوئی نہیں ، میرا سایہ ہے ، یہ ریت کی نہیں وجود کی دیوار ہے ۔ میں اس دیوار کا سایہ ہوں جو مجھ سے اوجھل ہے ۔ مجھے مابعد الطبیعات سے نفرت ہے ، اس سے ابھی تک کسی کو کیا ملا ہے ، ایک تسلی ، ایک فریب نظر ۔ اگر یہ دیوار واقعی دیوار وجود ہے تو پھر میں یقیناً ایک سایہ ہوں جو اس کے پیچھے چھپا ہوا ہے ۔ انسان یعنی وجود یعنی دیوار یعنی حقیقت اس دیوار سے ماورا نہیں ہو سکتی ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے آپ سے ماورا نہیں ہوں ، اور میرے سامنے جو کچھ ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے ۔ کائنات کی ہر ایک چیز اپنے معانی سے عاری ہوتی جا رہی ہے ، میرا وجود ایک لایعنی صورت حال بنتا جا رہا ہے ، اور اس سے فرار کیونکر ممکن ہے ..... ؟ اوہ ، راتوں کی تیرگی مجھے اپنی پناہ میں لے میں ہر ایک چیز سے تھک گیا ہوں ، اپنے آپ سے بھی اور ان سے بھی جن کے درمیان مجھے رہنا ہے ! اے آتش سیال مجھے اس طور منتشر کر دے کہ پھر مجھے اکٹھا نہ کیا جا سکے ، اور پھر میں ہوش سے عاری ایک بچے کا ذہن لے کر انہیں سڑکوں پر دیوانہ وار پھروں اتنا کہ شناخت کے سب قرینے محو ہو جائیں ، شعور اور وجود کے درمیان کھنچی ہوئی لکیر کو منہدم کر دوں ، ہر اثبات سے انکار کروں اور ہر انکار سے اثبات کا قرینہ اخذ کروں ۔ اے راتوں کی رات ! تو میرے ماضی کو مجھ سے میرے مستقبل سے میری سوچ کو ہمیشہ کے لیے جدا کر دے کہ دوسرے میرا جہنم ، اور میں ابتر ہوں ایک باغ کی طرح جس کے برگ و بار تیز آندھی سے الجھ

گئے ہوں ۔ میں اور کچھ نہیں دیکھنا چاہتا کہ دیکھنا تجربہ کرنا ہے ، میں نے جو کچھ دیکھا ہے اسے اور دیکھنا نہیں چاہتا جو کچھ دیکھ چکا ہوں اس میں صرف اتنی معنویت ہے کہ اس میں کوئی اور معنویت نہیں ہے ۔ میں اسی دن ہی سمجھ گیا تھا کہ اب مصلحت کا دور گزر چکا ہے ۔ ایک ہجوم کالج سے باہر شور و شغب کے سیلاب میں ڈوبا ہوا تھا ان کی دیکھا دیکھی لڑکوں نے بھی احتجاج کے طور اس طرح آوازوں کو ایک ہی لے کے کورس میں تبدیل کیا جیسے یونانی المیوں میں سنائی دیتے ہیں ۔ پھر کیا تھا، آناً فاناً وہ مسلح گروہ کی صورت میں لاٹھیاں لہراتے ہوئے اندر آئے، معلّم اور طالب کے سب قرینے مٹ چکے تھے ، لڑکے بکھر چکے تھے اور وہ کالے چغے پہنے ہوئے مطمئن تھے کہ انہوں نے سوائے اس کے کوئی اور جرم نہیں کیا کہ وہ اس علم کی ترسیل کرتے تھے جو شعور کی بجائے گریز کا درس دیتا تھا ۔ دیکھتے دیکھتے ان پر اشک آور گیس اور لاٹھیوں کا سیلاب تھا کہ ان پر اکسانے کا الزام تھا ۔ اس کے بعد میں نے کلاسوں میں جانا کم کر دیا اور اسی سوچ میں رہتا کہ کس طرح اس چار دیواری سے فرار حاصل کروں ، قسمت نے خود ہی ایک موقع پیدا کر دیا۔ لیکن اس موقع میں تہذیب نہیں تھی ، مجھے کان سے پکڑ کر باہر نکالا گیا ہے ، ہر ایک کو اچنبھا ہوا ہے ، ہر ایک نے حیرت سے یہی کہا ہے کہ میں ایسا تو نہیں تھا جیسا ثابت ہوا ہوں ۔

میرے مرحوم دوست نے کئی مرتبہ مجھے اشارۃً سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ میں اپنے رویّے میں تبدیلی پیدا کروں ، میں نے اس کی بات ہنسی میں ٹال دی تھی کہ میں کس بین الاقوامی سازش میں مصروف ہوں ؟ ایک دن اس نے رازدارانہ لہجے میں کہا تھا : تم خطرے میں ہو ! کیسا خطرہ ؟ میں نے تنک کر جواب دیا تھا ۔ پھر میں نے ایک دن اس سے کہا تھا : حضرت پہلے ہی منکر نکیر

میری نگرانی پر معمور ہیں ، اس کے علاوہ میرا شعور میری مراقبت میں ہے اور پھر آپ بھی میری دیکھ بھال پر لگے ہوئے ہیں ! اس نے حقارت سے منہ موڑ لیا تھا ۔ میرا تخیل بھی کتنا محدود ہے ، میں صرف گزرے ہوئے وقت کے بارے میں سوچتا ہوں ، اپنا تماشائی خود بن گیا ہوں ، میرے اندر عظمت کا کوئی جوہر نہیں ہے ، میں ایک عام ذی نفس کی طرح کسی الجھن کے بغیر زندہ رہنا چاہتا ہوں ، ایک ایسے شخص کی طرح جس کی زندگی کی کل کائنات چند ضروریات کی تکمیل ہے اور بس ۔ میں اس خواہش ، اس ارادے کے باوجود اضطراب میں ہوں جس کی نوعیت ابھی تک نہیں سمجھ سکا ہوں ۔ اوہ ، کیسا بے اجر عہد ہے جو مجھے ایک اضطراب کے علاوہ اور کچھ نہیں دے سکا اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے ، میں اس عہد کی قید میں ہوں ، میں اس قید سے نکل سکتا ہوں لیکن اس راستے پر میرا سایہ ہی ایک حریف کی طرح راستہ روکے ہوئے ہے ۔ میری قید اور رہائی میں اس سارے عہد کے سوالات چھپے ہوئے ہیں ۔ ان سوالات کو کون ایک علم کی طرح اٹھائے کہ عہد زوال ہے ! کیسا زوال ؟ ایک نظام کا جو ایک مرتے ہوئے آدمی کی مٹھی کی طرح کھلتا جا رہا ہے ۔ یہ دیکھتے ہوئے بھی ، یہ جانتے ہوئے بھی ، یہی سمجھا اور سمجھایا جا رہا ہے کہ عقیدے کا زوال ہے ، سرشت کی تبدیلی نہیں ہے ۔ میرا ذہن پہلے سے زیادہ الجھ گیا ہے ، بے اجر عہد میں میری بصارت بھی اندھیرا بن چکی ہے ، اوہ ، میں نے ضرورت سے زیادہ "جن" پی لی ہے ، مجھے اس خلط مبحث سے کیا ؟ میں نہ لیڈر ہوں اور نہ فلسفی ، ایک حقیر بندہ بشر جو ضرورتوں کے ہاتھوں ایک تنکے کی طرح بہتا جا رہا ہے ۔ کچھ دن پہلے احمد نے چند روپے دیئے تھے جو ہر ضرورت کے لیے قلیل تھے اور ہر ضرورت کے لیے سب کچھ قلیل ہوتا ہے ، قلت کو

بھنات میں تبدیل کرنے کے لئے ضرورت کو عدم ضرورت میں تبدیل کیا جاتا ہے، یہ ایک لمبی بحث ہے، نفس انسانی اور اقتصادیات کا الجھاؤ ہے، دونوں ایک دوسرے کا تناقص ہیں۔ مجھے یہ روپے ماں کو دے دینے چاہیئے تھے لیکن میں نے خود غرضی کی، اسے اپنی ملکیت سمجھا، مجھے الکوہل کی ضرورت ہے، اور میں مغلوب ہوں، میں اختر شیروانی نہیں بننا چاہتا، یہ مجھے انتخاب کا حوصلہ دے رہی ہے، یہ مجھے اپنی تقلید کا جواز فراہم کر رہی ہے کہ میں نے اپنے آپ کو اپنے آپ سے کس طرح جدا کیا ہے، یہ عمل محیر العقول بھی ہو سکتا ہے اور غیر متوقع بھی، نہیں جب تک انسان زندہ ہے ہر ایک بات متوقع ہے، کسی وقت کچھ ہو سکتا ہے، اس کا انحصار لمحات پر ہے، پیرس کے گوگاں نے تاہتی جزائر میں جاکر کپڑے اتار دیئے، اس نے اپنی شخصی تہذیب کے ہر تار کو ادھیڑ کر وہاں کے باشندوں ایسی زندگی بسر کی، اس کا سفر تہذیب سے عدمِ تہذیب کی طرف رجعت کا عمل تھا۔ میرا عمل اس سے مختلف ہے، میں دانستہ طور پر یہ سب کچھ کر رہا ہوں، میرے گرد جو نرغہ قائم کیا ہے میں اسے توڑ دوں گا، میں نے اپنی قیمت لگا دی ہے۔ اوہ، رات کا ایک بج چکا ہے، مجھے اس منحوس کمرے سے نکل جانا چاہیئے، باہر شہر میرا منتظر ہے، زوال کا وقت ہے، خواہشیں شکست خوردہ سپاہیوں کی طرح پسپا ہو رہی ہیں۔ تمام اہلِ خانہ محوِ خواب ہیں، تمام کمرے خاموش ہیں، رضیہ کے کمرے میں مدہم روشنی جل رہی ہے، وہ کرسی پر بیٹھی ہوئی غنودگی کے عالم میں ہے، وہ لا علاج ہے، مرگی، ہسٹریا وغیرہ وغیرہ کی سب تشخیصیں غلط ہیں، وہ اپنے عورت ہونے کے عذاب میں مبتلا ہے، یہاں اس کی رہائی ممکن نہیں ہے۔ صحن میں تاریکی ہے۔ تمام چارپائیاں الٹی کھڑی ہیں، یہ نحوست کی علامت ہے، آسمان پر دمدار ستارہ محوِ سفر ہے، ساری کائنات ایک ازلی نحوست میں

Scanned with CamScanner

جکڑی ہوئی ہے۔ کون ؟ رضیہ نے خواب آلود آواز میں پوچھا ہے۔ سوتی رہو، میں نے جلدی سے جواب دے کر صحن سے باہر نکلنے کی کوشش ہے، وہ یکلخت زور سے ہنسنے لگی ہے : مجھے پتہ ہے تم کہاں جا رہے ہو، مجھے بچا لو، بچا لو، وہ آ رہے ہیں۔ گھر کے دوسرے کمرے کی روشنیاں جلنے لگی ہیں۔ باہر تاریکی ہی تاریکی ہے، مجھے یہ بھی نہیں پتہ کہ مجھے کہاں جانا ہے اور کیا سوچنا ہے؟ رگوں میں الکوہل کی نصف بوتل کے باوجود سردی کا احساس بدستور قائم ہے۔ میں مجرم نہیں ہوں، میں نے کچھ نہیں کیا، یہ میرا پیدائشی احساسِ جرم نہیں ہے، میں اس کی بیماری کا ذمہ دار نہیں ہوں، میں تو خود بیمار ہوں، یہ سارا عہد بیمار ہے اور کسی کو یہ بھی نہیں پتہ کہ کون کیوں بیمار ہے؟ یہ شہر بیماروں کا ہسپتال ہے، یہ طاعون ہے، بیٹھے بیٹھے ایک دم جسم پھکنے لگتا ہے اور ذہن کی طنابیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ قابیل نے خدا سے کہا تھا : میری سزا برداشت سے باہر ہے۔ خدا نے اسے معاف نہیں کیا اور کہا : جو قابیل کو قتل کرے اس سے سات گنا بدلہ لیا جائے ...... اور خدا نے قابیل کے لیے ایک نشان ٹھہرایا کہ کوئی اسے پاکر مار نہ ڈالے..... قاتل کا تحفظ کیا گیا لیکن میں منکر ہوں میرا کوئی ساتھی نہیں ہے، کوئی ضابطہ میری حفاظت کے لیے آمادہ نہیں ہے، ہر طرف خلا ہی خلا ہے، میں نے اسے منفرد کے طور پر قبول کیا ہے۔ میرے جرائم کی فہرست آج کے بعد طویل ہوگی، اب کسی کے دکھ درد میں میری آنکھیں نم نہیں ہوں گی، میں نے ضابطوں اور اقدار کا طوق گلے سے اتار دیا ہے، میں ایک قدیم وحشی کی زندگی بسر کروں گا۔ میں نے بازی جیت لی ہے، میں نے گزرے ہوئے اور آنے والے کل کے درمیان خطِ فاصل کھینچ لیا ہے۔ میں اب وہ نہیں ہوں جو کل تھا۔

چلتے چلتے بدن شل ہو چکا ہے اور تیز تنفس میں الکوحل کی بو رچی ہوئی ہے،

آج کی رات بڑی گھمبیر ہے ؛ الکوہل کا سمندر پینے کو جی چاہتا ہے، میں سارا لہو
بلڈ بینک کے حوالے کر کے رگوں میں آتش سیال بھرنا چاہتا ہوں۔ وائن شاپ
کبھی کی بند ہو چکی ہے۔ دکان سے باہر مالک کا ایجنٹ شراب کی بلیک کرنے
کے بعد جا چکا ہے۔ نہ جانے کیا وقت ہے ؟ جب میں یونیورسٹی کے ٹاور کے
پاس سے گزرا تھا تو اس وقت بارہ کا عالم تھا اب زیادہ سے زیادہ ایک بجا ہوگا۔
کچھ آخر شب اور کچھ موسم کی بے یقینی نے مالک، کے ایجنٹ کو جلدی گھر جانے
کی تلقین کی ہوگی، چلو کنٹری میڈ کے اڈے کا رُخ کرتے ہیں لیکن وہ کس جگہ فروخت
ہوتی ہے؟ کسی سے معلوم کر لوں گا، کیسی احمقانہ بات ہے، کبھی کسی نے کسی سے
پوچھا ہے کہ شراب کہاں ملتی ہے ؟ ایسی دکانوں پر ہر شخص چوری چھپے جاتا ہے،
دکانوں کے باہر کھڑے لوگ اندر جانے والے کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں،
خریدنے والا لرزہ براندام ہوتا ہے کہ کہیں کوئی موجود نہ ہو، اگر واقعی وہ دکان کے
اندر موجود ہے تو فروخت کنندہ بڑی درشتی سے اجازت نامہ مانگتا ہے اور نفی کی
صورت میں صاف مُکر جاتا ہے، جب میدان صاف ہو تو منہ مانگی قیمت وصول
کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ کبھی سنا تھا کہ سینماؤں کے چوک میں لال پری ملتی
ہے لیکن اس سمے اس طرف کا رُخ کرنا خطرہ ہی خطرہ ہے .... کہیں گشت
پارٹی سے مڈ بھیڑ ہو گئی تو خواہ مخواہ مصیبت آ جائے گی، میرا حلیہ بھی اس وقت
آوارہ گردوں ایسا ہے، وہ میرا منہ سونگھیں گے، پھر میری قے اور پیشاب
کا نمونہ لے کر کیمیائی تجزیے کے لیے کسی لیبارٹری میں بھیجیں گے، ثبوت مل
جائے گا اور مجھے اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا، میرے پاس اس کے حصول کا اجازت نامہ
نہیں ہے .... مجھے کدھر جانا ہے ؟ میں شہر کی مرکزی شاہراہ کے چوک
میں سفید روشنی کے نیچے کھڑا سوچ رہا ہوں، سر میں بے تحاشا درد ہے اور

Scanned with CamScanner

طبیعت متلا رہی ہے، جو کچھ معدے اور دل و دماغ میں ہے اسے ایک ہی جھٹکے سے الٹ دوں اور سارے شہر کو دکھا دوں کہ میرے ذہن اور معدے میں کیسی غلاظتیں ہیں، انہیں بھی یقین آ جائے کہ میری طرح وہ بھی خوشنما جلد کے اندر اتنی غلاظت چھپائے ہوئے پھر رہے ہیں، معدہ سکڑ چکا ہے، ٹانگوں میں نقاہت اور ارتعاش اور دل کی دھڑکن بے تحاشا تیز ہوتی جا رہی ہے، یہ جسمانی کیفیت ناقابلِ برداشت ہے، ہسپتال بھی کافی قریب ہے، نہیں وہ میرے ناک میں آکسیجن کی نالی لگا کر سانس دینے کی بجائے سارا لہو چوس لیں گے اور کسی ضرورت مند کو دینے کی بجائے قیمت وصول کریں گے، لیکن اس وقت زندہ رہنے کے لیے اتنے تردد کی ضرورت ہے؟ میں جسمانی عذاب سے قدرے گھبرا گیا تھا۔
اس چوراہے کے چاروں طرف سڑکیں ہی سڑکیں ہیں، ان کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہو سکتا، یہ شاہراہ کتنی راز دار ہے، اس کے سینے میں صدیوں کے راز پنہاں ہیں، صبح سے شام تک قدم، پہیے اور ٹائر اس کی سینہ کوبی کرتے ہیں، یہ کتنی متحمل ہے کہ ہر ایک کی نیتیں جانتے ہوئے بھی خاموش رہتی ہے، اب بھی کوئی اکا دکا کار فراٹے بھرتی ہوئی پاس سے نکل جاتی ہے، چاروں سڑکیں سفید روشنی میں چمک رہی ہیں، یہ صبح تک کسی کی منتظر نہیں ہیں، اس شاہراہ کے اوپر تاریکی کا دبیز خول چڑھا ہوا ہے اور تاریکی کے خول میں آسمان کو کاٹتی ہوئی بجلی کی کمان ایک پل کے لئے نمودار ہو کر غائب ہو جاتی ہے، نہیں یہ قوس قزح ہے، رات کے وقت قوس قزح؟ میرا دماغ چل گیا ہے، روشنی کی کمان اس مرتبہ گرج کے ساتھ نمودار ہوئی ہے سارا شہر کانسی کے کٹورے کی طرح لرز رہا ہے، یہ زلزلہ ہے، شاہراہ کے سینے پر دبی ہوئی تارکول ابلنے لگی ہے، زلزلہ پیما کی سوئیاں ٹوٹ چکی ہیں، زمین قدموں کے نیچے سے سرک رہی ہے، شہر کے مکان روئی کے گالوں

Scanned with CamScanner

کی طرح اڑ رہے ہیں ، زمین کا سارا بدن شگافوں سے بھر گیا ہے ، ہرے بھرے درخت زقوم میں بدل گئے ہیں ، ٹھنڈی ہوا میں بلا کی گرمی ہے ، شاہراہ کے درمیان میں آگ کا شعلہ اوپر ابھرا ہے اور شعلے پر پانی کی دیگ ابل رہی ہے ، عوام الناس اپنے اعمال نامے تعویذوں کی صورت میں حمائل کئے الاؤ کی طرف آگے بڑھ رہے ہیں ، سونے کا تخت نشینوں سے خالی ہے ، تاریک فضا الاؤ کی لو سے سرخی اور سیاہی کی خونابی ردا بن گئی ہے ۔ انتہاہ خاموشی صدائے اسرافیل ہے ، دماغ گرم ہانڈی کی طرح ابل رہا ہے ، مجھے بار بار تنبیہہ کی جا رہی ہے کہ میں گمراہی کی طرف جا رہا ہوں ، میرا فیصلہ انسانیت کے لیے مہلک ہے ، میں بے گناہوں پر ظلم کی بارش برسا کر جبر کی بارات کا دلہا بن جاؤں گا ، دلدوز چیخوں کی آواز بانسری کی طرح سریلی ہے ، یہ میری شب زفاف ہے ، یہ دھماکے کیسے ہیں ؟ ہیروشیما ! ویتنام ! انسان کشی کی روایت ابھی زندہ ہے ، انسانیت کی آخری رات زوال پر ہے ، بجلی کی کمان پھر آسمان پر نمودار ہوئی ہے ، یہ عہد ہے ، یہ وعدہ ہے لوگوں کے ساتھ جو ابھی تک پورا نہیں ہوا ۔ گرانی ، بے روزگاری ، استحصال ، انسان کشی اور فسطائیت کا سیلاب ——— کمان درمیان میں رکھی گئی تھی اور عافیت وعدہ تھا ، عذاب کی یہ شکلیں صریحاً بدعہدی ہے ، سیلاب چڑھا ہوا ہے ، کشتی ریزہ ریزہ ہو چکی ہے ، بادلو سنو : ابنِ آدم مقرب نہیں تھا ، انکارِ ابلیس حسد کا نتیجہ نہیں تھا ، اس نے اس کی آنکھوں میں جابرانہ جبروت کی جھلک دیکھ لی تھی کہ وہ نظریات کے اصنام کدوں پر انسانی لہو کی قربانی دے گا ، وہ ہم نفسوں کا دشمن بن کر ہمیشہ خنجر بکف رہے گا ، طبقات تخلیق کر کے برادر کشی کا ثبوت دے گا ...... میں چیختا ہوں ! میں احتجاج کرتا ہوں ! میری صدا سے بام و در گونج اٹھیں گے ! میں بادل بن کر منحوس

شہروں پر آگ کی بارش برساؤں گا ! میں روندے ہوئے کسانوں ، مزدوروں ، اور بے گناہ مجرموں کا نوحہ بن کر تجھے پریشان کروں گا...... میرے اندر کس کی صدا گونجی ہے ، مجھے مت روکو میں نے خطرناک راستہ اختیار کرلیا ہے وہ کیا ہے ؟ وہ کیا ہے ، لونزو ، اولوتزد ....

بارش کا پہلا قطرہ آگ کے گولے کی طرح سر پر پھٹا ہے ! یکے بعد دیگرے بارش کے قطرے میرے جسم پر دیوانہ وار گر رہے ہیں ، مجھے اس برگد کے نیچے پناہ لینی چاہیئے ، اس کے نیچے روشنی تلاش کی گئی تھی ، اسے نروان نہیں ملا تھا کیونکہ اگر اس نے کچھ دیکھا تھا تو وہ اسے بیان کرنے سے قاصر تھا ۔ اسے دیوارِ وجود کے پیچھے روشنی کی چھاؤں نظر آئی تھی ، لیکن مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا ہے کیونکہ میں صرف ظاہری حقیقت پر یقین رکھتا ہوں ، میں جو کہ ایک دیوار ہوں میرے اندر شعور کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے ، ڈھونڈنے والو روشنی دیوار اور برگدوں کے نیچے نہیں ہے ، محنت روشنی ہے ۔ ہر ایک کو روشنی دریافت کرنے کا حق ہے ، سونا ، علم اور سکون سب روشنیاں ہیں ، بعض کم عقل روح کو روشنی کہتے ہیں ، انہیں کیسے بتاؤں ؟ علین حیات بدن کی آفرینش اور پرورش ہے اور روح بیچاری تو بھٹکے جسموں کا آسیب ہے ، جسم سے پہلے خاموشی ، جسم کے بعد خاموشی ، باقی سب مفروضے ! میں آج کی رات دیوارِ وجود پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کرتا ہوں ، میں ذہن کی ہر تہہ میں سے اقداری ہیجان کو منہا کر دوں گا ، میں زندہ رہوں گا پتھر کی طرح ، گھاس کی طرح ۔ میں موت سے ہرگز خائف نہیں ہوں ، اس کی لایعنیت مجھے پریشان کرتی ہے ، مادہ اشکال بدلتا رہتا ہے ، میرا موجودہ وجود مادے کی جمالیاتی شکل ہے اس کی انتہا میرا شعور ہے ، شعور کی بے ترتیبی کے بعد میں دوسری دھاتوں کی طرح زمین میں دفن ہو جاؤں گا ، میری

Scanned with CamScanner

شناخت کا حوالہ بدل جائے گا ، میں ادراک نہیں کر سکوں گا بلکہ میرا ادراک کیا جائے گا ، سکول کے بچوں سے ماسٹر کہے گا : دیکھو بچو ، مادہ اپنی ہیئت کس طرح بدلتا ہے ، زندہ انسان نباتات اور جمادات کا حصّہ بن جاتے ہیں !

بارش اس قدر تیز ہو چکی ہے کہ گھنے برگد کے پتے اس کے شعلوں کو سنبھالنے سے قاصر ہیں ، دوزخی شہر پر بارش کے لئے کس نے دعا مانگی ہے ؟ اس بارش سے کھلیان کبھی ترو تازہ نہیں ہو سکتے ، یہ شہر اس کے باسیوں کی آفت ہی ہے ، اس تاریخی شہر کی ناموس کو محفوظ کیا جا سکتا تھا ، میں آج اس شہر کی عظمت سے منکر ہو چکا ہوں ، اس شہر نے ہمیشہ چڑھتے سورج کو سلام کیا ہے ، مجھے یاد ہے کہ ۱۸۵۷ء میں بھی اس شہر نے ان کا ساتھ دیا تھا ، مجھے یاد ہے کہ اس میں یونینسٹ حکومت کا بول بالا تھا ۔ اس شہر کی تمام بڑی عمارتیں ناجائز آمدنی کی پیداوار ہیں ، یہ بارش اس شہر کو راس نہیں آئے گی اور گردو نواح کے مضافات کی فصلیں برباد ہو جائیں گی ، بارش ، بارش میرے دل میں بارش ! شاعروں کے شہزادے ورلین میں تجھے سلام کرتا ہوں ۔ میں نے برگد کی ٹہنیوں میں سلگتے قطروں میں کچھ دیکھا ہے ، میں نے جو کچھ دیکھا ہے اسے بیان کر سکتا ہوں ، میری بشارت مکمل ہو چکی ہے ! میں نے جو دیکھا ہے وہ میرا فیصلہ ہے ۔ اس دوزخی شہر کے رہنے والوں تمہارے گوداموں میں میرے لیے اناج کا ایک دانہ بھی نہیں تھا ، تمہاری تجوریوں میں میرے لئے ایک سکہ تک بھی نہیں تھا ، تمہارے دلوں میں میرے لئے رحم کا ایک قطرہ تک بھی نہیں تھا ، میں بارش کی پرواہ کئے بغیر تمہارے خزانے لوٹنے آ رہا ہوں ، مجھے پہچانو ! میں تمہارے فاسد معدے کی قے ہوں تمہیں اسے دوبارہ چاٹنا پڑے گا ، میں خنکی اور نمونیے سے ہرگز خائف نہیں ہوں ، اب میں حملہ آور ہوں ، بجلی بن کر تمہارے اوپر گروں گا اور تم مجھ سے پناہ مانگو گے ، میں تمہارے

بدن پر بارہ اقسام کے کوڑھ کے جراثیم پھیلا دوں گا۔ آسمان پہ کمان نمودار ہو کر ٹوٹ گئی ہے، گیدڑوں کی طرح مت واویلا کرو...... شاہراہ کی روشنیاں اچانک بجھ گئی ہیں، ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے! بجلی کی کمان تھک کر محو ہو چکی ہے، صرف بادلوں میں گرج، اور ہر سمت اندھیرا ہی اندھیرا ہے!

Scanned with CamScanner

۹

میری کھوپڑی کے لیے میرا ذہن بھاری ہے ، میرے لئے میرا وجود بوجھل ہے ، ہم سب ایک دوسرے کے لئے بھاری اور بوجھل ہیں ، ہم سب کا صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے لیکن پھر بھی ہم ایک دوسرے کو اٹھاتے ہوئے ہیں، ایک دوسرے کو گھسیٹتے ہوئے خاک اڑاتے ہوئے چلے جا رہے ہیں ، کسی سوچ کے بغیر ، کسی منزل کے بغیر ، کیا ہر ایک کے لئے منزل ضروری ہے ؟ جنگلوں میں گھاس کسی خواہش اور کسی ایما کے بغیر خود ہی اگتا ہے اور خود ہی خاشاک بن کر اڑ جاتا ہے ، میں گھاس ہوں ، نہیں میں زندہ رہنے کی جبریت کا شکار ہوں ، زندگی سے باہر ہوتے ہوئے بھی اس سے باہر ہوں - دن اپنی نصف مسافت طے کر چکا ہے اور کلاک کی سوئیاں ایک زائر کی طرح طواف پیہم میں ہیں ، اوہ جو کچھ تم ہو ، جو کوئی بھی ہو انسانیت کے نام پر خاموش ہو جاؤ ، خاموش ہو جاؤ میں سونا چاہتا ہوں ، ایک شہتیر کی طرح ، اس میت کی طرح جس کی لحد بھی مٹ چکی ہے ، نیند کے لئے تاریکی کی ضرورت نہیں ہے - جب میں کبھی مصروف تھا پچھلے پہر ہی اپنی نیند پوری کر لیا کرتا تھا کہ مجھے رات کی آمد سے خوف آتا تھا ، شام میرے رگ و پے کو اپنے آسیب میں لے لیتی تھی ، اور میں تیسرے پہر ہر طرح کے مقابلے کے لئے تیار ہو جاتا تھا - اس وقت کتاب کا مطالعہ لایعنی ہے ، باہر جاؤں تو کس سے ملوں ؟ میرا کوئی دوست بھی نہیں ہے ، اپنے آپ سے کب تک باولے کی طرح باتیں کرتا رہوں ، آخر ہر چیز کی کوئی نہ کوئی حد ہوتی

چاہیئے لیکن میرا معاملہ تمام حدوں سے گزر چکا ہے ۔ ہو سکتا ہے میری طرح
کے اور لوگ بھی ہوں جو بستروں پہ ، گھروں کی چار دیواریوں میں کسی سے کچھ
کہے بغیر یوں ہی گزر جاتے ہوں ۔ میں نے کون سی ایسی تاریخی یا شخصی
صورتحال قبول کی ہوئی ہے جو مجھے جگائے رکھتی ہے ۔ میرا بچپن ، نہیں کچھ بھی
نہیں تھا ، اس لئے کوئی یاد کسی ایک سے وابستہ نہیں ہے ، ایک اصطبل کی زندگی
تھی جہاں بہت سے مویشی بندھے رہتے ہیں جنہیں ایک حکم کے تحت ایک جگہ
رہنے پر مجبور کیا گیا تھا ، اب کچھ آزاد ہیں اور کچھ آزاد ہوتے ہوئے بھی پابند ہیں؛
اس مکان کے مستقبل کے بارے میں امجد بھی درست کہتا ہے اور رحیم کی بات
بھی اتنی غلط نہیں ہے ۔ رحیم کویت جانے سے پہلے اس مکان میں اپنی وراثت
چاہتا ہے ، یہ اس کا حق ہے ، امجد کے مطابق مکان بینک کے نام رہن ہے ،
اس لئے اسے تقسیم یا فروخت نہیں کیا جا سکتا ، ماں کا تفکر بھی اپنی جگہ پہ
حق بجانب ہے ۔ میں اپنی وراثت سے انکاری ہوں ، نہ صرف اس مکان کی بلکہ
ہر اس صورتِ حال کی جس نے مجھے وہ بنا دیا ہے جو میں نہیں ہوں ، اسی لئے میں
نے امجد اور رحیم کی گفتگو میں شرکت نہیں کی ، میں صرف اس حد تک مکان کی ضرورت
محسوس کرتا ہوں جب تک اس کے سارے مکیں اپنے منطقی انجام کو نہیں پہنچتے ۔
وراثت حق نہیں ، حادثہ ہے ، زندگی یا موت کی طرح ، اوہ ، کلاک تو مجھ سے
پوچھے بغیر ہی آگے بڑھتا جا رہا ہے ۔ اس ہرزہ خیالی سے بہتر ہے میں کسی کتاب
کا مطالعہ کروں ، کتابیں میری دوست بھی ہیں اور دشمن بھی ، ہر آدمی ایک کتاب
ہے ، بعض کتابیں مکمل ہوتی ہیں اور بعض ادھوری اور کچھ ایسی بھی ہوتی ہیں
جن کے مصنف خود اُن سے بیزار ہوتے ہیں ۔ دوستوفسکی کو راسکالنیکوف
سے محبت تھی وہ اسے ایک عام قاتل نہیں بنانا چاہتا تھا ، دگرنہ قتل کے

بعد وہ پیسوں کو خرچ کرنے کی بجائے پتھر کے نیچے نہ چھپاتا - لیکن ہر مجرم نہ تو ژاں ژینے ہے اور نہ راسکا لینکوف ! لال کتاب جرم کی تشریح کرتی ہے، اس کے معاشرتی یا نفسیاتی محرکات سے بحث نہیں کرتی، اس لئے انصاف کو اندھا کہا جاتا ہے - میں کسی مفروضے یا مابعدالطبیعاتی مغالطے کا شکار نہیں ہوں - جرم میرا رازق بن چکا ہے ! بن چکا ہے !

آج صبح سے طبیعت کسل مند ہے، کچھ بھی کرنے کو جی نہیں چاہتا، بس یہی کہ بستر پر لیٹا رہوں، ایک دوسرے اوبلوموف کی طرح، کچھ سوچے بغیر، کچھ سمجھے بغیر، ایک بچے کی طرح جسے کچھ بھی نہیں کرنا ! احمد ایک اچھا آدمی ہے، نہیں بُرا آدمی ہے، نہیں نہ وہ اچھا ہے اور نہ بُرا، بس ایک آدمی ہے، دوسرے بہت سے آدمیوں کی طرح جو نقصان کی بجائے نفع کے بارے میں زیادہ متفکر رہتے ہیں، لیکن خاص بات یہ ہے کہ اس فکرِ فردا کی بجائے فکرِ امروز رہتا ہے، ہر ایک سے اس طرح گھُل مِل جاتا ہے جیسے وہ ازل سے اس کا دوست ہے۔ مجھے دراصل آج معمول کے مطابق احمد کے اڈّے پر جانا تھا جہاں میرا رزاق یعنی وقت میرا منتظر تھا لیکن میں اس سے گریز کر گیا ہوں، مجھے آج روپوں کی ضرورت بھی تھی، کچھ خانگی تقاضے تھے اور کچھ ذاتی اخراجات، لیکن اس کے باوجود میں نے ان ضرورتوں کو صرف آج کے لئے اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دیا- میں اس چار دیواری کے اندر احمد کے توسط سے چند ایک سے متعارف ہوا ہوں، وہی چند ایک جمع کی صورت میں بہت سے ہیں جو اُسی چار دیواری میں نہیں ہر جگہ ملتے ہیں اور جن سے تعارف حاصل کرنے میں زیادہ وقت نہیں ہوتی- پہلے دن تو میں اس چار دیواری میں اپنے آپ کو اتنا سرشار اور مجوب محسوس کرتا تھا جیسے کسی کو پہلی مرتبہ اپنی جنسی خواہش کا شدید احساس ہوا تھا۔

Scanned with CamScanner

لیکن میں نے اپنے فیصلے کی حمایت میں جملہ استدلال کے ذریعے اپنے آپ کو
سنبھال لیا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو سمجھایا تھا کہ میں بخوشی یہاں نہیں آیا ہوں
جہاں میں رہنا چاہتا تھا وہاں کی شائستگی کے لیے میرا وجود خطرے کا باعث
تھا۔ میری کایا کلپ ہو چکی ہے، میرے اندر کی دیوار لخت لخت ٹوٹ چکی ہے،
میں اس طرح آزاد ہوں جیسے میں کسی متمدن اور خواندہ ملک کا رہنے والا ہوں جسے
کسی ادارے کی گرفت میں نہیں لیا جا سکتا۔ میں ملازمت کے طوق سے آزاد ہوں
اور اس سے وابستہ شائستگی کے تمام تر الجھاؤ کی گرفت سے بھی بری ہوں۔ احمد کا
اڈا کافی پر ہجوم ہے، وہ ہر پندرہ منٹ کے بعد پان چباتا ہوا، بغل میں خاکی
لفافوں کا گٹھا دبائے ہوئے ہر طرح کے لوگوں سے تیز تیز باتیں کرتا ہوا، اپنے
تعلقات کا اعتبار جتاتا ہوا جھوٹے قہقہے لگاتا ہے، چائے منگواتا ہے، سائلوں
سے بل دلواتا ہے اور پھر معاملہ یک مشت طے کرتا ہے۔ احمد کی نشست کے
اردگرد بھدی ساخت کی بے شمار کرسیاں اور میزیں ایک سمندر کی طرح پھیلی
ہوئی ہیں، بالکل ایسی کرسیاں جو عموماً شہر سے باہر دوسرے شہروں کو جاتی ہوئی
سڑک کے کنارے کھڑے بوسیدہ ٹی سٹالوں کے باہر مسافروں کے انتظار میں بیٹھی
ہوئی ہوتی ہیں۔ ان کرسیوں کے ساتھ اسی طرزِ تعمیر کی میزیں ہیں جن پر ڈسک
رکھے ہوئے ہیں اور ڈسکوں کے ساتھ ایستادہ بانسوں پر کچھ اس قسم کی تختیاں ہیں
جن پر کلرک آف فلاں فلاں تحریر ہے۔ یہ فرنیچر کسی شخصیت کا حامل نہیں ہے،
اس فرنیچر پر بیٹھنے والے بھی کسی شخصیت کا رنگ نہیں رکھتے، وہ فلاں فلاں کے
قائم مقام ہیں جو خود کسی اور تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ احاطے کے اس حصے
میں جہاں فرنیچر کا ہجوم ہے، ایک مستقل بھنبھناہٹ رہتی ہے، کسی آواز کا لہجہ
انفرادی نہیں ہے لیکن یہی آوازیں اجتماعی صورت میں ایک عظیم بھنبھناہٹ کی

Scanned with CamScanner

صورت میں اپنے آپ کو واضح نہیں ہونے دیتیں۔ میں احمد کی ہدایات کے مطابق ہر صبح کسی ملال کے بغیر، کسی رنجش کے بغیر جا رہا ہوں کہ میں اس کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتا۔ میں ہر نوارد کو غور سے دیکھتا ہوں اور احمد کی ہدایات کے مطابق اس سے بڑھ کر ملنے کی کوشش کرتا ہوں کہ پوچھوں کہ اسے کون سی طلب یہاں لائی ہے، لیکن کئی مرتبہ یوں ہوا ہے کہ میں آگے بڑھا ہوں، پر منہ میں کچھ بڑبڑا کر وہیں کا وہیں رُک گیا ہوں۔ اوہ، نیند مجھے مغلوب کرنا چاہتی ہے، میں اصحابِ کہف کی طرح نہیں سوؤں گا، میں بہت جلد بیدار ہو جاؤں گا اور اس دوران سکے اور حکومتیں نہیں بدلیں گی۔

آسمان اس حد تک ابر آلود ہے کہ دن اور رات کا تعین ممکن نہیں ہے۔ ہوا سرد، فضا سرد، اور سہما ہوا بدن سرد۔ وسیع و عریض تاریکی میں ابھرتا اور گم ہوتا ہوا ایک میدان اور اس کے عین درمیان میں سلیٹی رنگ کی کائی خوردہ اونچی اور بیحد اونچی فصیلوں اور برجیوں کے تاج پہنے ہوئے ایک عمارت اور عمارت کے عین وسط میں ایک زنگ آلودہ بہت ہی قد آور اور بہت ہی قدیم پھاٹک اور پھاٹک کے سامنے ایک مخروطی شکل کا شخص نوکیلی ٹوپی پہنے ہوئے کاٹھ کی بندوق تھامے ہوئے ٹہل رہا ہے۔ اس سے کچھ فاصلے پر تیز خنک ہوا اور ہلکی ہلکی پھوار میں پھٹے ہوئے لباس میں ملبوس ایک شخص کانپ رہا ہے، یوں لگتا ہے جیسے یہ میں ہوں جس کا سارا بدن ہیبت سے شل اور تلوے چلنے کی سکت سے عاری۔ وہ شخص جو غالباً میں ہوں بھاگتے ہوئے بھی نہیں بھاگ سکتا، میرے قدم حرکت میں ہیں لیکن نیچے سے زمین نہایت تیزی سے پھسلتی ہوئی بھاگتی ہوئی جا رہی ہے۔

میرے دیکھتے دیکھتے فصیلیں زمین میں دھنس کر میرے قد کے برابر رہ گئیں

Scanned with CamScanner

ہیں، میں ایک دم پنجوں کے بل کھڑا ہو کر اندر جھانکنے لگا ہوں کہ فلک شگاف قہقہے اور زار و قطار رونے کی چیخیں بلند ہو رہی ہیں۔ کیا ہے؟ یہ کونسی جگہ ہے؟ میری موجودگی کو یہاں کیوں ضروری سمجھا جا رہا ہے؟ ان دیواروں کے پیچھے کون ہے؟ یہ وہم کی دیواریں ہیں یا حقیقت کی؟ میں انہیں چھو کر دیکھتا ہوں، اُف، میں نے کس کے دل پہ ہاتھ رکھ دیا ہے؟ کیا دیواریں بھی دھڑکتی ہیں؟ بے بسی اور مجبوری کا یہ طلسم کیوں نہیں ٹوٹتا؟ مجھے دھوکہ دے کر یہاں لایا گیا ہے۔ کسی نے بھاری بھرکم ہاتھ میرے کندھے پر رکھ کر اپنی طرف متوجہ کیا ہے، اوہ، آپ ہیں چوہدری صاحب، چوہدری کچھ جواب دیئے بغیر میری طرف دیکھ کر عیارانہ طریقے سے مسکرا رہا ہے، اس کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر کی بدصورت سی عورت ریشمی شکن دار کپڑے پہنے سردی سے کانپ رہی ہے اور کچھ فاصلے پہ ایک ایسی سواری کھڑی ہے جو کار ہے اور نہ فٹن۔ نامعلوم گمنام عورت مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہے لیکن چوہدری نے جلدی سے ہونٹوں پہ انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا ہے۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھ کر میرے کان میں سرگوشی کرنے لگا ہے، ہمیں دیکھ کر تکونی اور لمبوتری مسخروں والی ٹوپی پہنے ہوئے محافظ ایک دم فصیل کے ساتھ کان لگا کر سننے کی کوشش کر رہا ہے۔ چوہدری اپنی جیب سے دو میلی کچلی تصاویر نکال کر میرے سامنے ہوا میں لہرا رہا ہے: یہی وہ دونوں ہیں یہ تصویریں دو دھندلے سایوں کی طرح ہوا میں لہرا رہی ہیں، میں انہیں کیسے شناخت کروں؟ میں تو ابھی تک اپنی شناخت نہیں کر سکا ہوں۔ بس تم نے کہنا ہے کہ شناخت ہو گئی ہے، وہ ساتوں کے سات اس آہنی دروازے کے پیچھے ہیں۔ خدا کا واسطہ ہے میری مدد کرو سب کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے، نامعلوم عورت نے میرے گھٹنوں کو چھوتے ہوئے کہا ہے۔ تم کون ہو؟ ہی ہی ہی تم مجھے نہیں

Scanned with CamScanner

جانتے ؟ دیکھو چوہدری صاحب، پروفیسر صاحب مجھے نہیں جانتے ! تم دونوں بکواس مت کرو اور آہستہ بولو وقت بہت مختصر ہے ۔ خدا کا واسطہ ہے میری مدد کرو ! چوہدری صاحب میں نے اسے پہچان لیا ہے یہ وہی ہے جو اس رات ٹیکسی چلا رہا تھا جب رحیما اور ماناں خورشید کو میرے کوارٹر سے لے گئے تھے۔ نہیں، نہیں، میں ٹیکسی ڈرائیور نہیں ہوں، مجھے یہ بھی نہیں پتہ کہ میں میں ہوں۔ چوہدری صاحب یہ جھوٹ بولتا ہے یہ ان کے ساتھ تھا جب وہ دونوں خورشید کی لاش کو کوارٹر کے سامنے پھینک کر گئے تھے، اس نے ٹیکسی کا دروازہ کھولا تھا۔ تم غالباً دیوانی ہو۔ ہاں میں دیوانی ہوں اس لئے کہ میری بہن کے ساتھ کتوں نے زنا کیا تھا اور پھر اسے بے حال کر کے پھینک دیا تھا، رحم رحم۔ چوہدری نے نہایت غصے سے اس عورت کو پیچھے دھکیل کر جیب میں سے ایک زنجیر میری کلائی کے گرد لپیٹ کر تیز تیز قدم لیتا مجھے کتے کی طرح کھینچتا ہوا فصیلوں میں پیوست زنگ آلود دروازے پر مدہم دستکیں دینے لگا ہے، تکونی ٹوپی والا محافظ دوسری طرف منہ کر کے شعبدہ باز کی طرح منہ سے آگ کے گولے نکال رہا ہے ۔ چوہدری کی دھیمی اور محتاط دستک اس طرح گونجی ہے جیسے طوفان بھرے بادلوں کے دو مشتعل ٹکڑے ایک دوسرے سے ٹکرا گئے ہوں ۔ کچھ دیر کے بعد زنگ آلودہ دروازہ چرچراہٹ کے ساتھ آہستہ آہستہ کھلا ہے، دونوں دروازوں کے درمیان میں سے ایک نہایت ہی مضبوط بازو باہر نکلا ہے اور کچھ دیر ہوا میں ٹٹولنے کے بعد میری دائیں کلائی میں معلق زنجیر کو کھول کر ایک جھٹکے سے مجھے اندر کھینچ لے گیا ہے ۔ آہنی دروازہ یک لخت بند ہو گیا ہے، اندر وہی اندھیرا ہے جو باہر ہے، آہنی دروازے کے بالمقابل اندر کی طرف ایک اور اسی طرح کا آہنی دروازہ ہے جو دوسری طرف کھلتا ہے

Scanned with CamScanner

لیکن اس میں کوئی دو فٹ لمبا قفل لٹک رہا ہے۔ میں جہاں کھڑا ہوں وہ غالباً
ایک ڈیوڑھی ہے جس کے عین وسط میں ایک نہایت ہی مدھم روشنی کا پیلا سا
بلب لٹک رہا ہے، ڈیوڑھی کی دیواروں پر غلیظ پیلے کاغذوں پر ناقابل خواند
عبارتیں لکھی ہوئی ہیں، ڈیوڑھی کے ایک گوشے میں ایک نہایت ہی دبلا پتلا شخص
ملیشیے کی شلوار قمیض اور سُرخ بیری کیپ پہنے منہ میں سلگتی ہوئی بیڑی تھامے
دھواں نکالتے ہوئے میری طرف دیکھ رہا ہے، اس نے بیٹی کو پہلے سے زیادہ
تنگ کر کے ایک رجسٹر میری طرف بڑھا دیا ہے: میاں اندر جانے سے پہلے اس
رجسٹر پر دستخط ضروری ہیں۔ میں جیب میں سے قلم نکال کر نام لکھتے لکھتے ایک
دم کچھ سوچنے لگا ہوں۔ بھئی میں اپنا نام بھول گیا ہوں۔ تم قابلِ اعتبار آدمی معلوم
ہوتے ہو۔ ٹھیک کہہ رہے ہو یہاں آ کر ہر شخص اپنا نام بھول جاتا ہے، تم
اپنا دایاں انگوٹھا رجسٹر پر لگا دو۔ ٹھپ سے رجسٹر ایک دم بند ہو گیا ہے
اور اندرونی پھاٹک چرچراتا ہوا کھلا ہے اور ایک مضبوط ہاتھ باہر نکلا ہے
جس نے مجھے گریبان سے پکڑ کر اندر کھینچ لیا ہے، اندر داخل ہوتے ہی دروازہ
پیچھے سے بند ہو گیا ہے، ایک نہایت ہی طویل قامت شخص مجھے گریبان سے
پکڑے ہوئے ہے اس نے بھی ملیشیا کے کپڑے اور سُرخ رنگ کی بیری پہنی ہوئی
ہے، میرا گریبان چھوڑو ...... ہا ہا ہا اس نے اپنی آہنی گرفت کو بمشکل
ڈھیلا کیا ہے اور اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کر کے پیچھے چلنے کا اشارہ
کیا ہے، میں سکول کے بچے کی طرح آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اس کا
تعاقب کر رہا ہوں۔ دور دور تک فصیل اس جگہ کا محاصرہ کئے ہوئے ہے،
ہر فصیل آہستہ آہستہ بھاگ رہی ہے، میں ایک دم رُکا ہوں اور فصیل بھی
ایک دم رک گئی ہے، فصیل کے ساتھ ساتھ کچھ کچھ فاصلے پر ملیشیے اور سُرخ

Scanned with CamScanner

بیری ٹوپیاں پہنے چند سیاہ فام ایک ہاتھ میں بید اور ایک ہاتھ میں لوہے کا پترہ لئے فصیل کے ساتھ چلتے ہوئے ایک دوسرے کا تعاقب کر رہے ہیں، جگہ جگہ پہ چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیاں اور لمبی لمبی بیرکس ہیں جن کی سلاخوں کے ساتھ بے شمار افراد بندروں کی طرح چمٹے ہوئے مجھے اور میرے گائیڈ کو دیکھ رہے ہیں - ہم کہاں جا رہے ہیں ؟ مجھے نہیں پتہ ، میرے گائیڈ نے بڑی درشتی سے جواب دے کر منہ دوسری طرف پھیر لیا ہے - مجھے بیحد پیاس لگی ہے، سردی کے باوجود حلق میں کانٹے پڑ رہے ہیں، یہاں کوئی نلکا یا کنواں ہے ؟ میں نے تیز چلتے ہوئے گائیڈ سے پوچھا ہے - اس نے ہنستے ہوئے انگلی کا اشارہ کیا ہے، عجیب وغریب قسم کا کنواں ہے - ٹھہرو میں پانی پی لوں ، میری آواز سن کر گائیڈ بڑھ کر درخت کے نیچے سہارا لے کر کھڑا ہوگیا ہے اور آدھ جلی بیڑی سلگا کر زمین پر بیعت مار رہا ہے ، میں نے لرزتے ہوئے کنوئیں کے گرد چار دیواری میں پیوست دروازہ کھولا ہے، عجیب وغریب قسم کا کنواں ہے نہ کوئی رسہ اور نہ کوئی لوکا ، یہ ٹیوب ویل ہو سکتا ہے، نہیں یہ موت کا کنواں ہے ، میں بچپن میں سرکس دیکھنے گیا تھا وہاں بھی اسی طرح کا کنواں تھا جس میں ایک موٹر سائکل سوار چوبی دیواروں پر موٹر سائکل چلاتا تھا ، نہیں نہیں یہ وہ کنواں نہیں ہے ، اگر اس کنوئیں میں پانی ہے تو اس کی دیواروں پہ بوڑھے گدھ کیوں بیٹھے ہوئے ہیں ؟ بچاؤ، بچاؤ، کنوئیں کے اندر سے چیخیں بلند ہوئی ہیں - اسی برگد کے درخت کے نیچے وہی ادھ بجھی بیڑی منہ میں دبائے ہوئے مسکرا رہا ہے - کیوں پانی پی لیا ؟ ذلیل آدمی تم مجھے موت کے کنوئیں میں دھکیلنا چاہتے ہو ؟ یہ کس کی لاش لٹک رہی تھی ؟ باغی کی ؟ میرا گائیڈ پھر تیزی سے چلنے لگا ہے اور میں آہستہ آہستہ اس کا تعاقب کر رہا ہوں - اب میری

Scanned with CamScanner

سمجھ میں آیا کہ میں کہاں ہوں، یہ فصیلیں علیحدگی اور جدائی کی ہیں، ان فصیلوں کے اندر محصور خطرناک قرار دیئے گئے ہیں، دنیا کو ان کے مہلک اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے فصیلیں تعمیر کی گئی ہیں، جنہوں نے سزا دی اور جو سزا یاب ہوئے کیا وہ ایک سے نہیں ہیں؟ کیا انہیں سزا دینے اور انہیں سزا پانے کا حق تھا؟ رہائی کے بعد ان کا وجود امنِ عامہ کے لیے خطرناک نہیں ہوگا؟ جب یہ ان فصیلوں سے باہر نکلیں گے تو یہ یاتری کہلائیں گے؟ انہوں نے بھی گناہ اور جرائم کی بخشش کے لئے صعوبت کا سفر کیا ہے، نہیں ہرگز نہیں، جب وہ باہر نکلیں گے تو لوگ ان سے تعویز اور تبرک لینے کے لیے رجوع نہیں کریں گے، وہ اپنے پرانے کپڑوں کو بغلوں میں دبائے چھپتے پھریں گے۔ کال کوٹھریوں میں چوہوں کے دانتوں کے زخم پیشاب اور پاخانے کا تعفن بھوک. بیماری سردی اور گرمی کا عذاب ان کی بخشش نہیں کرے گا اور لوگ یہی کہیں گے کہ سابق سزا یافتگان کا وجود مہلک ہے، ان پر ہمیشہ شک کیا جانا چاہیئے، اور ان کو بار بار پکڑا جانا چاہیئے جب کسی اور پر شبہ ہوگا تو ان کو گھروں سے طلب کر کے طرح طرح کی دھمکیاں دی جائیں گی کہ وہ ناکردہ جرائم کا اقرار کریں...... میرا گائیڈ مجھے اس چار دیواری کے انتہائی گوشے میں لے گیا ہے جہاں ایک خوبصورت نوجوان نیلے سوٹ میں ملبوس ایک کرسی پر بیٹھا میز پر کاغذ پھیلائے ہوئے میرا منتظر ہے، اس کے سامنے سات افراد ایک سا لباس پہنے منہ پر منڈلے باندھے میری طرف حیرت سے دیکھ رہے ہیں، ایک آدمی کو سات آدمیوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے. میرا گائیڈ مجھے نیلے سوٹ میں ملبوس کے سامنے پیش کر کے ایک زوردار سلوٹ مارتا ہوا کہیں غائب ہوگیا ہے۔ مجھے دیکھتے ہی نیلے سوٹ میں ملبوس چیخنے لگا ہے، دیکھو سات آدمیو! اگر تم اپنے اپنے لباس اور حلیے تبدیل

کرنا چاہتے ہو تو تمہیں اجازت ہے، ساتوں نے یک زبان ہو کر کہا ہے: ہمارے حلیے ایک سے ہیں اور تبدیل کیا کریں؟ نوجوان نے ہنک کر تمام کاغذ الٹ پلٹ کر دیئے ہیں، اے سات آدمیو مجھے معلوم ہے کہ تم بے بس ہو لیکن اس کے باوجود تمہارے تحفظ کا مکمل بندوبست کیا جا چکا ہے، یہ کارروائی جس جگہ منعقد کی جا رہی ہے اس کا رابطہ خارجی دنیا سے کٹا ہوا ہے، ہمیں یہاں کوئی اور نہیں دیکھ سکتا اور نہ کسی قسم کا رابطہ قائم کر سکتا ہے، تمہارا شناختی ایک زمانے کی سیاحت کے بعد آیا ہے، تم میں سے اگر کوئی اعتراض کرنا چاہتا ہے تو اسے اجازت ہے۔ ساتوں آدمی کھکھلاتے ہوئے اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور سب یک زبان ہو کر کہہ رہے ہیں: یہ ہماری کیا شناخت کرے گا اس کی شکل ہم سے ملتی جلتی ہے، اسے ہماری تصویر پہلے دکھا دی گئی تھی، ایک تصویر میں ہم سب تھے۔ بکواس بند کرو، نوجوان نے چیخ کر کہا ہے اور ایک دم مجھ سے مخاطب ہوا ہے: تم ان سات آدمیوں کو دیکھ رہے ہو؟ جی ہاں۔ ان میں سے دو وہ ہیں جو وقوعہ کی رات تمہاری ٹیکسی میں سوار ہوئے تھے، تم نے ان کی شناخت کرنی ہے۔ لیکن میں ٹیکسی ڈرائیور نہیں ہوں۔ تو پھر یہاں بھاڑ جھونکنے آئے ہو، تم شناخت کرنے پر مجبور ہو۔ میں گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا ہوں، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ جب میں نے وقوعہ دیکھا ہی نہیں تو کس کی شناخت کروں؟ میرے سامنے کی فصیل اندر دھنسنے لگی ہے اور دور چوہدری دو قدِ آدم تصویریں لئے مجھے گھور رہا ہے۔ دیکھو تم نے ان سات آدمیوں میں سے دو کی شناخت چھو کر کرنی ہے۔ میں یہاں سے بھاگنے کی کوشش میں ہوں مگر چاروں طرف فصیلوں نے راستہ روکا ہوا ہے، میں سر جھٹک کر ہر ایک کو گھور کر دیکھ رہا ہوں، میں نے وقوعہ دیکھا ہی نہیں تو کیسے شناخت کروں؟

Scanned with CamScanner

جان بچانے کے لیے مجھے کسی ایک کے کندھے پر ہاتھ رکھ دینا چاہیئے ، میں نے آنکھیں بند کر کے تیسرے نمبر پر بیٹھے ہوئے شخص کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا ہے ، وہ شخص کھلکھلا کر اپنی جگہ منڈاسہ اتارتے ہوئے کھڑا ہو گیا ہے ،

ہا ہیں ، پہچان لیا مجھے ؟ وہ شخص ایک ٹانگ پر دیوانہ وار رقص کرنے لگا ہے وہ ہو بہو میری شکل کا ہے یقین نہیں آ رہا کہ میں رقص میں ہوں یا وہ محو رقص ہے ، میں نے گھبرا کر دوسرے شخص کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا ہے وہ بھی پہلے کی طرح منہ سے منڈاسہ کھول کر ناچنے لگا ہے : لو مجھے پہچان لو ، نہیں نہیں تم وہ نہیں ہو ، تمہاری شکل مجھ جیسی ہے ——— خاموش رہو ، نقص امن کی صورت میں مدد طلب کی جائے گی ، نوجوان نے چیخ کر کہا ہے ، تمام نے اس کی دھمکی ان سنی کر دی ہے ، میں جلدی سے آگے بڑھتا ہوا تمام کے منہ سے منڈاسے اتارنے لگا ہوں سب کے سب مجھ جیسی شکلوں کے ہیں اور سب کے سب ایک ٹانگ پر رقص کرتے ہوئے گا رہے ہیں :

ہم اور تم تصویریں ہیں
کون کسی کی آج شناخت کرے گا
وہم حقیقت ہے اور حقیقت ان دیواروں سے دور کہیں ہے ،
تم مجرم ہو ہم مجرم اور قاتل ہیں
ہی ہی ہی ہا ہا ہا ....
کوئی اور شناختی لاؤ
جو قاتل اور مجرم نہ ہو
جو بھوکا اور ننگا راہزن نہ ہو

جو ظالم اور مظلوم نہ ہو
ہی ہی ہی ہا ہا ہا
یہ آوازیں بلند سے بلند تر ہوتی جا رہی ہیں، میں ہڑبڑا کر اپنے پلنگ سے اٹھا ہوں اور میرا دل ڈھولک کی طرح بج رہا ہے، میں نے اِدھر اُدھر دیکھا ہے، میں واپس اپنے کمرے میں کیسے پہنچ گیا ہوں؟ غالباً میرا ہاتھ اپنے دل پہ آ گیا تھا، میں نے کہیں دن کے وقت سونے کی کوشش تو نہیں کی کیونکہ رات کے خواب اتنے حقیقی نہیں ہوتے .....

Scanned with CamScanner

۱۰

مجھے اپنی روئیداد میں اس عمارت کا ذکر بہت پہلے کرنا چاہیے تھا مگر واقعات نے کچھ اس طرح کی ترتیب اختیار کی ہے کہ میں دیکھتا ہی رہ گیا ہوں، مجھے اس عمارت میں شب و روز بسر کرتے ہوئے کافی مہینے گزر چکے ہیں اور وہ حجاب اور ذہنی لکنت جو شروع میں تھی وہ ختم ہو چکی ہے۔ آج کا دن اور یہ عمارت میرے لئے اہم ہیں۔ یہ عمارت جس کا میں ذکر کرنے والا ہوں "ل" شکل کی ہے، لوگ اسے گناہ کی بستی کہتے ہیں، شروع میں مجھے اس لقب پر حیرت ہوئی لیکن بتدریج یہ معدوم ہوگئی۔ اس کے اندر کی دنیا باہر کی دنیا سے مختلف ہے۔ یہ بوسیدہ عمارت قدیم شہر سے باہر اور نئے شہر کے دھانے پر کھڑی ہے، محکمہ عمارات نے اسے بیس سال پہلے انسانی استعمال کے لئے خطرناک قرار دیا تھا لیکن ابھی تک یہ بدستور قائم ہے اور انسان اسے استعمال کر رہے ہیں، یہ نہ گرتی ہے اور نہ نئی بنتی ہے، شہر میں جگہ جگہ فلک بوس عمارتیں اُگ رہی ہیں مگر کسی نے اس کی تعمیر نو کی طرف توجہ نہیں کی۔ غالباً اس لئے کہ یہ گناہوں کی بستی ہے، بوسیدگی اس کی سزا ہے، یہ محض عمارت نہیں ایک صورتحال ہے: ضرورت سے زیادہ بھیڑ اور بھیڑ سے زیادہ درخواستیں اور الجھے ہوئے مسائل، ہر ایک دوسرے کا اور اپنا ستایا ہوا اور کوئی پرسانِ حال نہیں۔ عمارت کے اندر بوسیدہ اور شکستہ فرنیچر، چھوٹے چھوٹے تاریک بیشمار کمرے، حتٰی کہ ضرورت پوری کرنے کے لئے غسل خانوں کو بھی کمروں میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ اسی عمارت میں ایک اور مختصر سی عمارت ہے جہاں اگلی تاریخ کا انتظار کیا جاتا ہے۔

اس مختصر سی عمارت میں زیادہ سے زیادہ سو آدمی سما سکتے ہیں لیکن یہاں لاحساب لوگ بند کئے جاتے ہیں۔ شنید ہے کہ جب ان بدنصیبوں کا دم گھٹنے لگتا ہے تو وہ جلدی باہر نکالنے والے کو منہ بولی قیمت دیتے ہیں کہ انہیں تاریخ جلدی مل جائے اور وہ پہلی لاری سے واپس ان دیواروں کے پیچھے چھپ جائیں جہاں سے انہیں امید دے کر برآمد کیا گیا تھا۔
اس عمارت کے اندر داخل ہوتے ہی بائیں طرف چھوٹے چھوٹے حجرے بنے ہوئے ہیں جن کے دروازوں کے عین ساتھ بوڑھے جوان بیمار اور صحت مند نئی اور پرانی ٹائپ مشینیں سجائے گاہکوں کے منتظر رہتے ہیں۔ اسی سمت میں ان سے کچھ دور لاتعداد جھونپڑے ہیں جن میں سے ایک کے نیچے میری اور احمد کی طرح کے سینکڑوں منشی صبح سے شام تک منتظر رہتے ہیں۔ ہر جھونپڑے کی پیشانی پر ناموں کی تختیاں لٹک رہی ہیں جنہیں پڑھ کر ہنسی آتی ہے، کسی کے پاس سائنس کی ڈگری ہے اور کسی کے پاس ایم اے فلسفہ کی سند ہے، کوئی سابق عہدے دار ہے اور کوئی پنشن دار، عجب چوں چوں کا مربہ ہے، یہ پیشہ کچھ فالتو سا لگتا ہے، ہر مصیبت زدہ اپنے مقدر کو آزماتے یہاں آیا ہے۔ یہاں کے پیشہ وروں کی عمروں میں کسی قسم کی قید نہیں، نہایت ضعیف اور نہایت ہی نوجوان، دونوں طرح کے مل جائیں گے۔ یہاں کالے کوٹوں کی اتنی فراوانی ہے کہ سارا سال محرم کا سماں رہتا ہے۔
صبح نو بجے کا وقت، ابر پھیلا ہوا ہے، مجھے ایسے موسم سے ہمیشہ خوف آتا ہے کیونکہ بادل دیکھ کر میرا تنفس رکنے لگتا ہے، یوں محسوس ہوتا ہے کہ بادلوں نے ہوا روک لی ہے، ویسے بھی آج صبح سے طبیعت بوجھل سی ہے، سر میں ہلکا ہلکا درد اور گردن میں اینٹھن ہے اور جسم بھی کسی قدر گرم ہے، غالباً خون کا دباؤ بڑھا ہوا ہے۔ خواہ کچھ بھی ہو مجھے اپنے منشی، نہیں، اپنے کام پر جانا ہے آج میری تاریخ ہے وہی تاریخ جس کا ذکر کچھ عرصہ پہلے چوہدری نے کیا تھا، کل

شام چوہدری کا ہرکارہ آیا تھا اور ایک کاغذ پہ دستخط کروا کے اور دوسرا میرے حوالے کر کے چلا گیا تھا۔ میں اس کی تعمیل میں یہاں آیا ہوں، میں نے اس کی اطلاع کل احمد کو دے دی تھی اور اس نے کہا تھا کہ آج کے دن کا کام وہ خود نپٹا لے گا، آج مجھے دو تین کمروں میں پیش ہونا ہے، ایک آدھ گھنٹے میں فارغ ہو جاؤں گا۔ رات کو بھی میں یہ سوچتا رہا کہ میں چند پیشیوں کے بعد سب کی نظر میں آ جاؤں گا، وہ پہچان جائیں گے کہ میں دو ہرا آدمی ہوں۔ پھر کیا ہوا؟ احمد انہیں سنبھال لے گا، یہ سارے رسہ گیر ہیں، میرے کون سے رشتہ دار ہیں، اس حمام میں سب کے سب ننگے ہیں۔ میں ٹائیپسٹوں کے حجروں کے پاس سے گزر رہا ہوں، میرے ہاتھ میں طلبی کا پروانہ دیکھ کر ایک ٹائیپسٹ نے میرا راستہ روک لیا ہے: آٹھ آنے فی صفحہ، بھئی سنو، چلو تم چھ آنے دے دینا۔ ماسٹر مجھے پہچانتے نہیں میں بھی...... یہاں کوئی کسی کو نہیں پہچانتا اور نہ ہی پہچاننے کی ضرورت ہے۔ ماسٹر ناراض کیوں ہوتے ہو میں گواہ ہوں۔ پھر جھوٹے گواہ معلوم ہوتے ہو، اس نے نفی میں سر ہلا کے میرا راستہ چھوڑ دیا ہے۔ بڑا مردم شناس معلوم ہوتا ہے، اس نے کیسے مجھے پہچان لیا ہے؟ میں نے آج نسبتاً صاف کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ میرے چہرے پر تو نہیں لکھا ہوا ہے کہ میں جھوٹا گواہ ہوں، لیکن اس نے کیسے پہچان لیا؟ اس کا چوہدری سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے۔ میں جس کمرے میں جانا چاہتا ہوں وہ اس جگہ سے جہاں میں کھڑا ہوں زیادہ دور نہیں ہے۔ اتنا ہجوم ہے کہ اس کمرے تک پہنچنا محال ہے، بابو جی کسی کو کرنا ہے! نہیں۔ دو منٹ میں ضمانت کروا دوں گا۔ پیچھے ہٹو۔ کاغذ تصدیق کروانے ہیں۔ نہیں۔ ضامن کی ضرورت ہے۔ نہیں۔ بیان حلفیہ کرانا ہے۔ نہیں۔ اُف یہ لوگ اور یہ آوازیں مجھے پاگل کر دیں گی۔ چلو میں تمہارا کام کروا دیتا ہوں، ایک ضعیف کالے کوٹ نے میرا

Scanned with CamScanner

بازو پکڑ لیا ہے ، میں نے سختی سے بازو چھڑایا ہے : مجھے کوئی کام نہیں ہے۔
کوئی کام نہیں تو پھر یہاں کیوں دھکے کھا رہے ہو ؟ چاروں طرف کالے کوٹ ہی
کوٹ ، چاروں طرف خاکی لفافے ہی لفافے ، چاروں طرف دیہاتی اور شہری لوگ
ہی لوگ ، عہدِ حاضر کا میدان حشر ۔ میں کم سے کم ایک سو روپیہ فیس لوں گا۔ ایک
نوجوان کالے کوٹ نے پیشہ ورانہ سختی سے ایک دیہاتی کو ڈانٹ کر کہا ہے۔ صاحب
اس مرتبہ فصل اچھی نہیں ہوئی میں اتنے پیسے نہیں دے سکتا ، میں کیا کروں ؟ یہ پیشہ
ہے دوکانداری نہیں ہے۔ چلو نہ سہی دس پندرہ میں کسی اور کو کر لیتے ہیں ، یہاں کون
سا کال ہے ۔ دیہاتی نے اپنے دیہاتی ساتھی سے کہا ہے۔ میرا مطلب ہے — ،
نوجوان کالا کوٹ کچھ اور کہنے لگا ہے کہ ایک معمر کالا کوٹ بھیڑ کاٹتے ہوئے آگے
بڑھ کر دیہاتی کو بازو سے پکڑ کر کہنے لگا ہے : آیئے چوہدری صاحب میرے ساتھ
چلئے ، کیا حال ہے ؟ بیشتر اس کے وہ کچھ جواب دے سکے معمر کالا کوٹ دیہاتی اور
اس کے ساتھی کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر زبردستی اپنے ساتھ گھسیٹ رہا ہے: چوہدری
موضع جنڈیالے سے آئے ہو؟ نہیں ، میں پگانڑالے سے آیا ہوں۔ دیہاتی نے کاروباری
انداز میں جواب دیا ہے۔ میرا نانا بھی اسی موضع کا رہنے والا تھا ، اس انکشاف پر بھی
دیہاتی نے کسی خوشی کا اظہار نہیں کیا۔ بھئی ہم جٹ لوگ ہیں ، پہلے ہم سے معاملہ
طے کر لو۔ کام کیا ہے چوہدری ؟ میرے بیٹے پر ناجائز پستول ڈال دی گئی ہے۔
ضمانت کروانی ہے ، بیس روپے لگیں گے ! نہ بابا اتنے ہمارے پاس نہیں ہیں۔
چلو دس دے دو اور پانچ منشیانہ ۔ نہیں بھئی ۔ اتنے میں ادھیڑ عمر کا کالا کوٹ
بھیڑ کاٹتا ہوا آگے بڑھا ہے : چلو میرے ساتھ دس میں ضمانت کروا دوں گا۔
دونوں دیہاتی مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ ہو لئے ہیں ، اوئے ٹاؤٹ کے بچے
تو نے میری سامی چھین لی ہے ، تیرے پاس تو ڈگری بھی نہیں ہے ، معمر کالا کوٹ چیخ

Scanned with CamScanner

رہا ہے، میں تمہارا داخلہ بند کروا دوں گا، تم منشی ہو یا ؟ میں نے دھوکا دینے کے لیے سیاہ کوٹ پہنا ہوا ہے، ضمانت میں کتنے لگیں گے ؟ بس دس میں کروادوں گا۔صاحب کا منشی اپنا یار ہے۔

میں مطلوبہ کمرے کے باہر انتظار میں کھڑا ہوں۔ یہ کمرہ ایک برآمدے میں کھلتا ہے، ہر طرف ہجوم ہی ہجوم ہے۔ ایک قطار میں بے شمار کمرے، کمروں کے باہر ناموں کی تختیاں آویزاں اور ہر کمرے کے باہر لوگوں کی ٹکریاں جمع۔ برآمدے کے آگے بڑا میدان ہے اور میدان میں وردی پوش اور زیر حراست زمین پر بیٹھے لمبے لمبے کش لے رہے ہیں، ان کے قریب شکن آلودہ برقعوں میں چھپی ہوئی عورتیں ٹفن کیریر لیئے بیٹھی ہوئی ہیں، کچھ کچھ وقفے کے بعد ہر کمرے کے باہر فلاں بنام فلاں کی آواز بلند ہوتی ہے، ہجوم میں اضطراب پیدا ہوتا ہے اور چند لوگ بھاگ کر اندر چلے جاتے ہیں، لوگوں کے ہجوم نے ہر کمرے کی ناکہ بندی کی ہوئی ہے کہ اندر جانا محال ہے، میں بھی آواز پڑتے پر اندر جاؤں گا۔ برآمدے میں کوئی پاپڑ بیچ رہا ہے کوئی عطر فروخت کر رہا ہے اور کوئی پین اور چشمے مرمت کرانے کی آواز لگا رہا ہے، برآمدے کے ایک کونے میں کوئی بیڑیاں پہنے ہوئے مالش کروا رہا ہے اور اس کا محافظ پاس کھڑا اطمینان سے سگریٹ پی رہا ہے۔

برآمدے کے سامنے سے شور بلند ہوا ہے ! اوہ، یہ ملک مقبول ہے، چوہدری اسے پکڑنے میں کامیاب ہوگیا ہے، میں ایک دو مرتبہ چوہدری کا پیامبر بن کر ملک مقبول کے پاس گیا تھا اس نے مجھے چند نصیحتیں کیں اور چوہدری کو ہتھیلی بھیجنے کی بجائے بے نقط گالیاں دی تھیں، میں نے چوہدری کو صرف اتنا بتایا تھا کہ ملک مقبول کچھ دینے سے انکاری ہے۔ اسے میرے بارے میں سب کچھ علم ہے پچھلے جمعہ اس نے مجھے بلاکر یہ آفر بھی دی تھی کہ میں اس کے گروہ میں شامل ہو جاؤں، وہ مجھے مستقل پانچ سو روپیہ ماہوار دے گا، میں نے اس سے چند یوم کی مہلت مانگی تھی۔ مجھے برآمدے میں دیکھ کر

وہ زور سے چیخا ہے : اوئے پروفیسر تیرے چوہدری کی ماں کی ایسی تیسی، خود ہمت نہیں دوسروں سے ریڈ کروایا ہے، میں اسے ہتھیلی کی بجائے موت دوں گا۔ ملک مقبول گرجتا ہوا ایک ہاتھ میں زنجیر پہنے ہوئے اپنے حواریوں کے جلوس میں کسی ایک کمرے میں داخل ہو گیا ہے۔ ملک کا نعرہ سن کر چند لوگ میری طرف متوجہ ہوئے ہیں، میں نے اپنے آپ کو ہجوم میں چھپانے کی کوشش کی ہے۔ اوہ، سامنے سے بدبخت شاہد آرہا ہے، میں نے جلدی سے دیوار کی طرف منہ کرکے اپنے بوٹ کا تسمہ کھولنا شروع کر دیا ہے، اس نے مجھے کنکھیوں سے دیکھ کر نظریں دوسری طرف کر لی ہیں، شکر ہے وہ بھی جلدی میں پاس سے نکل گیا ہے نہ جانے میرے ذہن میں کیا آئی ہے کہ میں ایک دم ہجوم میں سے نکل کر اسے ڈھونڈنے لگا ہوں پھر کچھ دیر کے بعد اپنی جگہ واپس آگیا ہوں کہ کہیں آواز نہ پڑ جائے، اس کی ایسی کی تیسی اس سے لے کر تو نہیں کھاتا جو ندامت محسوس کروں۔ پیچھے ہٹو، پیچھے ہٹو، ہجوم میں پھر شور بلند ہوا ہے اور دو کالے کوٹ آپس میں دھینگا مشتی کرتے ہوئے ایک دوسرے پر لپک رہے ہیں، اور کچھ کالے کوٹ ان میں صلح صفائی کرانے میں مصروف ہیں۔ ایک نوجوان کالے کوٹ نے قدرے دھیمی آواز میں دونوں کو سمجھانے کی کوشش کی ہے : خدا کا واسطہ ہے اپنے پیشے کا ذفار رکھو، ہوں، ایک معمر کالے کوٹ نے نوجوان کالے کوٹ کا کالر چھوڑتے ہوئے جواب دیا ہے : کونسا وقار؟ دو مہینوں سے بیکار ہوں آج کچھ کام ملا تھا وہ بھی اس بدبخت نے چھین لیا ہے۔ بکواس بند کرو۔ لڑنے والے دوسرے کالے کوٹ نے جواب دیا ہے، وہ میری آسامی ہے۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔ میں تم پر توہین عزت کا دعویٰ کروں گا، تم نے پیشہ وارانہ بددیانتی سے کام لیا ہے۔ اوئے چل تو خود اپنے منشی کا ملازم ہے، دونوں لڑتے جھگڑتے کسی نتیجے پہ پہنچے بغیر اپنے ساتھیوں اور حمایتیوں کے ساتھ چلے گئے ہیں، ہجوم کھلکھلا کر ہنس پڑا ہے،

Scanned with CamScanner

ایک نے نعرہ لگایا ہے : واہ بھئی واہ خوب نمونہ دکھایا - ادھر کمرے میں سے دھڑا دھڑ آوازیں پڑ رہی ہیں - ایک دم کسی گوشے سے احمد نمودار ہوا ہے : یار کہاں چلے گئے تھے ؟ میں بڑی دیر سے تمہارا منتظر ہوں ، میں کمرے کے اندر مسل معائنہ کر رہا تھا میں نے حاجی نائب کو تمہاری حاضری نوٹ کروا دی تھی ، مجھے اندر جا کر کیا کہنا ہے ؟ حاجی نائب تمہیں سب کچھ بتا دے گا ، چلتا پُرزہ ہے ، ایک دو مرتبہ ایک سائل کے ساتھ ہمارے اڈے پر آیا تھا - ادئے اجے ، دو لمبے تڑنگے ریشمی دھوتی میں ملبوس مشٹنڈ وں نے بیک وقت احمد کی کمر پر دھپے مار کر اپنی آمد کا اعلان کیا ہے ، یا لے تم ہو ، تمہارا نمبر کب ہے ؟ بس اگلی باری تمہاری ہے ، آج برآمدگی کے ایک گواہ کو طلب کیا گیا ہے ، برآمدگی ؟ ہا ہا دونوں میں سے بھینگی آنکھ والے نے قہقہہ لگا کر ظاہری تعجب کا اظہار کیا ہے - میں نے خواب میں ڈکیتی کی تھی ، بھینگے کے ساتھی نے تمسخر اڑانے کی کوشش کی ہے ، یار وہ برآمدگی کا گواہ کون ہے ؟ تمہیں اس سے کیا ؟ یہ میری ذمہ داری ہے ، احمد نے سنجیدگی سے جواب دیا ہے - میں نے کہا وہ خواجہ صاحب کہاں ہیں ؟ بھینگے نے اِدھر اُدھر دیکھ کر احمد سے پوچھا ہے ، تمہیں اس سے کیا ؟ ادئے فیس دی ہے مفت کام تو نہیں کروا رہے ، بھینگے کے ساتھی نے قدرے مشتعل ہو کر کہا ہے : سن یار تجھے بری ہونے سے غرض ہے یا خواجہ صاحب سے ؟ بری ہونے سے - پھر چپ رہو میں نے سارا بندوبست کر لیا ہے ذرا رقم خرچ کرو - اب کیا اور لو گے ؟ کھال باقی ہے ، بھینگے نے کسی قدر غصے سے جواب دیا ہے - میاں تمہاری مرضی ، ڈکیتی کا مقدمہ ہے اور سارا دارو مدار برآمدگی کے گواہ پر ہے ، اس کی سزا سات سال تک ہو سکتی ہے - یار بحث کیوں کرتا ہے بتا اسے کتنا دینا ہے ، بھینگے نے پوچھا ہے - پچاس روپے - یہ بہت ہیں ، بھینگے نے احتجاج کیا ہے ، پھر تمہاری مرضی ! وہ گواہ کونسا ہے ہم بھی اس کی شکل دیکھیں ، جھگڑا زمین

کا تھا اور چوہدری نے مخالفت میں ہمیں باندھ دیا، بھینگے نے کسی قدر مجبور ہو کر جواب دیا ہے۔ یہ ہے برآمدگی کا گواہ! احمد نے میری طرف اشارہ کر کے تعارف کرایا ہے۔ اچھا میاں تم خدا کو حاضر ناظر جان کر کہہ سکتے ہو کہ تم نے وقوعہ دیکھا تھا؟ اس کا فیصلہ اندر ہوگا، رقم لاؤ، جلدی کرو۔ احمد نے تیزی سے مطالبہ کیا ہے، بھینگے نے پچاس کا ایک نوٹ احمد کے حوالے کیا ہے۔ اچھا میاں تمہیں بعد میں نپٹ لیں گے، میں ہکا بکا اور کسی قدر خوف زدہ ہو کر کبھی احمد اور کبھی ان دو مشٹنڈوں کو دیکھ رہا ہوں۔ دیکھو پروفیسر، شی —— ، اچھا سمجھ گیا، چوہدری اس مقدمے کی پیروی کر رہا ہے تم نے شہادت سے بالکل نہیں بیٹھنا سارا واقعہ بیان کرنے کے بعد یہ کہنا ہے کہ میں نے ملزمان کو دین محمد سے کچھ چھینتے ہوئے دیکھا تھا، لیکن چونکہ اس وقت اندھیرا تھا اس لیے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ انہوں نے کیا چھینا، بس اسی سے کام بن جائے گا۔ احمد مجھے اصل واقعہ کا کچھ پتہ تو چلے کہ میں نے اندر جا کر کیا کہنا ہے؟ اتنے میں حاجی نائب ہاتھ میں کاغذ لیے داڑھی کھجاتا ہوا ادھر دیکھ رہا ہے اور مجھے دیکھ کر چیخنے لگا ہے: لاٹ صاحب حاضری اندر آ کر لگوانی تھی، یہ کہہ کر وہ کاغذات پلٹ کرنے لگا ہے، اتنے میں ایک شخص اندر سے نکل کر آوازیں دینے لگا ہے: فلاں بنام فلاں وغیرہ، میں نے گھبرا کر حاجی نائب کو مخاطب کیا ہے اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور جلدی سے کاغذات پلٹ کر رہا ہے۔ حاجی نائب اس چار دیواری میں اپنی عیاری اور دھوکا بازی کے لیے مشہور ہے، سائلوں کو کبھی پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کس کا طرفدار ہے، بظاہر تو وہ معمولی سا کارندہ ہے لیکن ہر مقدمے کی چابی اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے، لمبا تڑنگا دبلا پتلا ماتھے پہ محراب اس کے چہرے پر تقدس کی روشنی پیدا کرنے کی بجائے اسے زیادہ ہولناک بنا رہا ہے، اس کا کام گواہوں کی دیکھ بھال ملزموں کو ان کے ڈربوں سے باہر لا کر کمروں میں پیش کرنا، کسی

Scanned with CamScanner

کو ہتھکڑی لگانا کسی کو بادلِ ناخواستہ آزاد کرنا ہے : پڑھے ہوئے ہو ؟ ہاں ، یہ رہا تمہارا بیان اسے ایک دو مرتبہ دیکھ لو ، میں اس کے ہاتھ سے فائل لے کر جلدی جلدی سے بیان پڑھ رہا ہوں ، اتنے میں چوہدری اپنا بید ہلاتے ہوئے بھیڑ کاٹ کر نمودار ہوا ہے ، اسے دیکھتے ہی احمد تیزی سے آگے بڑھا ہے اور اسے لمبا سا سلام کرنے کے بعد بازو سے پکڑ کر برآمدے کے ایک گوشے میں لے گیا ہے : چوہدری صاحب میں نے معاملہ طے کر لیا ہے ، نہیں اس وقت ان کی مدد نہیں کی جا سکتی ، میں آگے چل کر ان کی مدد کر دوں گا ، چوہدری صاحب تگڑی اسامی ہے - میں اس علاقے میں نیا آیا ہوں میں ان کو سزا دلوانا چاہتا ہوں ، چوہدری یہ کھسر پھسر کرنے کے بعد میری طرف متوجہ ہوا ہے : پروفیسر بیان یاد کر لیا ہے ، تمہیں اگر کوئی ڈرائے دھمکائے تو مجھے بتاؤ ابھی تیر کر دوں گا - چوہدری یہ کہہ کر کچھ فاصلے پر کھڑا ہو کر سگریٹ پینے لگا ہے ، میں عجیب گو مگو کے عالم میں ہوں کہ اندر جا کر کیا کہوں ؟ احمد کس قسم کی سیاست کر رہا ہے ؟ میرا دماغ الجھتا جا رہا ہے اور دل کی دھڑکن اتنی تیز ہو چکی ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سینے پر کوئی ہتھوڑے چلا رہا ہے ، طبیعت میں اتنی جھنجھلاہٹ پیدا ہو چکی ہے کہ بھاگ نکلنے کو جی چاہتا ہے - کمرے کے اندر سے ایک آدمی باہر نکلا ہے اور دھڑا دھڑ آوازیں دے رہا ہے ، احمد اور اس کے ساتھ دو مشٹنڈے جلدی سے کمرے میں داخل ہوتے ہیں ، حاجی نائب نے مضبوطی سے میرا بازو پکڑ لیا ہے اور سرگوشی میں کہنے لگا ہے : دوسرے مقدمے کی شہادت میں تم نے صاف مکر جانا ہے کہ تم نے کوئی واقعہ دیکھا ہی نہیں ہے ، حساب کتاب بعد میں ہو جائے گا ، اندر سے بھینگے کی آواز آئی ہے : خواجہ صاحب کو جرح کے لئے بلا لو ، کوئی ضرورت نہیں ، میں نے بندوبست کر لیا ہے ، بس اب بالکل خاموش ہو جاؤ ، حاجی نائب نے اندر داخل ہوتے ہی میرا بازو چھوڑ دیا ہے -

Scanned with CamScanner

کمرے میں ہر طرف چہرے ہی چہرے ہیں، اس کثرت میں کسی ایک چہرے کی تمیز کرنا بالکل محال ہے، جگہ کم اور ہجوم زیادہ ہے، شور ہی شور ہے کہ جیسے لاکھوں کروڑوں مکھیاں بھن بھن کر رہی ہوں، یہ مکھیاں کہاں سے آگئیں ہیں؟ میں نے ایک دو مرتبہ سر جھٹک کر نظر کی دھندلاہٹ میں ٹھہراؤ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے مگر اس کے باوجود یوں لگتا ہے کہ سینکڑوں مکھیاں ایک اڑتے ہوئے چھتے کی صورت میں میرے سر کے عین اوپر بھن بھن کر رہی ہیں، میں نے ایک دو مرتبہ سر کے اوپر بازو ہلائے ہیں حاجی نائب نے ایک دم میرا بازو پکڑ کر سرگوشی میں کہا ہے: تمیز سے کھڑے رہو صاحب دیکھ رہے ہیں۔ میں زندگی میں پہلی مرتبہ اس قسم کے کمرے میں آیا ہوں، اگرچہ کئی مہینوں سے میں اس چار دیواری میں گھوم رہا ہوں لیکن آج اس قسم کے کمرے میں آنے کا موقعہ ملا ہے، خوف زلزلے کی لہروں کی صورت میں بار بار سارے بدن میں سفر کر رہا ہے، میں کیوں ڈر رہا ہوں؟ یہ مچھلی منڈی ہے یہاں کا دبدبہ مجھ پر حاوی نہیں ہو سکتا، میں ملزم نہیں گواہ ہوں کس چیز کا خوف مجھے نیم جان کر رہا ہے؟ نہیں آج پہلی مرتبہ میرا تعارف ہونے والا ہے کہ میں جھوٹی یا سچی تصدیق کر سکتا ہوں، لوگوں کو آج میری افادیت کا احساس ہوگا، یہی جو مجھ پر ہنس رہے ہیں میرے قدم چومیں گے، مجھ میں کافی خود اعتمادی ہے لیکن اس کے باوجود بدن ساتھ نہیں دے رہا ہے، بغیر کسی وجہ کے تھر تھر کانپ رہا ہوں۔ کمرے میں بیحد گھٹن ہے۔ کمرے کے کسی گوشے میں انگیٹھی سلگ رہی ہے اتنا دھواں ہے کہ آنکھوں سے پانی بہہ رہا ہے۔ پہلے میں یہ سمجھا کہ سب کی آنکھوں میں ایک دوسرے کے لئے تراحم کے آنسو ہیں مگر یہ عقدہ بہت جلدی کھل گیا کہ یہاں تراحم کی بھیک مانگنا بے سود ہے۔ کمرے کے عین وسط میں ایک بیمار سا بلب لٹکا ہوا ہے جو روشنی دینے کی بجائے تاریکی اور گھٹن کے احساس کو شدید تر کر رہا ہے۔ مجھے قربان کیا جا

رہا ہے، حاجی مجھے مذبح میں لے آیا ہے، حاجی نائب کی داڑھی پہلے سے زیادہ لمبی اور ماتھے پر چپکا ہوا محراب اور گہرا ہو گیا ہے، یہ وہ جگہ نہیں ہے میری جگہ ذبیحہ نہیں لے گا، میں نے اپنے آپ کو انصاف کے حوالے کر دیا ہے، میں صاحب کشف ہوں، میری وجدانی قوت عروج پر ہے، میں نے جو کچھ نہیں دیکھا اسے اس طرح بیان کرنے کا ملکہ رکھتا ہوں کہ سننے والے کو یقین آ جائے گا کہ میں صادق ہوں اور راستی کے اظہار کے لئے یہاں آیا ہوں، میری زبان کی گرہ کھلنے والی ہے، میرے الفاظ قول فیصل کا درجہ رکھتے ہیں، چند الفاظ سے یہ دونوں مشٹنڈے اپنی آزادی کھو بیٹھیں گے، مجھے جلدی بولنے کی اجازت دی جائے، میں ہجوم کو کاٹتا ہوا کٹہرے کی طرف جانا چاہتا ہوں لیکن یہاں تو دو کٹہرے ہیں اور مجھے نہ جانے کس کٹہرے کی طرف آگے بڑھنا چاہیئے، یہ فیصلہ کرنا اس ہجوم میں بہت مشکل ہے، میں آگے بڑھنا چاہتا ہوں اور ایک نامعلوم قوت مجھے آگے بڑھنے سے روک رہی ہے، اوہ، میں یہ فراموش کر چکا ہوں کہ میں ہمیشہ اور نام نہاد حقائق کو چھپانے کی قیمت وصول کر چکا ہوں، میرا منہ بند کر دیا گیا ہے لیکن باہر چوہدری پہرہ دے رہا ہے، ابھی تک کچھ فیصلہ نہیں کر پایا کہ مجھے کیا کہنا ہے، یہ دونوں بے گناہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ انہوں نے یقیناً کوئی جرم کیا ہے، نہیں بھی کیا تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہر ایک نے ایک نہ ایک دن کٹہرے میں کھڑے ہونا ہے، ہر کوئی کسی کو جواب دہ ہے، کوئی اپنے ضمیر کا مجرم ہے اور کوئی کسی کا۔ سزا ہر ایک کا مقدر ہے۔ کیسا احمق ہوں، کٹہرے کے پاس کھڑا ہو کر ایک ہمیشہ حقیقت کے اظہار کے وقت جرم اور سزا کے بارے میں سوچ رہا ہوں، میں نے فیصلہ کر لیا ہے ہر ایک کو سزا ملنی چاہیئے، بے رحمی کا جواب بے رحمی سے دیا جانا چاہیئے، باہر بھینگا کہہ رہا تھا کہ یہ عمارت اتنی بوسیدہ ہو چکی ہے کہ اس میں سزا دینے کی اہلیت ہی نہیں ہے۔ مجھے بالآخر ایک کٹہرے میں دھکیل دیا

Scanned with CamScanner

گیا ہے، کٹہرے کی دوسری طرف ایک کشادہ میز پر چمڑے کی جلد کی نہایت ہی پرانی
اور پھٹی ہوئی کتابیں بے ترتیبی کے انداز میں بکھری ہوئی ہیں، میز کے عین وسط میں ایک
شکستہ سا شیشہ اور اس کے اردگرد اور اس کے اوپر بے شمار فائلوں کے ڈھیر پھیلے
ہوئے ہیں، میز کے پیچھے ایک نہایت ہی دبلا، گنجا، ضعیف اور معنک شخص بیٹھا
ہوا ہے جو ہر منٹ کے بعد اپنے جبڑوں اور دانتوں کو اس طرح حرکت دیتا ہے
جیسے وہ کوئی سخت چیز کھانے یا نگلنے کی کوشش کر رہا ہو، اس گنجے ضعیف اور معنک
شخص کی بائیں جانب ایک بیحد موٹا شخص چھوٹی سی میز کے پیچھے بیٹھا ہوا کچھ لکھنے میں
مصروف ہے، اس کی چھوٹی سی میز پر کاغذوں اور فائلوں کا اتنا اونچا انبار ہے کہ
بس چھت کو چھوتے چھوتے رہ گیا ہے، اس کے بالکل سامنے ایک اور چھوٹی سی میز
کے پیچھے ایک سیاہ فام ادھیڑ عمر کا شخص میز پر رکھے ہوئے ٹائپ رائٹر پر کبھی
بجلی کی تیزی سے انگلیاں چلاتا ہے اور کبھی بالکل آہستہ آہستہ ٹک ٹک کرتا ہے،
اس کی نگاہیں ٹائپ رائٹر پر جمی ہوئی ہیں، وہ کچھ کچھ وقفے کے بعد اپنے شانے
سکیڑتا ہے اور ماتھے کی جلد کو اوپر نیچے ہلا رہا ہے، وہ نہ کچھ سن رہا ہے اور نہ
کسی آواز کی طرف متوجہ ہے، بس ٹائپ کرتا جا رہا ہے۔ گنجا منحنی اور معنک لال
جلد کی کتاب کے مطالعے میں مصروف ہے اور پڑھتے پڑھتے ایک دم کمرے کی
چھت کا بغور ملاحظہ کرنے لگتا ہے، کمرے میں شور اور اضطراب بڑھتا جا رہا ہے:
جناب والا یہ بے قصور ہے، حضور یہ نابالغ ہے اور آزادی اس کا حق ہے،
یور آنر اس کو اقبال پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ یہ اچھی بات ہے مجھے اس کے
دو لیونٹ مل جائیں گے، منحنی گنجے اور معنک شخص نے بدستور چھت کی طرف
دیکھتے ہوئے بے اعتنائی سے جواب دیا ہے۔ جناب من دس سال سے اس
کے خلاف شہادت نہیں آ رہی، اسے آزاد کیا جائے! جناب مجھے ناجائز

بیڑیاں پہنائی گئی ہیں وہ بیڑیاں اتارنے کے پیسے مانگتے ہیں۔ تو دے دو۔ ہجوم میں سے کسی نے جواب دیا ہے، ایک دم قہقہے بلند ہوئے ہیں اور گنجے منحنی اور معنک نے چہرے پر نفرت کے تاثرات لاکر سامنے کی دیوار پر معلق کلاک کے ہندسے زیرلب پڑھنے شروع کئے ہیں، اس کی دائیں جانب کے دروازے پر چک آویزاں ہے جس کے پیچھے نسوانی اور مردانہ آوازوں کا شور قہقہوں کی صورت میں بلند ہوا ہے : اندر اور چائے بھیجو، گنجے منحنی اور معنک شخص نے بے تابی سے ایک نہایت ہی بدشکل شخص کو حکم دیا ہے : میری پیشی کب ہے ؟ مجھے نہیں پتہ، اس کی بائیں جانب بیٹھے شخص نے سختی سے پوچھنے والے کو دھتکار دیا ہے۔ پوچھنے والے نے میز کے نیچے سے مٹھی اس کی طرف بڑھائی ہے، جواب دینے والے نے مٹھی میں مٹھی بھینچ کر جواب دیا ہے : چار تاریخ۔ فریقین نے اپنی اپنی جگہ لے لی ہے، میں کٹہرے میں پہنچ چکا ہوں، میری بائیں جانب ایک محافظ اپنی رانوں کا درمیانی حصہ کھجاتا ہوا میری طرف دیکھتے ہوئے ایک نہایت ہی بوسیدہ سی فائل پڑھ رہا ہے، دوسرے کٹہرے میں بھینگا اور اس کا ساتھی بڑے اعتماد سے گنجے منحنی اور معنک شخص کی طرف دیکھ کر مسکرا رہے ہیں، احمد مجھے آنکھ مار کر میرے مشن کی یاد دہانی کرا رہا ہے، جناب، جناب، کالے کوٹوں والوں نے کورس کے انداز میں ہم آہنگ ہو کر کہا ہے : لنچ بریک ہونے والا ہے ہماری درخواستوں کا فیصلہ کیا جائے، فیصلہ کیسا فیصلہ ؟ میں یہاں فیصلے کرنے نہیں آیا بلکہ ...... اوہ میں خود کچھ بھول گیا ہوں کہ میں کیا کرنے آیا ہوں، اوہ بدبخت آج دس تاریخ ہو گئی ہے اور ابھی تک میری تنخواہ نہیں آئی، گنجے منحنی معنک شخص نے چیخ کر بائیں جانب بیٹھے شخص کو کہا ہے، وہ کاروباری انداز میں مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ گنجا معنک منحنی شخص ایک دم لال کتاب پڑھنے لگا ہے، کمرے میں بے تابی بڑھتی جا رہی ہے، ایک کالے کوٹ

Scanned with CamScanner

نے کافی انتظار کرنے کے بعد ہمت سے کام لیا ہے : سر آپ کون سا جرم تلاش کر رہے ہیں ؟ آپ اس کی نوعیت بتا دیں ، مجھے خود نہیں پتہ کہ میں کیا ڈھونڈھ رہا ہوں ؟ ایک مدت سے اس کتاب کی ورق گردانی کر رہا ہوں جو میں ڈھونڈھ رہا ہوں حاضرین اس سے ناواقف ہیں ، میرا خیال ہے کہ میں کافی بکواس کر چکا ہوں اب کام شروع کرنا چاہیئے ، سارے کالے کوٹوں والے کھلکھلا کر ہنسنے لگے ہیں ، خاموش ، یہ میرے وقار کی توہین ہے ، نقص امن کا اندیشہ بڑھتا جا رہا ہے امداد طلب کی جانی ضروری ہے ، گنجا منحنی معنک شخص چیخ رہا ہے ۔ معافی دی جائے ، محافظ نے فائل سے نگاہ اٹھائے بغیر مشورہ دیا ہے ، معافی ہی ہی ..... گنجے منحنی اور معنک نے طنزاً جواب دیا ہے : کوئی کسی کو کبھی معاف نہیں کرتا ، کارروائی شروع کی جائے ۔ سر یہ تو کافی دیر سے شروع ہو چکی ہے ، میں نے اس کا ایک ایک حرف ٹائپ کر لیا ہے ، گنجے منحنی اور معنک شخص کی دائیں جانب بیٹھے ہوئے شخص نے ٹائپ رائیٹر پر بدستور انگلیاں چلاتے ہوئے خود کلامی کے انداز میں جواب دیا ہے ۔ تم کس کی اجازت سے اس کارروائی کی رپورٹ محفوظ کر رہے ہو ، ایسی کارروائیوں کا ریکارڈ محفوظ کرنے کے لئے کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی ، یہ کارروائی شروع کب کی ؟ اس کے بارے میں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا ۔ اس نے بدستور ٹائپ پر انگلیاں چلاتے ہوئے جواب دیا ہے ، بہت سی کارروائیاں ایک کارروائی کا حصہ ہیں ، گنجے منحنی اور معنک شخص کے بائیں جانب بیٹھے ہوئے موٹے سے شخص نے جواب دیا ہے ۔ حلف کیوں نہیں لیتے ؟ محافظ نے چوبی تختے پر فائل پٹخ دی ہے ۔ میں گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھ رہا ہوں ، جلدی کرو احمد نے سرگوشی میں مجھے تنبیہ کی ہے : جو کچھ کہو گے ایمان سے سچ کہو گے ، محافظ نے چیخ کر کہا ہے ، میں ابھی حلف اٹھانے کی سوچ میں ہوں کہ گنجا منحنی اور معنک شخص اپنی جگہ پر ایک دم کھڑا ہو گیا ہے : حضرات اب لنچ بریک ہے اور اگر نہ بھی ہو تو مجھے اپنے ریٹائر ہونے دم

میں جانا ہے کیونکہ میرے دوست اندر انتظار کرتے کرتے تھک گئے ہیں ، دیکھو ، اس نے اپنی بائیں جانب بیٹھے ہوئے شخص کو مخاطب ہو کر کہا ہے ، ہماری عدم موجودگی میں تمہیں کارروائی جاری رکھنے کا پورا اختیار ہے ، گنجا منحنی اور معنک اپنے خصیے ملتا ہوا دائیں جانب کی چک اٹھا کر اندر چلا گیا ہے اس کے اندر جاتے ہی کمرے میں کہرام مچ گیا ہے اور کالے کوٹوں والے ایک دوسرے کو دھکے دیتے ہوئے بائیں جانب بیٹھے ہوئے موٹے شخص کی طرف بڑھ رہے ہیں ، اس نے جواباً لمبی سے انگڑائی لی ہے ، حاجی نائب اس کے پاس کھڑا ہو کر چیخنے لگا ہے : کس کس کو تاریخیں چاہیئے ہیں ؟ ہم سب کو تاریخیں چاہیئے ہیں ، سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا ہے : دو روپے دو روپے ، حاجی نائب چیخ رہا ہے ۔ کمرے میں بتدریج شور اور ہجوم کم ہوتا جا رہا ہے ، فضا میں ہر طرف نوٹ ہی نوٹ لہرانے لگے ہیں ، حاجی نائب ڈھلتے ہوئے ہجوم میں سے ایک نوجوان خوش پوش کو کلائی سے پکڑ کر محافظ کے پاس لایا ہے ، محافظ اور نوجوان کمرے کے ایک گوشے میں جا کر سرگوشی کے لہجے میں ایک دوسرے کے رازدار بننے میں مصروف ہیں لیکن ان کی احتیاط کے باوجود سب کچھ سنائی دے رہا ہے : دیکھو میرا کام ہر کام کی مخالفت کرنا ہے اور بغیر کسی وجہ کے مخالفت نہ کرنا ، یار تم سمجھتے ہی ہو ۔ ہاں مجھے سب کچھ منظور ہے لیکن کیا آج اس کی ضمانت ہو جائے گی ؟ کیوں نہیں باقی تفصیل ۲ بجے کنٹین پہ طے کریں گے ۔ ہجوم نتھر گیا ہے ۔ ہمارے لئے کیا حکم ہے ؟ احمد نے کسی قدر غصے سے پوچھا ہے ۔ حکم اللہ کا ، شہادت شروع کی جائے ۔ خواجہ صاحب ابھی تک نہیں آئے ، بھنگے کے ساتھی نے بے تابی سے احمد سے پوچھا ہے ۔ تم خاموش رہو ، میں سب کچھ سنبھال لوں گا ۔ اچھا جو کچھ کہو گے ایمان سے سچ کہو گے ! بولتے کیوں نہیں ؟ تمہیں سانپ نے ڈس لیا ہے ، محافظ نے سختی سے مجھے کہا ہے ، کمرے میں کسی قدر خاموشی چھا گئی ہے ۔ حلف ، حلف کس کی وفاداری

کا ؟ میں نے تھوک نگل کر بمشکل جواب دیا ہے : بے وفائی کا، کسی نے آواز کسی ہے اور سارے کمرے میں قہقہوں کا شور بلند ہوا ہے ، یہ کوئی نیا مرغا جال میں پھنسا ہے ۔ نہیں اس کرسی کا حلف لو جو اس وقت خالی ہے ہاہا ، جو کہو گے ایمان سے سچ کہو گے ، محافظ نے پھر چیخ کر کہا ہے ؛ لیکن میں بے عقیدہ ہوں کس ایمان کا حلف اٹھاؤں ؟ ہائیں ! یہ دہریہ ہے یہ کمیونسٹ ہے، یہ ایجنٹ ہے، یہ گواہ نہیں خود ملزم ہے، اُف، دہریہ ! کالے کوٹوں نے شدت سے احتجاج کیا ہے ، پوائنٹ آف آڈر ، محافظ نے خالی کرسی کو مخاطب کیا ہے : چونکہ کرسی خالی ہے اس لئے بغیر حلف کے شہادت قلمبند کی جا سکتی ہے ، بائیں جانب بیٹھے ٹائپسٹ نے ٹائپ پر انگلیاں چلاتے ہوئے جواب دیا ہے ، تم کون ہو ؟ حکم چلانے والا اختیار تو مجھے سونپا گیا ہے ، بائیں جانب بیٹھے شخص نے اپنی توند کھجلاتے ہوئے احتجاج کیا ہے، ٹائپسٹ کچھ جواب دیئے بغیر ٹائپ پر بڑی تیزی سے انگلیاں چلا رہا ہے ، میں نے ایک ہی سانس میں اپنا حسب نسب اور اتہ پتا بتا دیا ہے ۔ چپ کیوں ہو اپنا پیشہ کیوں نہیں بتاتے ؟ محافظ نے گرج کر پوچھا ہے ، میں ابھی سوچ ہی رہا ہوں کہ کیا جواب دوں کہ کسی نے ہجوم میں سے آواز لگائی ہے : شہادتیں دینا ہاہاہا ، تجارت ، میں نے ندامت کو دور کرنے کے لئے کانپتی ہوئی آواز میں جواب دیا ہے ۔ گواہ خاموش ہے اس کاروبہ شامل مسل کیا جائے ، احمد نے چیخ کر اعتراض کیا ہے ۔ یہ احمد کو کیا سوجھی اُوہ، ڈبل کراسنگ ۔ میں نے گلا صاف کر کے وہ سب کچھ اس تیزی سے دوہرایا ہے کہ سب حیرت سے میری طرف دیکھ رہے ہیں : طوطا سبق دوہرا رہا ہے ہاہاہا، اف، میں برآمدگی کا ذکر کرنا بھول گیا ہوں ، چوہدری میرا ستیاناس کر دے گا میں نے جھوٹے یقین کے ساتھ بلند آواز میں خالی کرسی کو مخاطب کیا ہے : جناب والا میں کچھ بھول گیا ہوں ۔ بھولی ہوئی بات کو یاد کرتے

کی اجازت نہیں، ٹائپسٹ نے بدستور انگلیاں چلاتے ہوئے تنبیہ کی ہے۔ بائیں جانب بیٹھا موٹا شخص ایک دم غصے میں جھرجھری لے کر بچوں کی طرح دانت پیسنے لگا ہے: جرح کی اجازت ہے، کیا یہ درست ہے کہ آپ پہلی مرتبہ شہادت دے رہے ہیں؟ احمد نے جرح کا آغاز کیا ہے۔ منشی گواہ پر جرح نہیں کر سکتا، محافظ نے اعتراض کیا ہے۔ اس وقت کرسی خالی ہے اس لئے سب کچھ جائز ہے، احمد نے برجستہ جواب دیا ہے۔

احمد : گواہ جواب دے۔

میں : یہ درست ہے۔

احمد : کیا یہ درست ہے کہ آپ نے یہ واقعہ نہیں دیکھا؟

میں : جی ہاں نہیں دیکھا ہے۔

ہجوم پھر قہقہے لگا رہا ہے۔ حاجی نائب نے نیچے سے مجھے بھرپور ٹھوکر ماری ہے اور میرے منہ سے بیساختہ چیخ نکلی ہے۔ کٹہرے میں کھڑے بھینگے کے ساتھی نے چیخ کر کہا ہے: جناب ایک دو سوال میں کروں گا۔

ٹائپسٹ : اجازت ہے (بائیں جانب بیٹھے ہوئے موٹا شخص پھر دانت کچکچانے لگا ہے)

بھینگے کا ساتھی : گواہ صاحب (کمرے میں قہقہہ) یہ بتاؤ تم پروفیسر ہو۔

میں : نہیں۔

بھینگے کا ساتھی : کیا یہ ٹھیک ہے کہ تم چوہدری کے کہنے پر جھوٹی شہادت دے رہے ہو؟

میں : میں کسی چوہدری کو نہیں جانتا میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کی شہادت دی ہے (احمد لپک کر آگے بڑھا ہے اور بھینگے کے ساتھی کے کان میں کچھ کھسر پھسر

کر رہا ہے)۔

بھینگے کا ساتھی : یہ ٹھیک ہے کہ پچھلے سال تمہیں نوکری سے اس لئے نکال دیا تھا کہ تم

میں : نہیں .... ہاں مجھے پتہ نہیں

احمد : کیا یہ درست ہے کہ چوہدری نے تمہیں دوبارہ ملازمت دلوانے کا وعدہ کیا ہے بشرطیکہ تم اس کے کہنے پر شہادتیں دو ؟

میں : یہ بالکل غلط ہے احمد تم تم ...... میں سچ بول رہا ہوں ، نہیں میں جھوٹ بول رہا ہوں ۔

میں زور زور سے چیخنے لگا ہوں اور میری ہر چیخ کے ساتھ قہقہوں کا شور بلند ہو رہا ہے : یہ پروفیسر ہے نہیں یہ جھوٹا گواہ ہے یہ بہروپیہ ہے ہا ہا ہا.. ..... میری آنکھوں کے سامنے تاریکی اور روشنی کے دھبے ناچ رہے ہیں اور سینہ میں سخت درد اٹھا ہے ، چاروں طرف آنکھیں اور چہرے ہی چہرے ہیں ، اردگرد کی ہر چیز تیزی سے گھوم رہی ہے ، بلند شور ایک دم مدہم ہوتا جا رہا ہے ۔ یہ بیہوش ہو گیا ہے اس کے منہ پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارو ! میں نے ایک دو مرتبہ زور سے سر جھٹک کر غنودگی اور بے ہوشی کو ہوش میں تبدیل کرنے کی کوشش کی ہے ، غالباً ہجوم مجھے کمرے سے اٹھا کر باہر برآمدے میں لے آیا ہے ۔ میری ٹانگیں نقاہت سے بڑی طرح کانپ رہی ہیں ، سامنے چوہدری سُرخ سُرخ آنکھوں سے مجھے گھور رہا ہے ، طبیعت کچھ بحال ہوئی ہے اور میں منہ کا کڑوا ذائقہ دور کرنے کے لئے اپنی دونوں جیبوں میں سگریٹ کی ڈبیہ ٹٹول رہا ہوں لیکن نہ ڈبیا مل رہی ہے اور نہ وہ دو نوٹ جن کی خاطر.....

Scanned with CamScanner

(۱۱)

ابھی تک میرا شمار زندوں میں ہے اس لئے کہ میں سوچ رہا ہوں، میں اپنے علاوہ اردگرد کی ہر چیز کو بخوبی دیکھ سکتا ہوں، صرف یاداشت وقتی طور پر دھندلا گئی ہے۔ ابھی تک میں یہ اندازہ نہیں لگا سکا کہ میں کب سے بستر پر ہوں؟ کافی کوشش کے باوجود بھی اٹھنے کی ہمت نہیں پاتا، غالباً میں بیمار ہوں، واقعی بدن کافی گرم ہے، مجھے بیماری سے خوف آتا ہے، اس لئے نہیں کہ میں موت سے خائف ہوں بلکہ محتاجی سے ڈرتا ہوں۔ میری آنکھوں میں خون کی تپش ہے، پتلیوں کے گرد دائرے میں آگ جل رہی ہے، دھویں کے اژدھا چھت کی کڑیوں سے چمٹے رینگ رہے ہیں، چھت دوہری ہوتی جا رہی ہے، دھویں سے بنتے ہوئے دو برہنہ حبشی پسینے میں شرابور چھت کو اپنی انگلیوں سے تھامے ہوئے ہیں۔ میرے منہ سے ایگزاسٹ فین کی طرح گرم ہوا کے بھبکے نکل رہے ہیں، زبان خشک ہو کر دونوں جبڑوں کے درمیان بھٹکنے لگی ہے، بدن کی تمازت سے کمرے کی دیواریں دہک رہی ہیں، ماتھا برف کے تودے کی طرح منجمد! یہ آب و ہوا کا تضاد ہے، نہ جانے کون سا موسم ہے؟ نہ جانے دن ہے کہ رات؟ میں کس منطقے میں ہوں پھر کیسی بے یقینی ہے، سینے پر کس نے بھاری پتھر رکھا ہے کہ تنفس ماند پڑ گیا ہے، میں ایک نہ معلوم پہاڑ پر چڑھتا جا رہا ہوں، پنڈلیوں میں سخت درد ہے، واپسی کا کوئی راستہ معلوم نہیں ہے، میں اس بے پایاں وادی میں گر جاؤں گا، اوہ میں واقعی گرتا جا رہا ہوں، میں بچنے کے لئے دونوں ہاتھوں سے عدم اور خلا کو دیوانہ وار پکڑ رہا ہوں مگر ہاتھ پھسلتے جا رہے ہیں، میں گرتا جا رہا ہوں، اُف! یہ ہولناک سفر ختم ہوتے

Scanned with CamScanner

کا نام نہیں لیتا، میرے دماغ میں چیونٹیاں رینگنے لگی ہیں، میں حواس کھونے والا ہوں، نہیں ابھی نہیں، کچھ دیر اور، آزمائش کا مرحلہ ہے۔ لیکن یہ سب کچھ میرے اختیار میں نہیں ہے، میرے اختیار میں کچھ نہیں ہے بلکہ میں خود اپنے اختیار میں نہیں ہوں، یہ عدم کا سفر ہے، میں اب زیادہ برداشت نہیں کر سکتا، اُف کوئی مددگار بھی نہیں ہے، اوہ! دغاباز احمد! تم دوغلے ہو، تم نے میرے پیٹ سے کپڑا اٹھا دیا ہے تم میری گمراہی کے عفریت ہو، اُف میرا ذہن تو میرا عذاب ہے، اب مجھے تنہا چھوڑ دے۔ یہ ہذیان نہیں حقیقت کا ادراک ہے۔ میں ابھی تک ہیولوں کے غبار میں ہوں، میں نے عزت و توقیر کے سارے تصورات کو مسمار کر دیا ہے اور زندگی کی بہیمیت کو قبول کر لیا ہے، تاہم میں وہ نہیں ہوں، جو میں ہوں۔ میں وہی ہوں جو میں ہوں، میں نے زندہ رہنے کے لئے شاپ گیپ ارینجمنٹ کیا ہوا ہے۔ میں نے اس دن پہلی مرتبہ جھوٹ بولنے کی کوشش کی تھی، نہ جانے مجھے کیا ہو گیا تھا؟ میں دوسروں سے مختلف نہیں ہوں، جعفر اور صادق ایک مدت سے اس چار دیواری میں یہی کام کرتے چلے آرہے ہیں، وہ تو ان تمام کمروں میں ہزاروں مرتبہ نادیدہ یا فرضی واقعات کو دیدہ اور حقیقی واقعات کے طور پہ بیان کر چکے ہیں، ان کا سر کبھی نہیں چکرایا، ان کا تمسخر کسی نے نہیں اڑایا۔ میرے جھوٹ اور سچ بولنے سے کیا فرق پڑتا ہے، ننگوں میں ایک اور ننگے کے اضافہ سے زیادہ بے حیائی نہیں پھیلتی۔ میں کوئی معیار نہیں ہوں کہ میرے حوالے سے اچھے اور بُرے کا تعین کیا جائے کیونکہ میرے تمام عوامل اچھائی اور برائی سے باہر سرزد ہوتے ہیں۔ کون دروغ گو نہیں ہے؟

اُف، جب سے یہ بدبخت کرایہ دار نچلی منزل میں آئے ہیں زندگی عذاب بن گئی ہے سارا دن اس کی لڑکیاں ادھم مچاتی ہیں، نہ دن کو چین نہ رات کو سکون، اس کرایہ دار کے آنے سے حصول رزق کی بے یقینی کس حد تک کم ہو گئی ہے اس نے

چھ ماہ کا کرایہ پیشگی دیا تھا، جس سے گھر میں نئے یقین کی لہر اٹھی ہے، اب میں کوئی اور کام کر سکتا ہوں، واہ رے شیخ چلی، تین سو روپے میں بمشکل گھر کا آٹا دال آتا ہے، یہ میری ضروریات نہیں ہیں میں کچھ اور چاہتا ہوں، کیا چاہتا ہوں؟ پتہ نہیں کیا چاہتا ہوں، فرض محال مجھے ایک دم کہیں سے ایک ہزار روپیہ ماہوار ملنے شروع ہو جائیں تو میں پھر کیا کروں گا؟ نہ ہونے نے میری سوچ کو الٹ دیا ہے؟ ہاں سب کی سوچ الٹی ہوئی ہے اسی لئے تو ایک نئے معاشرے نے جنم لیا ہے، نئی نجابت ہر جگہ پر پھول کی طرح کھلی ہوئی ہے! یہی وجہ ہے کہ اس شہر کا میئر ایک اُمّی ہے اور سب اس کی حاکمیت میں ہیں، یہ اس شہر کے تعلیمی مدرسوں کی سزا ہے اور میری سزا اپنے آپ سے دور رہنا ہے۔ پیدائش فنا کے سفر کا آغاز ہے، ہر چیز اور فعل میں عمداً مقصدیت پیدا کی جاتی ہے کہ خلا انسان کو اس کی ہلاکت کی طرف راغب نہ کر دے، میں یہ سب کچھ جانتا ہوں اس لیے ابدیت کا خریدار نہیں ہوں۔ اگر دنیا میں دکھ ہے تو پھر کیا؟ خوشی ہے تو پھر کیا! دونوں کو ثبات نہیں ہے، ایک تضاد دوسرے تضاد کو پیدا کرتا ہے، دونوں ایک دوسرے سے متصادم ہو کر حل ہوتے ہی نئے تضاد کو جنم دیتے ہیں، انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ کارہائے نمایاں سرانجام دے رہا ہے۔ درحقیقت وہ اپنے ذاتی عکس کی توسیع میں مصروف ہے۔ عام مفروضہ ہے کہ اچھے کام کرنے والا ہمیشہ زندہ رہتا ہے، اُف ہمیشگی کا بوجھ تمام انسانیت اور تمام نظاموں کی شکست ہے، یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میں اچھے اور برے کاموں کے تفرقات سے آزاد ہوں، صرف جیتا ہوں اور بے مقصد جیتا ہوں...

بخار کی سرسامی کیفیت سے سر چکرانے لگا ہے، میں کب بیمار ہوا تھا؟ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ ایک ہجوم میرے تعاقب میں تالیاں بجا رہا تھا اور میں بھاگتا جا رہا تھا۔ میں اپنے بستر پر کیسے ہوں؟ مجھے کون لایا ہے؟ میں نے آخری مرتبہ

کیا کھایا تھا کہ زبان اتنی سخت اور کڑوی ہے کہ تھوک نگلنا محال ہے ؟ گردن اینٹھی ہوئی ہے تلوے اور ہتھیلیاں گرم اینٹ کی طرح دھک رہی ہیں : بھائی جان، بھائی جان ہوش کریں ہوش کریں ...... کوثر اس کے ماتھے پہ ٹھنڈی پٹی رکھو۔ کون ؟ ماں تم ؛ بھائی جان اب طبیعت کیسی ہے ؟ میں بیمار ہوں ؟ کتنے دنوں سے بیمار ہوں، کون کہتا ہے کہ میں بیمار ہوں۔ یا اللہ رحم کر میرے بیٹے پر...... ماں ماں میرے عذاب میں اضافہ مت کرو، مجھ پر انسانوں کا سایہ ہے۔ اف توبہ! توبہ اس بیماری میں کفر منہ سے مت نکال تمہیں نہ جانے کیا ہوگیا ہے ؛ مجھے کچھ نہیں ہوا مجھے پتہ ہے جو کچھ میرے ارد گرد ہو رہا ہے لیکن یہ نہیں پتہ کہ میرے اندر کیا ہو رہا ہے ؟ بھائی جان تھرمامیٹر لگائیں۔ مجھے بخار نہیں تھرمامیٹر کو بخار چڑھا ہوا ہے۔ کوثر ابھی تک اس کے دماغ کو بخار چڑھا ہوا ہے۔ نہیں نہیں، ان کی طبیعت پہلے سے بہت بہتر ہے۔ کوثر مجھے کیسا بخار ہے ؟ کل ڈاکٹر آیا تھا وہ کہتا تھا کہ دماغ کا بخار ہے۔ تم مجھے ایک گھنٹے کے بعد چائے دے جانا، گھبراؤ نہیں میں بہت سخت جان ہوں اتنی جلدی اپنے آپ کو موت کے حوالے نہیں کرتا۔ توبہ توبہ بیٹے کیسی باتیں کرتے ہو ؟ کوثر، رضیہ کہاں ہے ؟ اس کے سر میں درد ہے سر باندھے سوئی ہوئی ہے۔ اب اس کی طبیعت کیسی رہتی ہے ؟ کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ سنا ہے شہر میں ایک بڑا مانا ہوا بزرگ آیا ہے،...... اف ماں کیسی جہالت کی باتیں کرتی ہو۔ توبہ توبہ، کیسا کفر تول رہے ہو، تم راستے سے ہٹے ہوئے ہو اس لئے ہم سب کے سب مصیبت میں ہیں۔ ماں چپ رہو تمہاری انہی باتوں نے مجھے بیمار کر دیا ہے، سنو تم نے ایک بیمار بدن کو پیدا کیا ہے۔ اس میں میرا کیا قصور ہے سب کچھ قدرت کے ہاتھ میں ہے۔ امی آپ کوئی موقعہ محل دیکھ لیا کریں۔ تم جاؤ اس کے لئے چائے بناؤ۔ میرا خیال ہے ماں مجھ سے لڑنے جھگڑنے کے لئے میری صحت کا

انتظار کر رہی تھی۔ توبہ توبہ تم سے بات کرنا جھگڑا مول لینا ہے۔ ماں مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے جھگڑنے کے لئے بات چیت کرتے ہیں۔ نہیں میرا مقدر ہی ایسا ہے پہلے تمہارے باپ کی سختیاں برداشت کیں اور اب اولاد کی۔ ماں تم بھی کمال کرتی ہو میں نے کبھی تمہیں بُرا بھلا نہیں کہا، اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ امجد تو نہیں آیا تھا؟ آیا تھا۔ کوئی خاص بات؟ کہتا تھا کہ وہ مکان کے آدھے کرائے کا حق دار ہے۔ تم نے کیا جواب دیا: میں نے کہا کہ تم بیمار ہو اس کے بعد ——— میں اس کا جواب اس کو عدالت میں دوں گا۔ یہ سب اس کی بیوی کی چال ہے، کوثر تم اتنی جلدی چائے لے آئی ہو۔ مجھے ابھی بھوک نہیں ہے۔ نہیں بیٹے ابھی پی لو دو تین دن سے تم نے کچھ کھایا پیا نہیں۔ کوثر تمہارا نتیجہ کب نکل رہا ہے؟ سنا ہے کل نکل رہا ہے، میں آج صبح کالج گئی تھی پروفیسر صدیق اور راحمل آپ کا پوچھ رہے تھے۔ اچھا۔ بھائی جان میں نے ایک جگہ آپ کی ملازمت کا بندوبست کیا ہے۔ کس قسم کی ملازمت؟ میرے پاس تین چار ٹیوشنیں ہیں اب اور کام کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ لیکن بھائی جان ٹیوشن پڑھانا کوئی باقاعدہ ملازمت نہیں ہے لوگ ابھی تک سمجھتے ہیں کہ آپ بیکار ہیں۔ کوثر میں لوگوں کے لئے کام نہیں کرتا میں تمہارا مطلب سمجھ گیا ہوں کہ میرا کوئی سٹیٹس نہیں ہے، کیا فرق پڑتا ہے کہ میں کیا ہوں؟ کون ہوں؟ میں دنیا کے لئے نہیں اپنے لئے زندہ ہوں۔ آپ کو نہیں ہمیں تو فرق پڑتا ہے۔ تم بھی اس دوڑ میں شامل ہو؟ نہیں دراصل گھر کے اخراجات کافی ہیں آپ کی ٹیوشنیں باقاعدہ آمدنی کا ذریعہ تو نہیں ہیں۔ تمہارے ذریعے کون مجھے نوکری دینا چاہتا ہے؟ دراصل میرا ایک کلاس فیلو ہے اس کے باپ کا بہت بڑا بزنس کنسرن ہے اور اس کے مینیجر نے کچھ دن ہوئے استعفیٰ دے دیا ہے انہیں ایک پڑھے لکھے شخص کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ قرعہ مجھ پہ کیسے گرا

ہے ؟ کیا لوگ مجھے بھول نہیں گئے ہیں ؟ میں نے خود آپ کا ذکر کیا تھا۔ ابھی نہیں جب تک میں فیصلہ نہ کر لوں۔ اس میں فیصلہ کرنے کی کیا بات ہے ؟ ہر احسان کی کوئی نہ کوئی قیمت ہوتی اور بعض دفعہ کسی قیمت کی ادائیگی مشکل ہو جاتی ہے ! آپ دن بدن موربڈ ہوتے جا رہے ہیں۔ کوثر تو باورچی خانے میں جاؤ ہانڈی جلنے کی بو آ رہی ہے ...... کمرے میں مکمل خاموشی چھا گئی ہے ماں بستر کے قریب ایک کرسی پر بیٹھی کسی سوچ میں گم ہے : ماں تم مجھے گھور کیوں رہی ہو ؟ میری شکل بدل گئی ہے ؟ کیسی پاگلوں سی باتیں کر رہے ہو۔ ہاں، یہ پاگل پن ہی ہے کہ میں سارے جہاں سے الجھ رہا ہوں، یہ پاگل پن ہی ہے کہ میں سب کچھ جانتے ہوئے بھی کچھ نہیں سمجھ سکا، یہ پاگل پن نہیں تو اور کیا کہ کسی مقصد اور خواہش کے بغیر موت کی بجائے زندگی کو قبول کیا۔ اوہ، میں بہت باتونی ہوتا جا رہا ہوں، بیماری کی حالت میں مجھے خاموش رہنا چاہیئے ! کمرے میں پھر خاموشی چھا گئی ہے، ماں میرے چہرے کے تاثرات سے دل کا حال جاننا چاہتی ہے، میں اس کے چہرے سے اس کی آمد کا مقصد چاہتا ہوں، ہم دونوں ایک دوسرے کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ اسے غالباً یہ خطرہ لاحق ہے کہ میں یا تو مر جاؤں گا یا پاگل ہو جاؤں گا، اس کے برعکس مجھے یقین ہے کہ موت بھی مجھے چھونا پسند نہیں کرتی کیونکہ میرا وجود کسی اہمیت کا حامل نہیں ہے اور نہ ہی میں اسے اتنی اہمیت دیتا ہوں۔ میری داستان کتنی لودی اور بے کیف ہے کہ میرے پاس نہ کوئی ہمہ گیر انسانی تجربہ ہے اور نہ کوئی انسانی راز۔ میں دراصل ایک ایسی کٹی ہوئی رسی پر چل رہا ہوں جس کا نہ کوئی آغاز ہے اور نہ انجام لیکن چلنا مقدر کی جبریت ہے۔ میں ماضی اور مستقبل دونوں کی قید اور خواہش سے بچا ہوا ہوں پہلے کبھی ماضی کی طرف ذہن بطور فرار بھٹکتا تھا لیکن اب وہ بھی اندھیرے میں بجھتے ہوئے انگارے کی طرح ہے جو خود بجھ چکا ہے مگر جس کی بو پھیلی ہوئی ہے۔

Scanned with CamScanner

میں خود کلامی سے اکتا گیا ہوں، یہ میرے احتجاج کی ایک صورت ہے یہ دوسروں سے عدم رابطہ کو استوار رکھنے کی ایک کوشش ہے، ابھی ابھی میں بیحد باتونی ہو گیا تھا اب بالکل چپ سادھنے کو جی چاہتا ہے، ماں کی موجودگی میں اس کی بجائے اپنے آپ سے گفتگو کرنے کو جی چاہتا ہے جیسے بیماری کے چند دنوں میں میرے اندر اتنا مواد جمع ہو گیا ہے کہ اس کو منظم کرتے کرتے کافی وقت لگے گا، میری مثال بھی اس درویش کی ہے جو اپنی گدڑی اس لئے پھاڑتا ہے کہ اسے دوبارہ سیا جا سکے۔

کمرہ پھر خاموش ہے، ماں اٹھ کیوں نہیں جاتی اب اور کیا چاہتی ہے ؟ میری طبیعت پھر ڈوبنے لگی ہے، سارا بدن ایک نئی طرح کی گھبراہٹ کی لپیٹ میں ہے، کبھی یوں لگتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز پر امن ہے، کبھی یہ دل چاہتا ہے کہ اردگرد کی ہر چیز کو تہس نہس کر کے کہیں دور نکل جاؤں اتنی دور کے اپنا سراغ نہ پا سکوں۔ کمرے میں بے معانی خاموشی نے ہر چیز کو جکڑا ہوا ہے۔ میرا اور ماں دونوں کا دل دھڑک رہا ہے، اس کا رویہ کسی قدر غیر معمولی ہے وہ شاذ و نادر ہی میرے کمرے میں آتی ہے۔ میرا اس گھر سے رابطہ کوثر کے ذریعے ہے جب مجھے کوئی ضرورت ہو یا گھر کے کسی فرد کو میری ضرورت ہو تو کوثر رابطے کا کام کرتی ہے۔ آج صورت حال کسی قدر مختلف نظر آتی ہے، کمرے کے پردے گرے ہوئے ہیں یا غالباً شام یا رات ہے، کیونکہ جب میں بیدار ہوا تھا تو اس وقت کمرے میں بتی جل رہی تھی: میں تم سے ایک مشورہ کرنا چاہتی ہوں اچھا، پھر سہی، تمہاری طبیعت ابھی ٹھیک نہیں ہے۔ نہیں نہیں میری طبیعت ٹھیک ہے۔ بیٹے ہماری سختیاں کب دور ہوں گی ؟ تمہیں کیا بتاؤں کہ میں کیا کیا سوچتا رہتا ہوں۔ مجھے رشید سے یہ توقع نہ تھی کہ وہ آخر میں خط تک لکھنا چھوڑ دے گا۔ مجھے یہی توقع تھی وہ اس گھر میں محض اپنا وقت پورا

کر رہا تھا۔ اچھا اللہ اسے خوش رکھے اس کا مستقبل بن جائے گا۔ ہاں میرے علاوہ اس دنیا میں ہر شخص کا مستقبل ہے۔ کسی مخالف نے تمہارے ساتھ دشمنی کی ہے۔ نہیں میں نے اپنے ساتھ دشمنی کی ہے، میری سوچ نے مجھے دھوکہ دیا ہے، میں نے جو کچھ نہیں کیا اس کی سزا بھگت رہا ہوں، میں خائف ہوں، اس گھر کے در و دیوار سے اپنے آپ سے ان تمام لوگوں سے جو مجھے نشانہ بنا کر میرے انجام کے منتظر ہیں۔ اللہ فضل کرے ہم پر بھی اچھا وقت آئے گا، ماں تم مجھ سے کچھ مشورہ کرنا چاہتی ہو! ہاں باتوں باتوں میں میں بھول ہی گئی ہوں، دراصل بات یہ ہے کہ میں سوچ رہی ہوں کہ کہیں اچھا رشتہ مل جائے تو کوثر کی شادی کر دوں، تمہاری نظر میں اگر کوئی ہے تو بتاؤ؟ اتنی جلدی کیا ہے؟ ابھی بمشکل قرضے کی ایک قسط ادا کی ہے گھر کے خرچ کا ابھی کوئی معقول بندوبست نہیں ہوا، چند سو روپیہ مکان کا کرایہ آتا ہے، ایک سو روپیہ قسط میں اُٹھ گئے باقی کچھ تم لے آتے ہو، کوثر نے تمہاری ملازمت کا بندوبست بھی کر لیا ہے۔ ماں تم بہت جلد باز ہو! مجھے اپنی زندگی کا اعتبار نہیں دمے کی مریض ہوں سارا دن سانس اکھڑا رہتا ہے، تمہاری نظر میں کوئی رشتہ ہے؟ ایک دو ہیں۔ کس نے بھیجے ہیں؟ ان میں سے ایک اچھا ہے وہ کوثر کی سہیلی زبیدہ لائی تھی۔ لڑکا کیا کام کرتا ہے؟ کاروں کی بہت بڑی دکان ہے، ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہے صرف ایک بہن ہے، کتنی عمر ہے؟ بس کوثر جتنی ہو گی۔ اگر وہ امیر ہیں تو ان کی نظر اس خستہ حال گھر پر کیوں پڑی ہے؟ قدرت کا کھیل ہے۔ جب مقدر چمکنے لگے تو پھر...... اب تم جو کہو ویسا ہی کرتے ہیں ہاں، ایک ترکیب اور بھی ہے، کوثر کا خیال ہے کہ تمہیں نوکری ملنے کے بعد مکان کی اوپر کی منزل بھی کرائے پر دے دیں اور ہم کسی اچھے سے مکان میں منتقل ہو جائیں۔ ماں میری سمجھ میں کچھ کچھ آ رہا ہے یہ تمہارا اور کوثر کا ذاتی معاملہ ہے میں صرف اپنے انتخاب کا ذمہ دار ہوں۔ تمہاری مرضی کے

Scanned with CamScanner

بغیر یہ قدم ...... نہیں ، ہرگز نہیں ، میں اس معاملے میں نہیں آؤں گا، تمہارے کہنے کے مطابق میں نے رضیہ کی زندگی جان بوجھ کر تباہ کی ہیں اب مزید عذاب نہیں اٹھانا چاہتا ، ویسے بھی پہلے کب مجھ سے مشورہ کیا جاتا تھا کہ اب میری ضرورت پیش آئی تم لوگ فیصلہ پہلے کر چکے ہو اور مجھ سے صرف انگھوٹھا لگوانا چاہتے ہو، مجھے سب کچھ منظور ہے لیکن میں شرکت نہیں کروں گا مجھے سب کچھ منظور ہے لیکن شادی کے عوض وہ نوکری نہیں منظور ہے ! مجھے اکیلا چھوڑ دو ، منظور ہے ! منظور ہے !

کمرے میں پھر مہمل سکوت لیکن اس مرتبہ اس سکوت میں سازشں کا عنصر شامل ہے، میری عیادت یہ شفقت ، یہ محبت ، سب کے سب ہا ہا ہا ! سازشی گفتگو اس فضا میں تحلیل ہو چکی ہے اور دیوانگی کی لہر پھر عود آئی ہے ، تاہم اختلال حواس کے باوجود حواس کی فنائی کا احساس رکھتا ہوں ، میرے لئے حواس باختگی کا یہ عالم اس شعور کی دھڑکن ہے جس میں ساری کائنات کو اندھا منعکس دیکھتا ہوں ، وہ مجھے نہیں دیکھتی میں اسے دیکھتا ہوں اور نہ جانے کب تک دیکھتا رہوں گا۔ میں گواہ رہوں گا کہ کائنات ہر وجود کے لئے ایک مکروہ تجربہ ہے ، یہ میرے شعور سے باہر نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ صرف اتنی ہی ہے جتنا اسے میں دیکھ رہا ہوں ، ہر وجود بذاتِ خود ایک کائنات ہے، ایک چھوٹی اور ایک بڑی کائنات ، تصادم ، کیا یہ ممکن ہے کہ چھوٹی اور بڑی کائنات کو ہلاکو کی طرح ظالمانہ طریقے سے فتح کیا جا سکے ؟ میں ڈان کہوٹے بنتا جا رہا ہوں ، اگر کوثر اپنی پسند کی شادی کرنا چاہتی ہے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے ؟ اس نے بھی اس مصیبت سے نکلنے کی راہ نکالی ہے ، میں غربت اور ناداں کو مصیبت کیوں سمجھتا ہوں ؟ اس ملک میں ۹۹ فیصد لوگ نادار ہیں کیا سب کے سب ناخوش ہیں ؟ کیا ثروت ہی تمام خوشیوں کا سرچشمہ ہے ؟ سنا ہے اہل ثروت زیادہ ناخوش ہوتے ہیں،

Scanned with CamScanner

میں ناخوش ہوں کہ مجھے میرا حق نہیں دیا گیا، میں ناخوش ہوں کہ میں اپنے اردگرد سے بے خبر ہوں، مجھے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے سے روکا گیا ہے، میں عجیب و غریب شخص انارکی کا شکار ہوں، میں خود اپنا کرب ہوں!

کوئی اس وقت میرے کمرے کے دروازے کے پردے کے پیچھے میرے ذہن کی آواز سننا چاہتا ہے کہ میں اس وقت کس قسم کا منصوبہ بنا رہا ہوں، کسی نہ کسی خیال، چیز یا شخص نے میرے تعاقب میں رہنا ہے، مجھ جیسے نابکار شخص کی نگرانی سے کسی کو کچھ نہیں ملے گا۔ غالباً رات ہو چکی ہے، یہ رات کی آمد کی نشانی ہے، دل کی دھڑکن بدستور تیز ہوتی جا رہی ہے شاید کسی نئی وبا کا ابتدائیہ ہے۔ کون؟ اندر آجاؤ "رضیہ" "نہیں میں اندر نہیں آسکتی تم ناپاک ہو، تمہارے کمرے سے کفر کی بُو آتی ہے تم باہر مت نکلنا انہوں نے کہا ہے میں تم سے پردہ کروں! کیا بکواس کر رہی ہو! میں خود نہیں بولتی مجھے ایسا بولنے پر مجبور کیا جاتا ہے، تم آرام کرو تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، ہی ہی! کون کہتا ہے میں بیمار ہوں، میں نے تو سردرد کا بہانہ کیا ہوا تھا میں نے چوری چھپے سب باتیں سن لی ہیں وہ تمہیں دھوکہ دے رہے ہیں، گھر میں نئی سازشیں ہو رہی ہے، تم نے اس مرتبہ پھر سچ بولنا ہے، وہ قید سے باہر نکلنا چاہتی ہے یہاں سب بدمعاش ہیں سودا کیا جا رہا ہے، تم نے اگر ہاں کی تو میں ریل کی پٹڑی پر سر رکھ دوں گی پھر کوئی نہیں مجھے بچا سکے گا، تم بے وقوف ہو تمہیں پتہ نہیں کوثر چوری چھپے عشق کرتی ہے وہ ناپاک ہے میں نے اس سے بولنا ترک کر دیا ہے، میرے سر میں درد ہے مجھے دورہ نہیں پڑنے والا ہی ہی ہی..... وہ دھڑام سے کمرے کی دہلیز پر گر گئی ہے، میں بڑی مشکل سے باہر نکل کر اسے سنبھالنے کی کوشش کر رہا ہوں، وہ زمین پر چیت لیٹی ہے ٹانگیں اور بازو تشنج سے کھنچے ہوئے ہیں اور دہانے سے نہایت ہی بدبودار

جھاگ بھر رہی ہے۔ ملحقہ کمرے سے کوثر اور ماں بھی باہر نکل آئی ہیں اور تینوں نے اسے بمشکل گھسیٹ کر چارپائی پر ڈالا ہے۔

کمرے میں پھر وہی مہمل خاموشی ہے میرے دل کی دھڑکن کے علاوہ در و دیوار پر اس قدر سکتہ چھایا ہوا ہے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کچھ اور کیوں ہو رہا ہے؟ مرگی : ایک ردِ عمل؟ نہیں، شادی!! ایک ردِ عمل؟ نہیں، میں : ایک ردِ عمل؟ نہیں، سب چیزوں کو جل جانا چاہیئے، بھسم ہو جانا چاہیئے، اوہ، دہمو، عفریتو، مجھے پل بھر کے لئے تنہا چھوڑ دو، میں پھٹ جاؤں گا، ایک پل کے لئے تنہا چھوڑ دو، میں بہت پریشان ہوں، میں بہت مسمار ہوں......

Scanned with CamScanner

۱۲

دن کی بوتل میں بارہ گھنٹے کی قید کے بعد رات کا جن بڑی تیزی سے باہر نکلتا ہے، یہی جن میرا خوف ہے، جس سے یک لخت میرا جسمانی نظام پارہ پارہ ہونے لگتا ہے، کبھی یوں لگتا ہے کہ بایاں بازو شل ہو چکا ہے' اور دل کا دورہ پڑنے لگا ہے، میں انتظار کرتا ہوں، جب کچھ نہیں ہوتا تو گردن میں اینٹھن اس طرح اٹھتی ہے کہ نظر دھندلا جاتی ہے، سارے بدن میں بے چینی کی لہر پھیل جاتی ہے، اور میں اسی طرح ہانپتا ہانپتا رات کے دوسرے کنارے تک جا پہنچتا ہوں ؛ ہر رات میرے لئے عذاب بن کر آتی ہے، ایک قرض خواہ بن کر کوئی تقاضا کرتی ہے۔ دن اور رات میرے لئے دو جداگانہ حیثیتوں کے مالک ہیں۔ جب اضطراب حاوی ہو جاتا تو میں اپنے کمرے کی چھت پر چڑھ کر تاریکی اور روشنی میں ملفوف شہر کو صبح کی پو پھوٹنے تک دیکھتا ہوں، شب باشی کرنے والے کتنے مصروف ہیں، ریستورانوں میں، عشرت کدوں، میں سڑکوں پر، رات کا انتظار کیا جاتا ہے، یہ کایا کلپ ہے، یہ بڑی بے حیا ہے کہ ہر روز زوال آفتاب کے ساتھ اپنی گود میں طرح طرح کے خزانے لئے ہوئے افق پر تمتمتی ہوئی نمودار ہوتی ہے، وہ کسی کو کچھ نہیں دیتی ہر ایک سے خراج لیتی ہے۔

صبح ہی سے میرے سارے بدن میں عجیب طرح کی کھد بد ہو رہی ہے، گزرا ہوا دن کافی مصروف تھا، میں اب کامیابی کے مراحل سے گزر رہا ہوں۔ اس دوران میں تین چار کامیاب شہادتیں دے چکا ہوں اور میں نے اس طرح ان دیکھے واقعات کو قابل یقین طریقے سے بیان کیا کہ سب کو سزا ہو گئی، اس دن میں نے دل بھر کر وہسکی

Scanned with CamScanner

پی کیونکہ میں اس رات بیحد پریشان تھا، اس دن میرے پاس کافی پیسے تھے، سارا خرچہ مختلف فریقوں نے اٹھایا تھا، اس رات جب میں نے چوہدری کو اپنی کامیابی کا حال سنایا تو وہ بہت خوش ہوا اور مجھے تھپکی دے کر کہنے لگا : یار تم اتنے خطرناک نہیں ہو جتنا میں تمہیں سمجھتا رہا ہوں، اس علاقے میں میری دھاک بیٹھ رہی ہے کہ جس کو باندھتا ہوں وہ بچ کر نہیں جا سکتا، بس پروفیسر تم پہ اس خوشی میں گشت کی پابندی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کی جاتی ہے۔ آج کا دن کافی مصروف تھا۔ احمد بھی اب مجھ سے کافی خوش ہے، اس کا لکھنے پڑھنے کا سارا کام میں نے سنبھال لیا ہے، میں نے رات کے وقت چوہدری کے گھر آنا جانا بھی شروع کر دیا ہے اور اپنے شکار کو چوہدری کے گھر یا اڈے پر سے ہی قابو کر لیتا ہوں اس طریق کار سے میرا اور احمد کا کاروبار کافی فروغ پر ہے۔

یہ خواہش جبلت سے پیدا ہوتی ہے یا تلذذ سے ؟ میں نے کئی مرتبہ اس کے بارے میں غور و خوض کیا ہے لیکن کبھی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا، میں ابھی تک اسے ایک سیدھا سادھا جسمانی عمل سمجھتا رہا ہوں مگر جب کبھی یہ خواہش پیدا ہوئی ہے تو مجھے یہ کافی پیچیدہ عمل محسوس ہوتا ہے۔ اس ردِ عمل میں ناہید کے سلوک کا بھی کافی دخل ہے، اس کی اور میری دوستی محض اتفاق تھا اور یہ بھی اتفاق تھا کہ ہمارے نظریات میں کسی حد تک مماثلت تھی۔ میں نے کئی مرتبہ جذبات کا اظہار کیا، اس نے کئی مرتبہ جذبات کا اظہار کیا، مگر بات کچھ آگے نہ بڑھی۔ پھر میں نے یہی باور کیا کہ ہر عورت کاٹھ کی پتلی ہے ! یہ پیٹری آرکل معاشرہ ہے، مرد اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے خوامخواہ اپنے ساتھ عورت کو گھسیٹ رہا ہے اور میں نے سوچا کہ لذت مرد کے اپنے بدن میں ہے اور وہ عورت کے بدن کو اشتعال کے لئے استعمال کرتا ہے۔

ایک دن میں نے اپنی جنسی جبلت کو غور سے دیکھ کر اس طرح کچل دیا کہ اس کا وجود

Scanned with CamScanner

میرے شعور سے اتر گیا اور میں دنیا کے کام کاج میں کھو گیا، درس و تدریس، ہوٹل بازی اور پو پھوٹنے تک اوندھا لیٹ کر کتابیں پڑھنا۔

آج میں نے کسی وجہ کے بغیر اپنے خلاف بغاوت کر دی ہے، صبح اخبار پڑھتے پڑھتے میں نے ایک سو سالہ سنیاسی کی تصویر دیکھ کر کہا: اس سنیاسی کو کیا سوجھی کہ قوتِ باہ کی خاطر ہمالیہ کی کھوہ میں نصف صدی تک ریاضت کرتا رہا ہے۔ میں اس باریش سنیاسی کی تصویر دیکھ کر کافی دیر تک ہنستا رہا پھر مجھے معاً خیال آیا کہ کہیں میں "اٹروفی" کا شکار تو نہیں ہوں؟ میں نے اردگرد کے لوگوں کو اس خواہش کی شدت میں اپنے آپ سے باہر اور حیوانوں سے بدتر دیکھا ہے، مجھے کیا ہو گیا ہے؟ واقعی میں بیماری کی لپیٹ میں ہوں، بدن کے صحت مند حصے نے کمزور حصے کو جھٹک کر کہا: میں بیمار نہیں ہوں، میرے اعضا میں ناہید کے بدن کے لئے کشش تھی لیکن وہ عمداً اس رشتے سے گریز کرتی رہی، سیاسی اور فلسفیانہ بحثوں کی آڑ میں اسے چھپاتی رہی، ایک دن میں نے کسی قدر بے تکلفی کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی تو اس نے کہا: تم حیوان معلوم ہوتے ہو، میرے سارے بدن پر سن چھا گئی اور اس کے بعد میں نے اس کے ساتھ اس موضوع پر کبھی گفتگو نہ کی۔ مجھے یوں لگا کہ وہ مجھ سے شادی کا وعدہ چاہتی ہے، یہ غالباً میری خوش فہمی تھی، وہ مجھ سے صرف باتیں کرنا چاہتی تھی۔ میں ردِ عمل کا شکار رہا ہوں، میں نے خواہ مخواہ جنسی جبلت سے منہ موڑا ہوا ہے۔ فرائیڈ احمق ہے کہ خوف اور دہشت میں جنسی خواہش تیز تر ہو جاتی ہے، میں ایک مکمل ہراس میں ہوں پھر میں نے کبھی اس کی تحریک کو شدت سے محسوس نہیں کیا۔ میرے ساتھ واقعی کچھ گھپلا ہوتا جا رہا ہے، نہ جانے کیوں کبھی کبھی مجھے جنسی عمل کے تصور سے کسی قدر گھن آنے لگی ہے۔ تاہم مجھے اپنے آپ سے باہر نکلنا ہے۔

نصف شب نہ دن ہے نہ رات، گھر سے باہر نکلنے سے پہلے میں نے وسکی کا

ایک کوارٹر پیا تھا کہ نشے میں شدت پیدا ہو۔ یہاں ایک وضاحت ضروری ہے:
میں اپنے خوف پر قابو پانا چاہتا ہوں جو بغیر کسی وجہ کے سارے بدن میں سرایت
کر گیا ہے۔ ٹھیک نصف شب، بیکراں وسیع رات، ساری کائنات کی ستر پوش
رات، نہیں، جذبات کو عریاں کرنے والی رات، عروسی لباس میں چاند کا جھومر
پہنے ہوئے رات، ایک بلا وے کی صورت میں تمام ذہنوں کو چاٹ رہی ہے، اکسا
رہی ہے، مارچ کی معتدل خنک ہوا دل کے ہر گوشے کو گدگدا رہی ہے، شہر محوِ خواب،
صرف وہی مصروفِ عمل ہیں جنہیں رات رزق دیتی ہے۔ خلقت نے میرے لئے
راستہ چھوڑ دیا ہے، اب میری باری ہے جدھر اور جہاں چاہوں نکل جاؤں اور
سڑک پر صبح چلنے والی خلقت کے نقوشِ پا مجھے دیکھتے ہی رہ جائیں کر وہ بھی
باہر نکل آیا ہے جس کے قدموں کے نشانوں میں کوئی قوت نہیں ہے، کوئی استقامت
نہیں ہے، یہ منتشر ہیں، بہکے ہوئے ہیں، ان کے لیے راستہ چھوڑ دو کہیں شناخت
کا قرینہ الجھ نہ جائے، میرے قدموں نے کہا: ہم اپنی شناخت کا کوئی نشان نہیں
چھوڑیں گے، ہم گمنام رہنا چاہتے ہیں، ہمیں کسی مقصد کی تلاش نہیں ہے اور نہ ہی
ہم کسی کے تعاقب میں ہیں، غرض مند دیوانہ ہوتا ہے ہمارا کام صرف ایک بدن کو
اٹھانا ہے اور بس! مجھے کدھر جانا ہے؟ مجھے کس کی تلاش ہے؟ حوا کی بیٹی!
ایک ایسی بیٹی جو دنیا کے سب سے قدیمی پیشے میں مصروف ہو۔ ایک دوسرے سے
بالکل نا آشنا، ایک دوسرے کی حیثیتوں سے نابلد، نہ نفرت نہ محبت، بس ایک
ہی خواہش کے رشتے میں پیوست، وعدے اور معاوضے سے ماورا، ایک دوسرے
کی طرف کھچتے جائیں........ یہ کیسے ممکن ہے؟ میں ایسی دنیا میں ہوں
جہاں صرف دولت کی چمک ہے اور میں بھی اس تجربے کی خرید کے لیے شام سے
پریشان ہوں۔ طرح طرح کے خدشے ذہن میں منڈلا رہے ہیں، کوئی رشتہ دار عزیز

مجھے کسی عورت کے ساتھ دیکھ نہ لے، کہیں پکڑا نہ جاؤں اور سب سے بڑھ کر یہ
کہ میں سودا کس طرح کروں گا؟ میں کافی دیر سے باہر نکلا ہوا ہوں۔ سرِشام تلاش
ضروری تھی، فرضِ محال مجھے سڑک پر اس وقت کوئی بھولی بسری مل جائے تو اسے
کیا کہوں گا؟ اشارہ کروں گا؟ نہیں کیسی مہمل حرکت ہے! اسے آواز دوں گا؟
نہیں، اسے الہام تو نہیں ہو سکتا کہ میری ضرورت کیا ہے، اظہار کے ذریعے ہی
مدعا کی تکمیل ممکن ہے، اچھا وہ خود ہی سمجھ جائے گی۔ کافی راستہ طے کر چکا ہوں
مگر ابھی تک کوئی عورت نظر نہیں آئی، اخباروں اور تقریروں میں فحاشی کا بہت
تذکرہ کیا جاتا ہے اگر یہ سب کچھ درست ہے تو کوئی عورت کیوں نہیں نظر آتی؟
صرف اِکا دُکا کار فراٹے بھرتی ہوئی پاس سے گزر جاتی ہے، بھانت بھانت کی
آوازوں والا شہر چپ کے سکتے میں ہے، اس وقت صرف دیواروں اور عمارتوں
پر چسپاں اشتہار بول رہے ہیں، اوہ، واقعی حالات بڑی سرعت سے بدل رہے
ہیں، ان اشتہاروں کی سوئچ ایک نئے منظر کی دعوت معلوم ہوتی ہے۔ میں ان
اشتہاروں کی آوازوں سے بہت دور نکل گیا ہوں، میرا کوئی نقطہ نظر نہیں ہے،
میں کسی کے ساتھ نہیں ہوں، میں نے اب دیکھنا اور سننا بند کر دیا ہے، میں بزدل
مفرور ہوں، برٹنڈرسل نے ویت نام کے جنگی جرائم کا ٹرائیبونل قائم کر لیا ہے،
وہ کہتا ہے: میں سب کچھ دیکھتے ہوئے خاموشی کے جرم کا مرتکب نہیں ہونا
چاہتا، وہ مجھے بھی اس ٹربیونل کے سامنے پیش کریں گے، وہ مجھے اسی طرح ڈھونڈ
لیں گے جس طرح یہودی اپنے نازی قاتلوں کو دور افتادہ علاقوں سے ڈھونڈ کر اغوا
کرتے ہیں، میرے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا، صرف یہی کہہ سکوں گا: میں بھی بہت کچھ کرنا چاہتا تھا.
لیکن کچھ بھی نہیں کر سکا، میں جواز پیش نہیں کروں گا، میں نے جو کچھ کرنا تھا وہ کر لیا،
جو کچھ نہیں کر سکا وہ میں نے نہیں کرنا تھا، نہ کر سکنے کی خلش محض حماقت ہے۔

Scanned with CamScanner

میرا سر پہلے سے زیادہ بوجھل ہے، آنکھوں کی پتلیاں پھیلتی جا رہی ہیں، اندھیرے میں سے نکلتی ہوئی روشنیاں پل بھر میں اندھیرا بن جاتی ہیں اور پھر قدم اتنے بھاری ہو جاتے ہیں کہ اٹھاتے ہوئے بھی نہیں اٹھتے۔ ذہن ایک پاتال کی طرح خالی ہے۔ بدن مزید سفر کی حمایت میں نہیں ہے اور میں فٹ پاتھ کے ساتھ لگی ہوئی ریلنگ پر پاؤں نیچے لٹکا کر بیٹھ گیا ہوں۔ اوہ، یہ کار میری طرف رینگتی رینگتی کیوں آ رہی ہے؟ یہ روشنیاں بند کردو، یہ چمک دار آنکھیں مجھے اندھا کر دیں گی، میں نے چیخ کر کہا ہے اور کچھ دیر کے بعد ان آنکھوں کی بینائی آہستہ آہستہ ختم ہو گئی ہے: تم مہذب شہری ہو! میں نے زیرِ لب کار کے ڈرائیور کو ہدیۂ تحسین پیش کیا ہے، کار کے اندر بھی اندھیرا ہے اور باہر بھی اندھیرا ہے۔ پروفیسر! کسی نے مجھے آواز دی ہے۔ یہ کوئی میرا شناسا سا ہے، میں نے لڑکھڑاتے ہوئے وہاں سے اٹھنے کی کوشش کی ہے ٹھہرو میں وہیں سہم گیا ہوں، کوئی میری تاک میں ہے، دشمن لگتا ہے ادھر آؤ یہ کوئی نسوانی آواز ہے، لیکن میں پروفیسر نہیں ہوں، میں وہ نہیں ہوں، یہ بھولی بسری آوازیں ہیں، میں کسی آواز کے تعاقب میں نہیں ہوں اور نہ ہی کوئی آواز میری تلاش میں ہے۔ ایک دم کار کی روشنیاں جل اٹھی ہیں، میں ہڑبڑا کر ریلنگ سے نیچے اتر آیا ہوں۔ ادھر آؤ، ادھر آؤ، میں ناہید ہوں، میں نے تمہیں پہچان لیا ہے، تم اس گھنی داڑھی کے پیچھے بھی نہیں چھپ سکتے۔ اس کے دونوں ہاتھ کار کے سٹیرنگ پر ہیں، اور میرے جواب کی منتظر ہے، میں نے کار کی جانب قدم بڑھائے ہیں، اس نے ایک ہاتھ سے کار کا دروازہ کھول دیا ہے۔ میں کچھ کہے بغیر قدم سنبھالتا ہوا اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا ہوں اور پھر نصف ٹھٹھری رات میں سوئے ہوئے شہر کی ویران سڑکوں پہ کار فراٹے بھرنے لگی ہے۔ اس نے نہ سوال کیا ہے اور نہ میں نے ہی کوئی جواب دیا ہے۔ کار کے اندر میرے سانس میں رچی، ہوئی وہسکی کی بُو سے اس کے چہرے پر اضطراب،

Scanned with CamScanner

ناپسندیدگی اور ملامت ہے۔ تم ہوش میں ہو ؟ ہاں، میں نے بے دلی سے بالکل سپاٹ ذہن سے جواب دیا ہے۔ کار دھچکے سے ایک بند ہوتی ہوئی کافی بار کے سامنے رکی ہے۔ اس نے کافی کا آڈر اشارے سے دیا ہے اور ایک سوتا جاگتا ہوا بیرا برآمدے میں ایک کاؤنٹر پر رکھے ہوئے پرکولیٹر میں کافی بنانے لگا ہے۔ میں اس بڑھتی ہوئی خاموشی سے خائف ہوں، ناہید کی اچانک اور اتفاقی ملاقات کچھ بے معانی سی لگتی ہے، کوئی قدر مشترک بھی نہیں رہی ہے جیسے میرے پاس کہنے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے، اس کے پاس شائد کچھ ہو لیکن مجھے اس میں کوئی دلچسپی نہیں ہے، بیتی باتوں کو کیونکر دوہرایا جا سکتا ہے، ہر واقعہ زندگی کی کمان سے نکلا ہوا ایک تیر ہے۔ تم نے یہ داڑھی کب سے رکھ لی ہے ؟ کچھ پتہ نہیں ! تم آج کل کیا کر رہے ہو ؟ شاید کچھ نہیں، اور شاید کچھ ——، وہ ایک دم ہنسنے لگی ہے تم ابھی تک ویسے ہی ہو ہاں تم میری شادی پر کیوں نہیں آئے تھے ؟ بولو۔ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ بیرا کافی لے آیا ہے اور اس نے کافی کا ایک پیالہ مجھے دیا ہے۔ کافی کے چند گھونٹوں سے ذہن کچھ ٹھکانے لگ رہا ہے، نگاہوں میں ابہام کی بجائے وضاحت کی روشنی جھانکنے لگی ہے، لیکن اس کے باوجود بھی ناہید کی رفاقت کچھ بے کیف سی ہے، شاید اس لئے کہ ہمارے درمیان کا لمحہ گزر چکا ہے۔ دیکھو، دیکھو ہم کیا سے کیا ہو گئے ہیں ؟ اور نہ جانے کیا ہو جائیں گے ؟ تمہارا اس وقت ملنا بھی کیسا اتفاق ہے، تم بولتے کیوں نہیں ؟ مجھے پتہ ہے تم ناراض ہو، میں نے تمہارے لئے ڈیڈی کو رضا مند کرنے کی پوری کوشش کی تھی لیکن وہ پروفیسر سے میری شادی نہیں کرنا چاہتے تھے، میں بالکل بے قصور ہوں، مجھے معاف کر دو ! مجھے خاموش دیکھ کر اس نے کار پھر تیزی سے سٹارٹ کی ہے اور کسی منزل کے بغیر شہر کی مختلف سڑکوں پر یہ سیاہ رنگ

کی کار گھوم رہی ہے۔ ناہید تمہارا میاں کدھر ہے؟ جہنم میں، وہ ڈیڈی کی دولت کے چکر میں تھا، اس وقت غالباً روم میں ہے، سنا ہے اس نے وہاں ایک اور شادی کر لی ہے اور میں اپنے بیمار ڈیڈی کی عیادت کرنے پر معمور ہوں۔ اس کی واپسی؟ نہ ہو تو اچھا ہے میں نے اس کے والدین کو ڈیڈی کی مرضی کے بغیر طلاق کا نوٹس دے دیا ہے، میں اب تنہا رہنا چاہتی ہوں، کسی سہارے اور کسی امید کے بغیر، اور یہی فلسفہ زندگی کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ اس نے کار کو یک لخت بریک لگائی ہے۔ اوہ، رات کے دو بجے ہیں، اچھا ناہید پھر ملیں گے۔ یہ کیسے ہوا کہ کار میں اتنی دیر گھوم پھرنے کے بعد میں اسی ریلنگ کے پاس کھڑا ہوں جہاں سے میں کار میں سوار ہوا تھا۔ ناہید نے مجھے دھتکار دیا تھا، میں نے اس کا بدلہ نہیں لیا، وہ میرے مسائل میری ذات کے حوالے سے بہت دور رہ گئی ہے۔ آج رات میں جس کی تلاش میں ہوں وہ خود بخود میرے پاس آ گئی، لیکن میرے اندر رغبت پیدا نہ ہو سکی۔ میری شخصیت ہرگز پیچیدہ نہیں ہے، میں کسی ذمہ داری کے بغیر آزاد رہنا چاہتا ہوں! کسی طرح کی حامی بھرنا نئے وبال کو دعوت دینا ہے۔ میرا بدن ابھی تھکاوٹ سے چکنا چور نہیں ہوا ہے، وہسکی کا نشہ ہلکے سے خمار میں تبدیل ہو گیا ہے اور سر کو ایک انجانے درد نے جکڑ لیا ہے، اس وقت گھر چلا جاؤں تو بہتر ہے، لیکن وہاں جا کر کیا کروں گا؟ نیند سے بہتر جاگنا ہے، واہموں کی گرفت میں آنا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس سڑک پر کسی گشتت پارٹی سے مڈبھیڑ نہیں ہو گی، یوں بھی اب میری شناخت مشکل ہو چکی ہے، حلیہ بدل گیا ہے، میں جاننے والوں کے حافظے سے اتر چکا ہوں، مجھے اس رات کے سفر پر جانا ہے، اس رات کی انتہا تک پہنچنا ہے، جہاں رات دن میں تبدیل ہو جائے، یہ لایعنت نہیں ہے، لایعنت کے احساس سے زندگی

کا آغاز ہوتا ہے ! انسان کے طور پر اتنا مجرم نہیں ہوں، میں نے نہ اس زندگی کو شروع کیا ہے اور نہ ہی اسے کسی منطقی یا غیر منطقی انجام تک پہنچانے کا اہل ہوں، میں اسے صرف بسر کر سکتا ہوں، اس کی شرائط میری بجائے وہ لوگ متعین کرتے ہیں جو میرے افعال کے محرک ہیں۔ اس علاقے کو اس شہر کا مولاں روژ تو نہیں کہا جا سکتا تاہم اس میں کچھ نا قابلِ فہم سا کاروبار چلتا ہے۔ رات کی خنکی میں نیٹون روشنیوں میں چمکتے ہوئے اشتہار بے تکے سے ہیں، بڑے بڑے کینوس کے بورڈوں پر، ہیرا بلیکیا، مولا جٹ، جیرا بلیڈ، کرفیو پاسں، مجرم اور نہ جانے کیا کچھ لکھا ہے، جو کچھ بھی یہ ہے وہ ایک نئے "دیگر کلچر" کی موجودگی کا اعلان کرتے ہیں، سڑک پر اکا دکا ٹریفک ہے، بغلی مشکوک گلیاں جو شام کو چلتے چلتے ایک دم غائب ہو جاتی ہیں، روشنی اور سائے میں بٹی ہوئی ہیں۔ یہاں ایک رات میں لبِ سڑک کھڑے کھڑے فلمیں مکمل ہو کر پنجاب اور فرنٹیر کے سرکٹ میں فروخت ہوتی ہیں، مفصل سے بھاگی ہوئی دوشیزائیں ایک ہی رات میں ہیروئین بنتی بنتی چکلے میں جا بیٹھتی ہیں یہاں پر ایک ایکسٹرا سپلائر کا دفتر ہے جہاں عورت کے علاوہ جملہ منشیات بھی مل جاتی ہیں۔ آج کی رات یہ دفتر بھی بند ہے۔ برہمچاری رہنا انکارِ ذات کا فلسفہ ہے : بابو کدھر چلنا ہے ؟ پاس سے گزرتے ہوئے ایک موٹے سے تانگہ بان نے پوچھا ہے : جہاں تم لے چلو سر میں معلوم ہوتے ہو۔ نہیں مجھے خود نہیں پتہ کہ مجھے کہاں جانا ہے ؟ شاعر ہو ؟ نہیں پھر کہاں جانا چاہتے ہو ؟ میرا کام تو لے جانا ہے منزل سواری بتاتی ہے۔ نہیں کرائے سے غرض ہے۔ جہاں تمہارا گھوڑا تھک جائے منہ مانگا کرایہ لے لینا۔ نہیں بابو جہاں میرا گھوڑا رک جائے وہاں اتر جانا، منظور ہے، چل اوئے شیر دے

پتر ،اس نے پوری قوت کے ساتھ گھوڑے کو چابک رسید کیا ہے اور وہ سرپٹ بھاگنے لگا ہے ،اِردگرد کے کھمبے ، درخت اور مکان بڑی تیزی سے بھاگ رہے ہیں، میرا ذہن ان سے بہت آگے نکلنے کی کوشش میں ہے ..... آج میری شب زفاف ہے .... اس شہر کی سب عورتیں کہاں چھپ گئی ہیں ؟
انگریزوں کا پرانا گیت ہے کہ ہر مرد کے لیے ایک عورت بنی ہے ،میری عورت کہاں ہے ؟ کس ستر میں چھپی ہے ؟ اے شہروں کے شہر اس عورت کو اپنے پیٹ سے باہر نکال جو میرے لئے بنی ہے میں اب زیادہ برداشت نہیں کر سکتا ، باحیا عورتوں کو اس وقت تاریکی کے گھونگھٹ سے باہر نکلتے ہوئے شرم آتی ہے اور میں بھی باحیا عورتوں سے شرم محسوس کرتا ہوں ، وہ کہاں ہے جس کا تخم میرے ساتھ ڈالا گیا تھا ؟ میں انکار کی صورت میں بپھر جاؤں گا اور نابالغوں کے لئے قہر بن جاؤں گا ! اوہ، امام غزالی ! واقعی انسان غلیظ پانی کی پیدائش ہے اور اسے کیمیائے سعادت عبادت کے بعد بھی حاصل نہیں ہو سکتی کہ وہ بنیادی طور پر غاصب ہے، اے بزرگ و برتر امام ! اس شہر کے لوگوں نے میرا حق غصب کیا ہے اسی لئے یہ نااتفاقی اور ہوس کا شکار ہو کر ایک دوسرے کا گلا کاٹنے پر مجبور ہیں ۔ تانگہ چلتے چلتے رک گیا ہے ، لو بابو ، میرا اصیل یہیں رک گیا ہے ! یہ کونسی جگہ ہے ؟ ہاہا ! آنکھیں کھول کر دیکھو ! اوہ تم مجھے یہاں کیوں لے آئے ؟ کسی نے دیکھ لیا ! ہاہا ! دیکھ لیا ! ہاہا ، میرا اور میرے گھوڑے کا گھر یہیں ہے میں اسی آبادی میں رہتا ہوں لیکن دلالی نہیں کرتا۔ میں نے یہ کب کہا ہے ؟ تم جس وقت تانگے میں سوار ہوئے تھے میں اسی وقت سمجھ گیا تھا ، ہر تانگے والا دلال نہیں ہوتا ۔ یہ لو دس روپے اور میری جان چھوڑ دو۔
میری ساری نیند اور نشہ ہرن ہو چکا ہے ، ڈر ہے کہیں کوئی دیکھ نہ لے ،

ڈر ہے کہیں گشت پارٹی سے مڈبھیڑ نہ ہو جائے، ابھی تک میرے منہ میں اس کی بو رچی ہوئی ہے، چاروں طرف تنگ و تاریک سنسان گلیاں اور ہیبت ناک خاموشی ہے! تمام چہل پہل معدوم ہو چکی ہے، تانگہ سٹینڈ بھی بالکل ویران ہے، کسی کسی جھروکے میں سے روشنی آ رہی ہے، سامنے کے مکان سے ایک ہارمونیم کی تھکی ہوئی آواز نہایت ہی پرانے گانے کی دُھن الاپ رہی ہے، چوک میں واقعہ سنیما کا آخری شو بھی ختم ہو چکا ہے۔ اس سارے بازار میں جو بے شمار گلیوں پر مشتمل ہے، چائے کا صرف ایک ہوٹل کھلا ہے۔ جب سے نیا قانون بنا ہے اس علاقے کی رونق اجڑ گئی ہے اب یہاں صرف سنگنگ گرلز کی صدا ہی سنائی دیتی ہے۔ مجھے یہاں سے نکل جانا چاہیئے، اس وقت یہاں پھرنا کسی طرح خطرے سے خالی نہیں ہے ویسے بھی مجھے یہاں کی عورت نہیں چاہیئے ہے، وہ حرامزادہ تانگے والا مجھے دھوکے سے یہاں لے آیا ہے۔ اس وقت یہ بازار بند کیوں ہے؟ اسے تو صبح کے وقت بند ہونا چاہیئے تھا، غالباً آج شہر میں کسی کو شہوت نہیں آئی، شاید ضبطِ نفس سے کام لیا جا رہا ہے، کل ایک مقدمہ بھگتنے آئی تھی، احمد کے اڈے پر بیٹھی اپنے پیشے کے زوال کا ماتم کر رہی تھی کہ اب یہ دھندا شریفوں نے بھی شروع کر دیا ہے، اب تو سارا شہر چکلا بنا ہوا ہے۔ مجھے اس سلسلے میں احمد کی خدمات سے فائدہ اٹھانا چاہیئے تھا، گھر سے باہر نکلنے سے پہلے پل کے لئے ذہن میں یہ بات آئی تھی مگر میں نے اس تجویز کو رد کر دیا کہ یہ اتنا ہی شخصی اور ذاتی معاملہ ہوتا ہے کہ دوسرے کے صلاح مشورے کی گنجائش نہیں ہے۔ میں اسی سوچ میں کئی گلیوں کا طواف کر چکا ہوں، اب مجھے واپس چلنا چاہیئے، جیب میں تین چار سو روپے ہیں۔ یہ سامنے اندھیرے میں کوئی سرک رہا ہے، گلی کے موڑ پہ بھاری قدموں کی چاپ اٹھی ہے، اندھیرے میں بجلی کی طرح ایک نامعلوم سایہ میری طرف آگے بڑھا

ہے اور ایک دم بازو سے پکڑ کر ایک گھر کے ادھ کھلے دروازے کی لے جا رہا ہے : ریڈ ہو گیا، ریڈ ہو گیا، بابو اندر آجاؤ، وہ سامنے گشت پارٹی آ رہی ہے۔ اس نے مجھے ایک خستہ سے مکان میں دھکیل کر دروازہ باہر سے بند کر دیا ہے اور باہر سے مدھم سی آواز دی ہے : حنیفاں بابو آیا ہے۔ خستہ مکان کی ڈیوڑھی کے آگے ایک چھوٹا سا دلان ہے جس کی پچھلی طرف ایک بڑے سے کمرے میں نہایت ہی مدھم روشنی جل رہی ہے، نامعلوم شخص کی آواز سن کر ایک فربہ بدن ادھیڑ عمر عورت جمائیاں لیتی ہوئی کمرے سے باہر نکلی ہے : اندر آجاؤ، لیکن میں تو یہاں ...... یہاں سب یہی کہتے ہیں، وہ بے پروائی سے جواب دے کر پلنگ پر بیٹھ گئی ہے اور میں پاس کھڑا کمرے کا جائزہ لے رہا ہوں ؟ ایک ہال کمرے کو میلے سفید رنگ کے پردے کے ذریعے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے کمرے کے اس حصے کی کل کائنات ایک بوسیدہ سے پلنگ اور کرسی پر مشتمل ہے، پردے کے پیچھے بڑے مہیب خراٹوں کی آواز آ رہی ہے۔ دروازہ باہر سے بند کیوں کیا گیا ہے ؟ ریڈ ہے گھبراؤ نہیں ہم چور اچکے نہیں ہیں صرف محنت کی کھاتے ہیں، جعفر باہر پہرہ دے رہا ہے، یہ کون ہے ؟ میرا بھائی ہے، بابو تیس روپے میں ٹھہر و گے ؟ دوسری مرتبہ کے پانچ روپے ! میں نے کوئی جواب دیئے بغیر پینتیس روپے اس کے سرہانے رکھ دیئے ہیں، اس نے جلدی سے نوٹ گن کر تیس روپے تکیے کے نیچے رکھ دیئے ہیں اور پانچ روپے کا نوٹ انگیا میں اڑس لیا ہے : ہی ہی، یہ پانچ روپے میرے ہیں، یہ سارے تمہارے ہیں ! وہ تمہارے جاتے ہی سارے روپے مجھ سے چھین لے گا، تم کب سے یہ دھندا کر رہی ہو ؟ جب سے حوا بنی تھی ! تم یہ کام چھوڑ کیوں نہیں دیتی ؟ ہر ایک یہی صلاح دیتا اور میں ہر ایک کو اپنی مصیبت کی جھوٹی کہانی سناتی ہوں۔ کمرے میں خاموشی ہے پردے کی

دوسری طرف سے خراٹوں کی آواز کس قدر مدھم ہو گئی ہے۔ اس کاشکن در شکن بدن نکرومہ ہے، میں آمادگی کے لئے ذہن کی تمام قوتوں کو ایک مرکز پر مجتمع کرنے کی کوشش میں ہوں لیکن ایک عجیب طرح کا خلا جنم لے رہا ہے۔ میں نے ایک دو مرتبہ ذہن کو جھٹکا ہے، سارے بدن میں چیونٹیاں رینگ رہی ہیں، میں تمام ننگی تصویروں کو تصور میں لاکر بھی اپنے آپ کو مشتعل کرنے میں ناکام رہا ہوں ......

.... نہیں مجھے تو ہر گز عورت کی خواہش نہیں ہے خوامخواہ مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ باہر سے کسی نے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا ہے: اندر کون ہے؟ دروازہ کھولو، کوئی نہیں ہے میں اکیلی ہوں۔ حنیفاں نے چیخ کر میری طرف دیکھ کر جواب دیا ہے۔ یہ کون ہے؟ میں نے سرگوشی میں پوچھا ہے۔ آج ریڈ لگا ہوا ہے۔ میں کچھ نہیں کرنا چاہتا دروازہ کھولو، تو یہاں جھک مارنے آئے ہوئے؟ حرامزادی، میں نے چیخ کر اسے گالی دی ہے اور نکڑ میں چنگیر میں رکھی ہوئی سبزی کاٹنے والی چھری کو لپک کر اٹھا لیا ہے، میری آنکھوں کے آگے اندھیرا ہی اندھیرا ہے اور سارا بدن آگ کی طرح جل رہا ہے: بچاؤ بچاؤ وہ پلنگ سے اٹھ کر باہر دروازے کی طرف لپکی ہے، پردے کے پیچھے سے ایک مشٹنڈے آدمی نے مجھے پیچھے سے پکڑ لیا ہے، ڈیوڑھی کا دروازہ کھلا ہے اور وہی شخص جو مجھے باہر سے اندر لایا تھا وہ میری طرف لپکا ہے: جعفر، تم، ہاں دلّے کے بچے! مجھے چند نامعلوم ہاتھوں نے گیند کی طرح اچھال کر باہر گلی میں پھینک دیا ہے اور دھپ سے مکان کا دروازہ بند ہو گیا ہے، چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ میرا سارا بدن شکستہ اور چور چور ہے، بڑی مشکل سے اٹھ کر راستہ ٹٹول رہا ہوں، اُف، میرے ناک سے لہو بہہ رہا ہے، مجھے اپنی کمزوری کی سزا ملی ہے۔ بمشکل اندھی گلی سے باہر نکلا ہوں کہ دو نامعلوم افراد نے میرا

Scanned with CamScanner

راستہ روک لیا ہے : یہاں کیا کر رہے ہو؟ ایک دوست سے ملنے آیا تھا !
دوست سے یا اپنی ماں سے ہا ہا ، اسے آوارہ گردی میں اندر بند کرو ، اس
کے منہ سے شراب کی بو آ رہی ہے ، تم مجھے نہیں جانتے ؟ یہاں کوئی کسی کو
نہیں جانتا ! میں تم لوگوں کا امدادی ہوں، چوہدری کا خاص آدمی ہوں، یہ علاقہ
اس کا نہیں، تم جس کے طفیلیے ہو، ہمیں اس سے کیا ؟ لے چلو یہ زیادہ بکواس
کر رہا ہے کافی دنوں سے کارروائی کا خانہ خالی جا رہا ہے !

Scanned with CamScanner

السلام علیکم ، ایک خوش پوش نوجوان نے بوسیدہ سی میز کے آگے بیٹھے ہوئے ایک فربہ اندام موچھیل کو سلام کیا ہے مگر اس نے کوئی جواب دینے کی بجائے پاس رکھے ہوئے لوہے کے لمبوترے سے گلاس سے لسی کا آخری گھونٹ پی کر بیل کی طرح ڈکار کر مونچھوں کو الٹے ہاتھ سے صاف کر کے اطمینان کا سانس لیا ہے ، اس نے حقے کے ایک دو کش لینے کے بعد زور سے آواز دی ہے : محمد دین ، یس سر ، ایک دھوتی میں ملبوس مشٹنڈے نے جواب دیا ہے ، چور کے بچے چلم بھر کر لا ۔ یس سر ۔ وہ مسکراتا ہوا حُقّے پر سے چلم اٹھا کر چلا گیا ہے ۔ جناب ...... خوش پوش شخص نے موچھیل کو دوبارہ اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی ہے مگر اس کی توجہ ٹس سے مس نہیں ہوئی ۔ خوش پوش شخص غصیلے بیل کی طرح بوٹوں سے زمین کرید رہا ہے لیکن کچھ اور کہتے ہوئے بھی کچھ نہیں کہہ سکتا ۔ اپنی طرف وہ اسے متوجہ کرنے کے لئے کوئی حربہ اختیار کرنے والا ہے کہ میز پر رکھا ہوا ٹیلیفون بجنے لگا ہے : یس سر میں محرر بول رہا ہوں ، جی چوہدری صاحب علاقے میں گئے ہوئے ہیں ، صرف اس وقت میں اکیلا ڈیوٹی پر ہوں ...... اس نے ٹیلیفون کا ریسیور زور سے واپس رکھا ہے : علاقہ .... سارا دن بیگاریں ، ہم کوئی چوبیس گھنٹے کے ملازم ہیں ، ان کے باپ کے خزانے سے خیرات لیتے ہیں ، فربہ اندام موچھیل پھر سامنے پھیلائے ہوئے کاغذوں کی طرف متوجہ ہو گیا ہے اور پاس کھڑا خوش پوش بیزاری سے ابا ٹیاں لے رہا ہے :

Scanned with CamScanner

جناب میرے گھر چوری ہو گئی ہے۔ میں کیا کروں؟ روز چوریاں ہوتی ہیں پہلے خود چوریاں کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہم چوریاں کراتے ہیں۔ جناب میں ابتدائی رپورٹ لکھانے آیا ہوں۔ ہر رپورٹ ابتدائی ہوتی ہے اور ہر ابتدائی رپورٹ آخری ہوتی ہے، تم کل آنا۔ لیکن کل تک چور کہیں نکل جائیں گے۔ میں نے ان کا ٹھیکہ نہیں لیا ہوا۔ رپورٹ لکھنا آپ کا فرض ہے۔ تیری ایسی کی تیسی میں خود قانون ہوں۔ جناب میں پڑھا لکھا آدمی ہوں میرے ساتھ بہتر سلوک کیا جانا چاہیئے، یہاں شریفوں کا کوئی کام نہیں ہے۔ میں اس کی اطلاع اوپر کر دوں گا۔ منشی جی۔ یس سر اس پڑھے لکھے بابو کو بند کر دو۔ یس سر۔ خبردار کسی نے مجھے ہاتھ لگایا۔ منشی اس پر برآمدگی ڈال دو۔ منشی اس کی طرف آگے بڑھتا ہے لیکن خوش پوش غصے سے باہر نکل گیا ہے۔

میں گزشتہ دو دنوں سے چوہدری کے بلوائے پر ہر شام آجاتا ہوں اور رات گئے تک انتظار کے بعد چلا جاتا ہوں، وہ بدبخت نہ جانے کس کار میں مصروف ہے کہ جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔ کچھ دیر پہلے دو دھوتی پوش سرگوشیوں میں ہنس رہے تھے کہ چوہدری بھی سب کو اُلّو بناتا ہے، وہ روانگی ڈال کر اپنے گاؤں گیا ہوا ہے۔ وہ مجھے خوامخواہ خوار کرنا چاہتا ہے، سارا دن اس چار دیواری میں گاہکوں کے انتظار میں بیٹھنا اور پھر کسی مقصد کے بغیر چوہدری کا انتظار کرنا عذاب ہے، میں نے بیٹھے بٹھائے یہ مصیبت جھیل لی ہے، کوئی اور دھندا کر لینا چاہیئے تھا، اپنے آپ کو لعن طعن کرنے سے کیا فائدہ اور کون سا دھندہ مل گیا تھا؟ چھ سات مہینوں کی بیکاری کے بعد یہ مصروفیت اگرچہ برائے نام ہی سہی لیکن پھر بھی اتنی بُری نہیں۔ دن بھر مختلف قسم کی درخواستیں لکھتا ہوں، سائل کو گھیر کر لانا احمد کا کام ہے، قلم میں چلاتا ہوں، دس پندرہ روز ہو جاتے ہیں۔ میں مصیبت کے مارے لوگوں کو خواجہ صاحب

Scanned with CamScanner

کی مہارت کی اطلاع دیتا ہوں، جسے میں نے ابھی تک دیکھا نہیں ہے۔ میں نے ایک دو مرتبہ خواجہ صاحب سے ملاقات کے لئے کہا تو احمد بڑی صفائی سے ٹال گیا تھا۔ میں نے اس چار دیواری میں ان چھپر کھٹوں کے نیچے دوسرے بیٹھنے والوں سے سنا ہے کہ خواجہ صاحب کا وجود مشکوک ہے، مجھے اس سے کیا؛ مجھے اپنے کام اور اس سے پیدا شدہ رقم سے غرض ہے۔ رقم کہاں سے اور کس طرح آتی ہے اس سے مجھے سروکار نہیں ہونا چاہئے۔

چوہدری غالباً آج بھی نہیں آئے گا، گوڈو نہیں آیا تھا لیکن چوہدری ضرور آئے گا۔ شام ہو گئی ہے، فربہ اندام موچھیل اندھیرے اور سردی سے محفوظ رہنے کے لئے برآمدے میں چلا گیا ہے اور وہاں میز کرسی بچھوا کر پھر کام میں مصروف ہے، میں اس وقت اس چار دیواری کے ایک گوشے میں ایک ٹوٹے ہوئے بنچ پر بیٹھا انتظار میں ہوں، دو تین مرتبہ دھوتی پوش مجھ سے وہاں بیٹھنے کی وجہ پوچھ چکا ہے میں اسے بتا چکا کہ مجھے چوہدری نے بلایا ہے مگر اسے یقین نہیں آیا۔ اس چار دیواری سے متعلقہ ایک شخص مجھے باہر نکالنے لگا ہے، میں نے تیزی سے کہا ہے کہ میں بلانے پر آیا ہوں اس لئے بغیر ملے باہر نہیں جا سکتا۔ اس چار دیواری کے اندر ایک ویرانی اور سفاکی ہے، تینوں طرف فرسودہ برآمدے اور ان کے عقب میں کوٹھڑی نما کمرے ہیں جن میں کہیں لالٹین اور کہیں پندرہ نمبر کے بلب جل رہے ہیں، چوتھی طرف محراب کے نیچے ایک مضبوط سا آہنی دروازہ ہے جس کے عقب میں چار کوٹھڑیاں ہیں جن میں بے شمار اشخاص بندروں کی طرح جنگلوں سے چپکے ہوئے باہر کا منظر دیکھ رہے ہیں۔ چار دیواری کا صحن کباڑ خانہ ہے، کہیں شراب کشید کرنے کی بھٹی پڑی ہوئی ہے، کہیں سریا پھیلا ہوا ہے اور کہیں گندم کی بوریاں بکھری ہوئی ہیں، کہیں زنگ آلود گرڈر ہیں اور کہیں لاٹھیوں کے مُٹھے، یہاں ہر چیز افراتفری میں پھینکی گئی ہے۔ وسطی

دروازے کے سامنے برآمدے کے پیچھے ایک کمرے میں سرِشام ٹیوب لائٹ جل رہی
ہے ، یہ غالباً چوہدری کی کچھار ہے ، اس چار دیواری کے اندر بے ترتیبی اور کہنگی ہے،
دیواروں پر چارٹ اور لکڑی کے تختوں پر گوشوارے بجھی ہوئی سفید سیاہی سے لکھے
ہوئے ہیں جن کو پڑھ کرنے کی کبھی زحمت گوارا نہیں کی گئی ۔ چار دیواری کے مختلف کمروں
میں دھوتی پوش چارپائیوں پر بیٹھے سامنے کاغذ رکھے بظاہر کسی کام میں مصروف
دکھائی دیتے ہیں، باہر کے لوگ ان کے پاس کچھ کچھ وقفوں کے بعد آتے ہیں، کبھی
تکرار اور کبھی قہقہے بلند ہوتے ہیں، پھر کبھی کوئی دھوتی پوش کسی نووارد کو صحن کے ایک
گوشے میں لے جاتا ہے ، کچھ کھسر پھسر ہوتی ہے اور نریقین چہروں پہ اعتماد کی سرخی لے کر
مطمئن ہو جاتے ہیں ۔ یہ عمارت بوسیدہ ہے لیکن ضرورت کے پیشِ نظر اسے استعمال
میں لانے پر مجبور کیا گیا ہے ، وہ موچھیل جو باہر بیٹھا ہے اب اپنی میز سمیت بڑھے
ٹھلے سے برآمدے میں مصروف کار ہے ، اس نے ایک پل کے لئے کاغذات سے نظر
اٹھائی ہے اور پوچھنے لگا ہے : اُوئے کس کا کھانا ہے ؟ مرکزی دروازے کے
پاس ایک منحنی سے شخص نے پیتل کا ٹفن کیریر چھپاتے ہوئے قدرے خوف زدہ آواز
میں جواب دیا ہے : حمیدے کا ہے ۔ بہن چود ، باپ سے کھانے کی اجازت لی
ہے ! یہ کہہ کر موچھیل منہ بند کرتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھا ہے اور اس کے پیچھے اسی
حلیے کے دو شخص بطور امدادی ساتھ ہو لئے ہیں ۔ دتے کے بچے ، میرے باپ کو
بے عزت نہ کر ، تیری آنتیں نکال لوں گا ، جنگلے والی کوٹھری میں سے ایک شخص
للکارا ہے ، موچھیل کے دونوں ساتھی ٹفن کیریر بردار پہ جھپٹے ہیں اور آناً فاناً کھانا باہر
نکال کر حسرت سے اسے دیکھنے لگے ہیں ۔ نکالو باہر ۔ موچھیل نے چار دیواری میں
موجود عملے کے دوسرے افراد کو اشارہ کیا ہے اور چند لمحوں میں پانچ سات
مشٹنڈے لاٹھیوں اور بید سنبھالے ہوئے جنگلے والی کوٹھری میں داخل ہوئے ہیں

Scanned with CamScanner

اور ایک کڑیل نوجوان کو بالوں سے گھسیٹتے ہوئے باہر نکال لاتے ہیں، ٹفن کیریر بردار چیخ اٹھا ہے : خدا کا واسطہ ہے اسے کچھ نہ کہو، حمیدے معافی مانگ، نہیں لالہ تو یہاں سے چلا جا میں ظالموں سے معافی نہیں مانگوں گا، عملے کے ایک فرد نے کھینچ کر ایک بید حمیدے کے باپ کو مارا ہے جو چیختا ہوا باہر نکل گیا ہے، خبردار میرے لالے کو مارا میں اس کا بدلہ لوں گا، حمیدا اپنے آپ کو پانچ چھ افراد کی گرفت سے آزاد کرانے کی کوشش میں مصروف ہے، میرے دیکھتے ہی دیکھتے عملے کے آدمیوں نے حمیدے کو بیدوں اور ڈنڈوں سے اس قدر مارا ہے کہ وہ لہو میں تر بتر ہونے کے باوجود گالیاں بک رہا ہے لیکن وہ ایک ناقابل شکست چٹان کی طرح سینہ کھولے ہوئے ہے، کچھ دیر کے بعد اس کی آنکھیں باہر نکل آئی ہیں اور گردن ڈھیلی ہو کر ایک طرف لٹک گئی ہے۔ ڈلّا مر گیا ہے ؟ مرنے دو اسے ہمارے ساتھ ٹکر لیتا ہے۔ کہیں مصیبت نہ پڑ جائے ؟ کوئی بات نہیں اقدام خودکشی کی کوشش ہے، کا غذوں کا پیٹ بھر دو کہ وہ باہر نکلنے کے لئے شور مچا رہا تھا انکار پر سلاخوں کے ساتھ ٹکریں مارنے لگا، منشی بڑے چلتر ہو، موچھیل نے منشی کو ہنستے ہوئے آنکھ ماری ہے اور تہہ بند کے اندر ہاتھ ڈال کر کھجاتا ہوا واپس اپنی جگہ پر برآمدے کے نیچے چلا گیا ہے، اور پھر ٹیلیفون بجنے لگا ہے .... مجھے اپنی بے بسی پر رونا آ رہا ہے کہ میرا لالچ مجھے یہاں لے آیا ہے، میں اگر انکار کر دیتا تو وہ میرا کیا بگاڑ سکتا ہے ؟ مجھے دراصل زیادہ رقم کی ضرورت ہے ایک طرف بینک کا چکر ہے دوسری طرف گھریلو اخراجات کا بڑھتا ہوا سیلاب ہے کہ روکے نہیں رکتا، رکے بھی کیسے ؟ پیٹ کو گانٹھ نہیں دی جا سکتی، اگر دی بھی جا سکے تو کیوں دی جائے ؟ کوثر کی شادی اور رضیہ کا علاج یہ تمام مسائل بغیر پیسے کے طے نہیں ہو سکتے۔ مجھے چند سال محنت اور صبر سے کام لینا ہے، میں ان تمام ذمہ داریوں سے فارغ ہو کر پھر اپنی

Scanned with CamScanner

مرضی کی زندگی کی بسر کروں گا، ہو سکتا ہے کہ حالات مجھے اس کی مہلت نہ دیں تاہم
میں اس کے لئے کوشش کروں گا، ایسا کرنے میں کیا ہرج ہے؟ اوہ، چوہدری کے
بچے کہاں دفعہ ہو گیا ہے میں تو صبر کے ساتھ تمہارا انتظار کر رہا ہوں، کدھر ہو تم؟
میں تمہارا اور اپنا سزا یافتہ ہوں!

موچھیل دھوتی پوش میز پر اونگھنے لگا ہے، غالباً رات کے دس بجے ہیں اور
خنکی کی چادر پھیلتی جا رہی ہے، صحن میں چاروں طرف مدہم تیرگی ہے صرف برآمدوں
میں روشنی ہے اس چار دیواری میں آمد و رفت کافی کم ہو چکی ہے، کچھ دیر سے کوئی نیا
شخص اس چار دیواری میں نہیں آیا ہے اس کا مطلب ہے شہر میں کسی قدر سکون ہے
اور سب راہ راست کی طرف راغب ہیں یا جرائم کے ارتکاب کے بعد یہاں اطلاع
دینا بھول گئے ہیں۔ ایک لمبا تڑنگا شخص تاریکی میں سے نمودار ہو کر موچھیل کی میز
کے سامنے کھڑا ہے اور موچھیل ایک دم گھبرا کر اپنی کرسی سے اٹھا ہے: آیئے
ملک جی کیسے آنا ہوا؟ چوہدری کہاں ہے؟ بیٹھیے، وہ باہر کام سے گئے ہوئے ہیں۔
وہ کب آئے گا؟ کچھ کہہ نہیں سکتا۔ سنو، اسے میرا پیغام دے دینا کہ میرے آدمیوں
کا پیچھا چھوڑ دے، پرسوں وہ صلی کے مکان سے سارا سامان اٹھا لایا ہے، اسے کہہ
دینا کہ ملک جیرے کے اڈے سے کبھی تفصیل چل کر نہیں آتی وہاں آ کر لینی پڑتی ہے۔
ہی ہی! ملک جی کیسی باتیں کرتے ہیں ہم آپ کے تابع دار ہیں۔ تمہارا مخبر دوبارہ
اڈے کی طرف رُخ نہ کرے! نووارد کھلے بندوں دھمکی دے کر کاندھے مارتا ہوا مجھے
گہری نظر سے دیکھتا ہوا چار دیواری سے باہر نکل گیا ہے۔ موچھیل کھسیانی مسکراہٹ
کے ساتھ ٹیلیفون گھما رہا ہے، پھر اچانک مجھ سے مخاطب ہوا ہے: اوئے تو
یہاں کیا کر رہا ہے؟ چوہدری صاحب سے ملنا ہے۔ باہر انتظار کر، تو ہماری مخبری کر
رہا ہے۔ میں کچھ جواب دینے والا ہوں۔ ایک کمرے سے دلدوز چیخیں بلند ہوئی

ہیں، سارے کمروں سے باہر نکلے ہیں لیکن پھر ہنستے ہوئے واپس چلے گئے ہیں، جس
بنچ پر میں بیٹھا ہوں اس سے کچھ دور بائیں طرف ایک کوٹھڑی سے یہ چیخیں بلند ہوتی
تھیں: شاہ صاحب معافی! میں نے چوری نہیں کی۔ پھر تیرے باپ نے کی ہے۔
رات کو وہاں کیا کرنے گیا تھا؟ شاہ صاحب پیشاب کرنے گیا تھا۔ اوئے تیرا
چاچا کہاں مفرور ہے؟ مجھے پتہ نہیں۔ پھر دلدوز چیخ بلند ہوئی ہے، میں نے آگے
بڑھ کر اندر جھانکنے کی کوشش کی ہے، چیخ و پکار کرنے والا زمین پر اوندھا لیٹا ہوا
ہے، اور پاس چارپائی پر ایک دھوتی پوش کاغذ اور پنسل لئے بیٹھا ہوا ہے۔
شادے! جی سر، پاس کھڑے شخص کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک چھتر ہے، اس کنجر
کا کوئی والی وارث نہیں ہے؟ ہوتا تو یہ نوبت کیوں آتی! صبح سے بھوکے ننگے ٹکر
رہے ہیں، شادے اس کی ایسی ٹھکائی کر کے کہیں نشان نہ پڑیں......

آج بہت دنوں کے بعد سگریٹ کی ڈبیا خریدی تھی، انتظار میں ساری ختم کر گیا
ہوں، منہ کا ذائقہ بیحد کڑوا ہوتا جا رہا ہے، قے آتے آتے رک گئی ہے۔ میں نے ہاتھ
میں سگریٹ کا آخری ٹکڑا غصے سے پرے پھینک دیا ہے، متلی اور اکتاہٹ،
جمائیوں سے جبڑے تھک چکے ہیں، وہ چوہدری آگیا! میں نے بے ساختہ اپنے
آپ سے کہا ہے، پیشتر اس کے کر میں آگے بڑھ کر اپنی موجودگی کا اعلان کر سکوں وہ
دو تین لوفر قسم کے افراد سے باتیں کرتا ہوا تیزی سے اپنے دفتر کی طرف گیا ہے۔
چوہدری کی آمد سے ساری چار دیواری میں حرکت پیدا ہو گئی ہے، ہر ایک اس طرح
مستعد نظر آتا ہے جیسے وہ اس کی غیر حاضری میں بھی اسی طرح تھا۔ دفتر میں داخل
ہوتے ہی اس نے پے در پے گھنٹیاں بجانی شروع کر دی ہیں، عملے کے ارکان
گھنٹیوں کی تعمیل میں اِدھر اُدھر بھاگ رہے ہیں، میں موقع غنیمت جان کر چوہدری
کے دفتر میں گھسنے لگا ہوں تو کسی نے کالر سے پکڑ کر مجھے باہر روک دیا ہے: اوئے

Scanned with CamScanner

تم کہاں چلے ہو؟ میں غصّے میں جز بز ہوکر وہیں کا وہیں رُک گیا ہوں، میں جواباً اس کے منہ پر تھپیڑ رسید کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن وہ بہت مضبوط ہے۔ چوہدری کے آنتے ہی ریل پیل شروع ہوگئی ہے، نہ جانے کہاں سے اتنے ملاقاتی حشرات الارض کی طرح جمع ہو گئے ہیں، مٹھائی کے ٹرے پھلوں سے لدے ہوئے برتن اندر جا رہے ہیں اور اندر سے فلک شگاف قہقہوں اور سگریٹ کے مرغولے باہر نکل رہے ہیں۔ چوہدری کا نائب کبھی ایک رجسٹر اٹھا کر اندر جاتا ہے اور کبھی دوسرا، اس اثنا میں چوہدری کے ملاقاتیوں کا ایک گروہ باہر نکلا ہے میں موقع غنیمت جان کر دفتر میں گھس گیا ہوں، مجھے دیکھتے ہی چوہدری کے ماتھے پر بل پڑ گئے ہیں، اس کے پاس وہی موچھیل کھڑا ہے، اِس چوہدری میں اور اُس چوہدری میں جو احمد کے گھر ملا تھا زمین و آسمان کا فرق ہے: چوہدری صاحب میں دو دن سے آپ کا منتظر ہوں۔ کوئی احسان تو نہیں کیا۔ موچھیل نے عیارانہ طریقے سے جواب دیا ہے۔ منشی جی آپ مال خانے کی پڑتال کرائیں۔ یس سر۔ موچھیل کچھ خفیف ہوکر باہر نکل گیا ہے، چوہدری پھر کاغذوں پر جھک گیا ہے اور میں پھر منہ لٹکا کر انتظار میں ہوں کہ مجھے بتایا جائے کہ مجھے کیوں طلب کیا جا رہا ہے؟ کافی دیر کے بعد چوہدری کاغذوں سے سر اٹھا کر کچھ کہتے کہتے رک گیا ہے اور پھر کسی قدر ملائم لہجے میں کہنے لگا ہے: پروفیسر۔ دیکھیے چوہدری صاحب مجھے پروفیسر مت کہیں۔ اور لاٹ صاحب کہوں؟ نہیں میرا مطلب ہے۔ دیکھو زیادہ باتیں مت کرو، میں نے فی الحال تین مقدمات میں تمہاری شہادت رکھی ہے۔ لیکن میں نے ابھی تک کوئی واقعہ دیکھا نہیں ہے۔ کمینے، واعظ بند کرو، شہادت کے لیے دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ میں نے کس کے خلاف شہادت دینی ہے۔ یہ تمہیں بتا دیا جائے گا۔ لیکن چوہدری صاحب جھوٹی شہادت، ...... تو کیا شہادتیں سچی ہوتی ہیں؟ میرا خیال ہے چوہدری صاحب ......

Scanned with CamScanner

تم تعاون کرو اس میں تمہاری بہتری ہے، ہمارے پاس قابلِ اعتبار گواہوں کی کمی ہے، میں تمہارا ریکارڈ صاف کرا دوں گا۔ چوہدری صاحب میں احمد کے گھر بھی اس امر کی وضاحت کر چکا ہوں کہ مجھے اپنے ماضی کے ریکارڈ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، میں خوف کے تمام مراحل سے گزر چکا ہوں ویسے بھی حالات بدل چکے ہیں۔ پروفیسر، یہ تمہاری غلط فہمی ہے، ہنگامی حالات میں ہمارے اختیارات پہلے سے بہت زیادہ وسیع ہوتے ہیں، تم نے گشت پارٹیوں میں بھی شامل ہونا ہے، پروفیسر میرے علاقے میں شہر کی یونیورسٹی ہے اور تمہارے جاننے والے بھی کافی ہیں، سارے جلوس وہاں سے نکلتے ہیں، کیا تم ہماری امداد کر سکتے ہو؟ چوہدری صاحب میں سب کام کر سکتا ہوں مگر مخبری سے مجبور ہوں۔ جس کام کے لئے تمہیں یہاں بلایا گیا ہے وہ بھی اسی طرح کا ہے، لیکن اس کا تعلق نظریات سے نہیں ہے، تم اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہو، بہر کیف تین چار دنوں کے بعد تم نے پروانوں کی تعمیل کرنا ہوگی اور ہر رات یہاں حاضری دینا ضروری ہے۔ یہ پابندی مشکل ہے، ہاہا اب تو تم ہمارے آدمی ہو چلو جب بلایا کریں اس وقت آجایا کرو۔ مجھے کچھ پیسوں کی ضرورت ہے۔ میری ماں بیمار ہے۔ یار، تم اتنے سیدھے نہیں جتنے نظر آتے ہو، کام سے پہلے ہی معاوضہ مانگتے ہو، ہاہا! چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں، معاوضہ ان سے لینا جن کے خلاف یا حق میں شہادت دو گے، منشی جی، اس نے ایک لمبی سی جمائی لے کر موچھیل کو بلایا ہے۔ یس سر۔ اس کی ڈیوٹی لگا دو بیٹ نمبر ۳ میں، یہ گشت میں شامل ہوگا۔ یس سر۔ منشی کان کھجاتا ہوا باہر نکل گیا ہے، ہاں پروفیسر تم گلی نمبر ۳ کے مکان ۴ میں جانا اور رمضان کو میرا پیغام دینا اور وہ جو کچھ دے اسے کل میرے مکان پہ پہنچا دینا، وہ چوہدری صاحب کیا دے گا اور میں اسے کیا کہوں گا؟ بس میرا نام دینا، ہی ہی ہی! میری بڑی لڑکی جوان ہونے کو ہے جہیز تیار کر رہا ہوں، آج کل تنخواہ سے بنتا

Scanned with CamScanner

کیا ہے ، خیر تم کل شام کو مجھے اطلاع دینا ـــــ میں چوہدری کو مسلسل گھور رہا ہوں غالباً وہ نشے میں ہے کیونکہ ضرورت سے زیادہ باتونی ہوتا جا رہا ہے ، واقعی اس کے منہ سے بو آرہی ہے ۔ او ، پروفیسر میں اتنا ظالم نہیں ہوں جتنا تم مجھے سمجھتے ہو ، میں صرف حکم کی تعمیل پر مجبور ہوں ، ہاں مجھے ایک بات یاد آئی ملک مقبول ایک دس نمبریا میرے خلاف ہے اس سے بچ کر رہنا ، وہ تمہیں پھسلانے کی کوشش کرے گا ، میں نے اس سے ہرگز زیادتی نہیں کی تھی وہ محض اتفاق تھا ، پروفیسر میں درندہ نہیں ہوں اللہ کو جان دینی ہے ، پروفیسر تم شراب پیتے ہو؟ کبھی کبھی ۔ میرے ساتھ شراب پیوگے ، نہیں ، کیوں ؟ میرے سر میں درد ہے ، اچھا چوہدری صاحب رات کے بارہ بجے ہیں ...... منشی روزنامچہ لاؤ آج میں اپنے خلاف رجسٹر میں کچھ درج کرنا چاہتا ہوں ....

آج گشت کی ساتویں رات ہے بلکہ ساتواں سفر ہے، نہیں میں جس راہ پر روانہ ہو چکا ہوں یہ اس کی مسافت ہے۔ گشت کا لغوی مفہوم اتنا واضح ہے کہ اس کی تشریح مناسب معلوم نہیں ہوتی؛ عام بول چال میں اس کا ڈھیلا مطلب آوارہ گردی بھی ہے، عموماً کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص آوارہ گرد ہے اور اس کا مطلب ہے کہ وہ کسی نصب العین کے بغیر بھٹکتا پھرتا ہے، مجھے اس تشریح سے اتفاق نہیں ہے کیونکہ آوارہ گردی بذاتِ خود ایک نصب العین کی تلاش ہے، خانہ بدوش آوارہ گرد کہلا سکتے ہیں لیکن وہ بھی گھر بار اور نان نفقہ کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں، چور چکار آوارہ گردی کے ذریعے اپنا شکار تلاش کرتے ہیں، میں بھی بنیادی طور پر آوارہ گرد ذہن کا حامل ہوں، اس شہر کا کونسا گلی کوچہ ہے جس سے میرے قدم آشنا نہیں ہیں۔ البتہ آوارہ گردی کی نوعیت میں کسی قدر فرق آگیا ہے پہلے میں رات کو دوستوں کے ساتھ آوارہ گردی کرتے ہوئے سیاست اور ادب پر بحث کیا کرتا تھا یا جب اکیلا ہوتا تو مختلف قسم کے شاعرانہ خیالات ذہن میں گردش کرتے، قدم سڑک پر کسی سمت کے بغیر آگے بڑھتے جاتے اور ذہن طرح طرح کی سمتیں متعین کرتا جاتا، اوہ کتنی تبدیلی —— ! وہی قدم ہیں اور وہی سڑکیں ہیں ! لیکن ذہن اور نیت —— میں آوارہ گرد ہوتے ہوئے بھی آوارہ گردوں کے احتساب کے لئے گشت پارٹی کے ساتھ شامل ہوں، گشت کو دن کے وقت ضروری نہیں سمجھا جاتا کیونکہ دن کے وقت آوارہ گردوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا، یہ منطق ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی ہے کہ وہ

Scanned with CamScanner

شخص جو دن کے وقت بلا روک ٹوک پھر سکتا ہے رات کے وقت اس کا پٹے کے بغیر پھرنا کس طرح امنِ عامہ کے لیے خطرے کا باعث بن سکتا ہے؟ یعنی اس کا محافظ اور رات اس کی دشمن ہے، بڑے تعجب کی بات ہے کہ رات اور دن کا تعلق جغرافیائی عمل سے ہے لیکن ان کا اطلاق خوامخواہ آوارہ گردوں پر کیا جاتا ہے۔ درحقیقت نصف رات کے بعد سڑکوں پر بلا مقصد پیدل پھرنا قابلِ اعتراض ہے، البتہ سکوٹر یا کار میں گھومتے پھرنے پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ رات گردی کے لیے اپنے پاس شناختی کارڈ یا اپنے کوائف ازبر ہونے ضروری ہیں، اور اگر آپ کا کوئی معقول ذریعہ معاش نہیں تو آپ پر دست اندازی کی جا سکتی ہے کیونکہ شریف اور نجیب سرِشام ہی گھروں میں مقید ہو جاتے ہیں لوفر اور شہدے رات کو مارے مارے پھرتے ہیں۔ شہر کے تحفظ کے لئے اسے مختلف "بیٹس" میں تقسیم کیا گیا ہے۔ میں بھی اس وقت بیکار ہوں اور میرے منہ سے الکوہل کی ہمک اٹھ رہی ہے، جی چاہتا ہے کہ گشت پارٹی سے نکل کر اسی پارٹی کو ایک آوارہ گرد کی صورت میں ملوں کہ مجھ سے پوچھا جائے کہ میں کون ہوں؟ تو میں اسے یہ نہ بتا سکوں کہ میں کون ہوں! میں تمہاری صف سے نہیں ہوں، میں نے نشہ کسی سکون یا فرار کے لئے نہیں کیا بلکہ صرف نشہ کیا ہے، اس وقت میں محافظ بن کر اپنے جیسوں کی "تلاش میں ہوں، میں اپنے آپ سے ڈرامہ نہیں کھیل رہا ہوں اور نہ ہی بننے کی کوشش کر رہا ہوں، مجھے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، سارا تحفظ حاصل ہونے کے باوجود میں کچھ مضطرب ہوں۔ میں نے یہ سب کچھ تحفظ حاصل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ابھی تک اپنے آپ کو پہلے سے بھی زیادہ غیر محفوظ محسوس کرتا ہوں۔ جن لوگوں کو میں اپنی جائے پناہ سمجھتا ہوں وہی مجھے دیمک کی طرح اندر سے کھوکھلا کرتے جا رہے ہیں۔ میں نے احمد کے ساتھ کاروبار میں شرکت کے ذریعے غیر ممکن کو ممکن بنا دیا ہے لیکن اس کے باوجود —— اس کے باوجود —— گشت

کے ابتدائی ایام میں مجھے یہی خدشہ رہتا کہ کوئی واقف کار راستے میں مل نہ جائے، پہلے دن ایک پرانا رفیق کار سڑک پر ملا اور میں نے اسے دیکھ کر اس طرح ظاہر کیا کہ جیسے میں گشت پارٹی کے ساتھ نہیں ہوں، دوسری رات میں نے سوچا کہ صبح کا وقت تو میں اس چار دیواری میں بسر کرتا ہوں جہاں ہر ایک آتا جاتا ہے اور رات کے وقت شرم کیسی؟ میں اس دلیل سے کافی تقویت حاصل کر کے ہر طرح کی خجالت برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ چھ راتوں سے کوئی قابلِ ذکر واقعہ پیش نہیں آیا، میں اس مشغلے یا مجبوری سے بہت بیزار ہو چکا ہوں، رات تین بجے گھر جاتا ہوں اور اتنا تھکا ماندہ ہوتا ہوں کہ لیٹتے ہی نیند آ جاتی ہے، ماں نے ایک دو مرتبہ دیر سے آنے کی وجہ پوچھی تو میں نے اتنا روکھا جواب دیا کہ وہ نادم سی ہو گئی تھی۔ ویسے بھی ابھی تک یہ مشغلہ بالکل سود مند ثابت نہیں ہوا ہے۔ اب میں محسوس کر رہا ہوں کہ اعضا میں اب وہ جوش و خروش اور سکت نہیں رہی جو پہلے تھی، وقت نے قبل از وقت مجھے متاثر کرنا شروع کر دیا ہے۔ مجھے استعمال کیا جا رہا ہے، احمد نے بتایا تھا کہ علاقے میں یہ بھی مشہور کیا گیا ہے کہ میں ایک شریف شہری ہوں اور میں نے دانستہ طور پر ملازمت ترک کر دی ہے اور اب انتظامیہ کے ساتھ امنِ عامہ کی حفاظت میں تعاون کر رہا ہوں، ہُوں! ہر معاشرہ، ہر نظام ہر فرد کو ایندھن کے طور پر استعمال کرتا ہے، اس حد تک اسے برتتا ہے کہ فرد صابن کی گھسی ہوئی ٹکیہ بن جاتا ہے، وہ ختم ہو جاتا ہے، خس و خاشاک بن کر اڑ جاتا ہے اور یہ عفریت ہنستا ہوا دوسرے کی طرف اپنے پنجے بڑھاتا ہے۔ آج میں نے تہیہ کیا ہے کہ آئندہ گشت پارٹی میں شرکت نہیں کروں گا کیونکہ اس سے وہ حاصل نہیں ہو سکتا جس کی مجھے تلاش ہے۔ پچھلے چند دنوں سے میں چوہدری کے اڈے سے گشت پارٹی میں شامل ہوتا تھا آج طبیعت کچھ سست تھی کام کاج سے سیدھا گھر آ گیا تھا، کافی

Scanned with CamScanner

دیر تک چارپائی پر اوندھا لیٹ کر خالی ذہن کو کسی خیال سے بھرنے کی کوشش کرتا رہا، بڑی دیر سے ذہن میں یہ خیال آیا کہ میں زندہ کیوں ہوں ؟ جب کوئی جواب نہ ملا تو بڑی مشکل سے بدن کو سنبھالتا ہوا باہر نکل آیا، اندازہ لگایا کہ گشت پارٹی پُل کے پاس ہوگی، میرا اندازہ درست نکلا، میں لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا گشت پارٹی میں شامل ہوگیا ہوں ؛ پروفیسر تم بڑی دیر سے آئے ہو ؟ شادے نے میرے کندھے پر تھپکی مار کر کہا ہے۔ یہ کوئی ساحی تلاش کر رہا ہوگا، فادرے نے عیارانہ مسکراہٹ سے میری طرف دیکھ کر کہا ہے۔ مجھے دونوں کی بیہودہ باتیں ناگوار گزری ہیں پر یہ سوچ کر خاموش ہوں کہ جب ان معمولی تنخواہ دار ان پڑھ دیہاتیوں کے ساتھ ہی رہنا ہے تو ان کے بھونڈے مذاق کا کیوں بُرا مناؤں ؟ میں نے بات کا رُخ بدلنے کے لئے شادے کو مخاطب کیا ہے : شادے تم لوگ تو تنخواہ دار ہو اور گشت تمہارا فرض ہے، چوہدری مجھے کیوں تمہارے ساتھ باندھ دیتا ہے ؟ اس لئے کہ ہر وقوعے کی تصدیق کے لیے غیر جانبدار آدمی کی موجودگی ضروری ہے۔ لیکن کیا اس دنیا میں کوئی غیر جانبدار ہے ؟ میں نے شادے سے سوال کیا ہے۔ بحث میں کیوں الجھتے ہو پروفیسر ! آج گشت انچارج کوئی نیا معلوم ہوتا ہے ؟ ہاں، نئی بھرتی کا افسر ہے اس لئے ہم سے الگ آگے آگے جا رہا ہے، اکڑ دکھاوے کی ہوتی ہے یہاں سب ننگے ہیں۔

آدھی رات، آسمان بالکل شفاف، کاٹنے والی سردی میں ستارے آسمان پر سکڑے ہوئے ہیں بیٹ نمبر ۳ کا نصف حصّہ شہر اور نصف بے آباد حصّے پر مشتمل ہے، جو حصّہ شہر کی زد میں ہے وہ اس وقت بالکل سنسان ہے۔ دکانیں بند، کہیں کہیں مکانوں کے بند دروازوں کی درزوں سے روشنی جھانک رہی ہے۔ گشت پارٹی پانچ افراد پر مشتمل ہے، میرے علاوہ چار افراد اور ہیں۔ ہمارا قافلہ

سب سے آگے اکیلا جا رہا ہے ہم اس کے تعاقب میں ہیں، چلتے چلتے نہ جانے شادے کو کیا سوجھی ہے کہ وہ نہایت ہی بے سُری آواز میں گانے لگا ہے: ہم بھی جاگیں جگائیں تمام رات، کسی نے جواباً مصرع لگایا ہے: ہم بھی پیئے پلائیں تمام رات، میں نے جلدی سے دوسرے فٹ پاتھ پر دیکھا ہے وہاں ہوا سے اُڑتے ہوئے تیز پتوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے؛ شادے یہ کون گا رہا ہے؟ تم نے یہ آواز سنی ہے؟ میں گا رہا ہوں، لیکن یہ دوسرا مصرع کون گا رہا تھا۔ تمہارا دماغ چل گیا ہے پروفیسر جاگیں جگائیں تمام رات، شادے نے پھر بھونڈی آواز میں گانا شروع کیا ہے، فٹ پاتھ کی دوسری طرف سے پھر آواز آئی ہے، میں نے ایک دو مرتبہ سر کو جھٹک کر ہوش میں آنے کی کوشش کی ہے: میں ہوش میں ہوں! ہوش یہ نہیں تو اور کسے کہتے ہیں؛ یہ بازگشت نہیں ہو سکتی، کیا بارہ برس تک آواز فضا میں محفوظ رہ سکتی ہے؛ اس رات واقعی بے تحاشا سردی تھی ہم باغ کی سیر کر کے رات بارہ بجے واپس آرہے تھے کہ اسی فٹ پاتھ پر ہمیں اسی طرح کی گشت پارٹی ملی تھی اور جب کسی نے بھونڈی آواز میں ملکہ پکھراج کا یہ گانا شروع کیا تو دوسرے فٹ پاتھ سے سکندر نے لمبی ہیک سے دوسرا مصرع زور سے الاپنا شروع کیا تھا، گشت پارٹی کے افراد ہنسنے لگے تھے، شادے تم اس شہر میں کب سے ہو؟ بارہ برس سے۔ تم یہ گانا کب سے گا رہے ہو؟ بارہ برس سے۔ کب سے گشت کر رہے ہو؟ بارہ برس سے۔ تم مجھے پہچانتے ہو؟ پروفیسر زیادہ چڑھ گئی ہے لو ذرا اب اتار لو، یہ کہہ کر شادے نے اوورکوٹ سے ٹھرّے کا ادھا نکالا ہے؛ لو، میں نے کسی جھجک کے بغیر تین چار لمبے کڑوے گھونٹ لے کر سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے بوتل واپس شادے کو دے دی ہے، سانس کی نالی حدت سے اس طرح سلگنے لگی ہے جیسے کچے چونے پہ کسی نے پانی ڈال دیا ہو، میں اور شادا پہلو بہ پہلو چل رہے ہیں، ہمارے پیچھے

Scanned with CamScanner

دو کی ایک ٹولی ہے اور آگے آگے ہمارا قائد چل رہا ہے۔ میرے اور شادے کے
قدم ایک ساتھ اٹھ رہے ہیں؛ ہم دونوں خاموش ہیں، میں باتیں کرنا چاہتا ہوں پر
اس احمق شادے سے کیا بات کروں؟ میں ایک دم تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس
سے جا ملا ہوں جو ہمارے آگے آگے چل رہا ہے، مجھے دیکھتے ہی وہ چونک اٹھا ہے:
آپ یہاں کیسے؟ میں گشت پارٹی میں شامل ہوں۔ لیکن آپ تو؟ آپ روزانہ کے
کتنے سگریٹ پیتے ہیں؟ آپ پہلے کیا کام کرتے تھے؟ میں شروع ہی سے بیکار
ہوں، آپ سچ کہتے ہیں؟ آپ کی شکل ...... شکلیں ہمیشہ غلط فہمی پیدا کرتی
ہیں — ہاں، ہو سکتا ہے مجھے غلط فہمی ہوئی ہو لیکن میرا حافظہ اتنا کمزور نہیں
ہے۔ آپ غالباً اس محکمے میں نئے ہیں۔ اتنا نیا بھی نہیں ہوں دو تین سال ہو
چکے ہیں البتہ کل ہی ساہیوال سے تبدیل ہو کر آیا ہوں۔ آپ اسی شہر میں شروع
سے رہتے ہیں؟ جی نہیں میری زندگی کا کافی عرصہ مشرقی پاکستان میں بسر ہوا ہے،
میں وہاں ایک پرائیویٹ کمپنی میں اکاؤنٹس کلرک تھا بس آب و ہوا موافق نہیں
آئی اور ادھر آگیا۔ لیکن آپ کا ہم لوگوں سے کیا تعلق ہے؟ چوہدری صاحب میرے
دوست ہیں ان کے کہنے پر کبھی کبھار گشت پارٹی میں شامل ہو جاتا ہوں، ہا ہا دیکھئے
میرا کام تفتیش کرنا ہے، ابھی آپ کہہ رہے تھے کہ آپ شروع سے بیکار ہیں اور
اب ...... خیر مشرقی پاکستان کے لوگ کیسے ہیں؟ وہ ہم سے الگ رہنا چاہتے
ہیں۔ انہیں تکلیف کیا ہے؟ بہت سی تکلیفیں ہیں ایک طرف غربت ایک طرف
چین، ایک طرف ہندو سامراج اور پھر مشرق بعید میں سیاسی توازن کا مسئلہ اور سب
سے بڑھ کر ان میں قومیت کا بڑھتا ہوا احساس .... آپ یہ نوکری کیوں کر
رہے ہیں؟ کیسا عجیب سوال ہے، میں گھر سے اتنا بھوکا نہیں ہوں والد کی چھوٹی موٹی
زمین ہے اس تنخواہ پر کس کا گزارہ ہوتا ہے۔ اگر آپ بُرا نہ منائیں تو ایک بات بتائیں

Scanned with CamScanner

گے ؟ جی ہاں، آپ لوگ تشدد سے کام کیوں لیتے ہیں ؟ اس لئے کہ ہمیں ایسا کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ہم ملازم پیشہ لوگ ہیں، ہمیں استعمال کیا جاتا ہے ..... اوہ شادے، اوہ شادے، اس نے ایک دم پیچھے مڑ کر زور سے آواز دی ہے، یس سر، دیکھو سامنے درخت کے نیچے کون جھول رہا ہے ؟ کون ہو تم ؟ شادا بجلی کی تیزی سے درخت کی طرف گیا ہے اور میلے لباس میں ملبوس ایک معمر شخص کو کالر سے پکڑ کر لے آیا ہے، کون ہو تم ؟ نوجوان نے کڑک کر پوچھا ہے ؟ میں کون ہوں ہک ہک .... مجھے یہ پتہ ہوتا تو میں عمر کے پچاس سال ان سڑکوں پر کیوں پھرتا؟ مادر چود مکر کر رہا ہے، شادے نے اسے گالی دے کر ٹھوکر ماری ہے۔ اس کی جامہ تلاشی لو۔ میری جیب میں ایک روپیہ اور دو نظمیں ہیں۔ یہ شاعر ہے اسے چھوڑ دیں، میں نے قدرے لجاجت سے نوجوان فائڈ کو کہا ہے۔ کیا کام کرتے ہو؟ شادے نے اسے جھنجھوڑ کر پوچھا ہے۔ میں شاعر ہوں۔ شاعری بھی کوئی پیشہ ہے؟ نوجوان نے درشتی سے مخاطب کر کے زور سے ایک لات معمر شاعر کی کمر میں ماری ہے اور وہ لڑکھڑاتا ہوا زمین پر گر گیا ہے ؛ مارو مجھے، اور مارو یہ عہدِ ستم ہے، میں بلالِ حبشی ہوں مجھے اتنی سزا دو کہ میرا عضو عضو چیخ اٹھے کہ میں نے پرمٹ کے بغیر شراب کیوں پی ہے، اس شہر میں روشنی نہیں ہے، اس نظام میں برکت نہیں ہے، یہاں علم و ہنر بے عزتی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ یہ کمیونسٹ معلوم ہوتا ہے، شادے نے اپنی پوری ذہانت کو استعمال کرتے ہوئے قیافہ لگایا ہے۔ کیا خیال ہے اگر اسے وہاں بھیجا جائے، ایک رات میں سارا مواد باہر نکل جائے گا یہ جاسوس معلوم ہوتا ہے۔ میں اس کی ضمانت دینے کے لئے تیار ہوں، میں اسے جانتا ہوں، یہ بیچارا شاعر ہے۔ آج آپ کے کہنے پر اس بڈھے خنزیر کو چھوڑ رہا ہوں اور آئندہ کسی کی سفارش کی کوشش مت کریں۔ نوجوان فائڈ نے کسی قدر سختی سے مجھے جواب

دیا ہے۔

ہمارا گشتی قافلہ پھر آگے بڑھ رہا ہے ہیں اور شادا ہمراہیوں کے پیچھے چل رہے ہیں اور نوجوان قائد گردن اکڑاتے ہوئے بید کو ٹانگوں پر مارتا ہوا آگے بڑھ رہا ہے۔ اوئے، شادے نے لڑکھڑاتے ہوئے مجھے مخاطب کیا ہے، اس طرح سفارشیں کرو گے تو رات کا خرچہ کیسے چلے گا؟ مجھے شادے کی یہ بات بری لگی ہے، میں نے غصے سے اس کا بازو جھٹک دیا ہے۔ شادا کھسیانی ہنسی ہنسنے کے بعد خاموش ہوگیا ہے۔ بیٹ نمبر ۳ کا شہری علاقہ ختم ہونے کو ہے، سامنے اندھیرے میں سے ایک برقعہ پوش عورت اور ایک نوجوان برآمد ہوئے ہیں، شادا اور اس کے دو ساتھی بجلی کی تیزی سے آگے بڑھے ہیں اور نوجوان قائد بجلی کے کھمبے کے ساتھ ٹیک لگا کر شادے اور اس کے ساتھیوں کی کارکردگی دیکھ رہا ہے: تم دونوں کون ہو؟ انسان اور کون؟ برقعہ پوش عورت کے ہمراہی نے سگریٹ سلگا کر بڑے اطمینان سے جواب دیا ہے: ہوش سے بات کرو، یہ عورت کون ہے؟ میری بیوی ہے۔ کیا ثبوت؟ میرے پاس اس وقت نکاح نامہ تو نہیں ہے۔ اسے ساتھ لے چلو، نوجوان قائد نے غصیلی آواز سے کہا ہے۔ میں انشورنس کمپنی کا مینیجر ہوں، چور اچکا نہیں ہوں۔ اس کا منہ سونگھو، کچھ بو آ رہی ہے۔ تم اس وقت رات کو کہاں سے آ رہے ہو؟ گوجرانوالے سے۔ رات کے وقت ہا ہا ہا۔ شادے نے جھوٹا قہقہہ لگا کر اس کی جامہ تلاشی شروع کی ہے، پیچھے ہٹو۔ دونوں کو حراست میں لے لو۔ نوجوان قائد نے دور سے حکم چلایا ہے۔ ہمارا جرم۔ تم دونوں سرعام فحش حرکات کر رہے ہو۔ یہ الزام ہے ہم میاں بیوی ہیں، یہ بڑا سخت مزاج ہے اس کی کچھ سیوا کرو جان چھوٹے گی۔ شادے کے ایک دیلے سے ساتھی نے نوجوان قائد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے، نوجوان نے کسی قدر تامل کے بعد جیب میں سے کچھ نکال کر شادے

کے ساتھی کے حوالے کیا ہے، چلو چلیں۔ نوجوان قائد نے جھرجھری لے کر آگے چلنے کا اعلان کیا ہے، کتنے ہیں ؟ سر پچاس، تیس مجھے دے دو اور باقی آپس میں تقسیم کر لو میں سوشلسٹ ہوں ساتھیوں کا حق نہیں مارتا ہا ہا ہا۔ شادے نے ایک مٹھی میری جیب میں بھی ڈال دی ہے۔ اچھی بوہنی ہوئی ہے، شادے نے لڑکھڑاتے ہوئے داد دی ہے۔ اور ہمارا قافلہ اب کچی آبادی میں گشت کر رہا ہے کہ اندھیرے میں ایک اور نامعلوم شخص شادے کے ہتھے چڑھ گیا ہے، ابتدائی پوچھ گچھ کے بعد اسے قابو کر لیا گیا ہے کہ وہ اس بے اپنے باہر نکلنے کی معقول وجہ نہیں بتا سکا : میں امام مسجد ہوں، مسجد کا متولی ہوں، میرا چوری چکاری سے کوئی تعلق نہیں ہے، شادے اس پر ریڈیو ڈالو فرد بناؤ۔ شادا تھیلے میں سے کاغذ پنسل نکال کر ٹارچ کی روشنی میں ایک کاغذ پر کچھ لکھ رہا ہے کہ اتنے میں نوجوان قائد نے للکار کر کہا ہے : فرد مقبوضگی پر ان کے دستخط کراؤ، یہ سنتے ہی شادے نے پنسل میرے ہاتھ میں تھما دی ہے۔ لیکن میرے سامنے کوئی برآمدگی نہیں ہوئی، ہا ہا ! کسی کے سامنے برآمدگی نہیں ہوتی، آپ بحث مت کیجئے، میں نے خاموشی سے کاغذ پر دستخط کر دیئے ہیں، شادے کے ہمراہی اس نامعلوم شخص کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔

نہ جانے یہ گشت کب ختم ہوگی ؟ یہ جہنم کا سفر ہے، میری جیب میں شادے نے سات روپے ڈالے تھے مجھے یہ قبول نہیں کرنے چاہئیں، بکواس بند کرو یہ سارا چکر دولت کا ہے اسی لئے میں سخت خنک رات میں سرسامی کیفیت کے ساتھ اپنے بدن کو بمشکل گھسیٹ رہا ہوں، وگرنہ مجھے کیا، چاہے سارا شہر لٹ جائے۔ اس وقت یہ قافلہ ایک تنگ و تاریک اور لمبی سی کچی گلی میں آہستہ آہستہ چل رہا ہے، اندھیرا ہی اندھیرا کچھ سجھائی نہیں دیتا ہے، گلی میں اتنا دھواں ہے کہ آنکھیں دکھنے لگیں ہیں، دور دور تک اندھیرے میں مکانوں کی قطاریں دھندلائی ہوئی ہیں، نہ جانے

اس بے وقوف کو اس اندھیرے غار میں گشت کی کیا سوجھی ہے ؟ کافی رات بیت چکی ہے مجھے اب گھر واپس چلے جانا چاہیئے ۔ اندھیرے میں تیز قدموں کی چاپ بلند ہوئی ہے اور کوئی نامعلوم شخص نوجوان قائد سے زور سے ٹکرایا ہے : اندھے ہو کر چلتے ہو ۔ ملک جی میں ہوں ، تم ہو راجو ؟ ملک جی مجھے اندر دیر ہو گئی تھی ، اس وقت اصغر کی بیٹھک میں کام زوروں پر ہے اور باڈر پار سے الائچی بھی آئی ہوئی ہے ، ملک جی اسے پتہ نہ چلے کہ میں نے مخبری کی ہے ، مجھے مروا دے گا ۔ تم فکر نہ کر ۔ ملک جی میرا انعام ؟ بڑے بے صبرے ہو کل اڈے پر آ جانا ، راجو نامی مخبر اندھیرے میں غائب ہو گیا ہے اور نوجوان قائد اب میرے اور شادے کے برابر چل رہا ہے ، گلی کے عین وسط میں کچے مکانوں کے درمیان ایک پختہ حویلی سایے کی طرح کھڑی ہے ، نوجوان قائد نے خول سے پستول باہر نکال کر بائیں ہاتھ سے زور زور سے دستک دی ہے ، پہلی دستک کا کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ہوا ہے ، نوجوان قائد قدرے برافروختہ ہو کر اپنے فل بوٹ سے حویلی کے دروازے کو اس طرح ٹھوکریں مارنے لگا ہے جیسے کچھ دن پہلے اس چار دیواری میں موچھیل نے حمیدے کی کمر میں بھرپور ٹھوکر ماری تھی ۔ حویلی کے دروازے کے اس طرف مکمل سکوت ہے ، چند ٹھوکروں کے بعد اندر سے گھبرائے ہوئے قدموں کا شور سنائی دے رہا ہے ، کسی نے نہایت احتیاط سے حویلی کے دروازے کا کنڈا کھول کر مدہم آواز میں پوچھا ہے : کون ؟ ملک لال خان ، بتی جلاؤ ، کسی نے فوراً روشنی کی ہے اور جس کے ساتھ ہی تاریکی کا خوف ختم ہو گیا ہے ، ہم ایک نہایت ہی بوسیدہ سی حویلی کی ڈیوڑھی میں کھڑے ہیں اور پستہ قامت سیاہ رنگ کا شخص کسی قدر گھبراہٹ سے ہمیں دیکھ رہا ہے : کیا حال ہے چینو ، شادے نے پستہ قامت شخص سے آشنائی کا اظہار کیا ہے ۔ یہ ہیں ملک لال ہمارے تھانیدار ؟ ۔ بیٹ افسر ۔ شاہ صاحب کہاں ہیں ؟ وہ اندر کمرے میں

ہیں ۔ اسے کہو ملک لال خان پڑتال کرنے آیا ہے ۔ ڈیوڑھی کے چاروں طرف کمرے ہیں جن میں سے مدہم شور بلند ہو رہا ہے ؛ ملک جی یہ شاہ صاحب کی بیٹھک ہے ایک رات میں پانچ ہزار کی نعل نکلتی ہے ، مجھے سب کچھ پتہ ہے میں اس شاہ کو بھی جانتا ہوں ساہیوال میں بھی اس کی بیٹھک ہے ہفتے کی رات کو وہ وہاں جاتا ہے ، کچھ دیر بعد ڈیوڑھی کی دائیں جانب واقعہ کمرے کا دروازہ کھلا ہے اور ٹیوب کی سفید روشنی ڈیوڑھی میں جھانک رہی ہے ، چنو نامی شخص ہمیں کمرے کا راستہ دکھا کر ملحقہ کمرے میں گھس گیا ہے : آیئے ملک صاحب ، بس آپ کی دعا ہے ، آپ کب ساہیوال سے یہاں آئے ہیں ؟ بس چند دن ہوئے ہیں ، ہمیں پہلے ہی اس کی اطلاع مل چکی تھی ہی ہی ہی ، وہ کیسے ؟ جو شخص آپ کا ہے .... وہ ہمارا یار ہے ، خوب اسے آپ کی دھمکی سمجھوں یا دوستی کا پیغام ؟ ہو ہو استغفراللہ آپ تو ہمارے بیٹ افسر ہیں آپ کے بغیر ہمارا کام کیسے چل سکتا ہے ! دیکھو شاہ صاحب آپ کی بیٹھک بہت بدنام ہے اسے بچا کر رکھنا اپنی ملازمت کو خطرے میں ڈالنا ہے ۔ ملک جی صرف آپ کے تعاون کی ضرورت ہے باقی اللہ حافظ ہے ، لیجئے شغل کیجئے ، یہ کہہ اس نے سکاچ کی ایک بوتل اور دو گلاس الماری سے نکال کر ہمارے سامنے رکھ دیئے ہیں ، یہ صاحب کون ہیں ؟ اس نے میری طرف اشارہ کر کے پوچھا ہے ۔ اپنا آدمی ہے ، شاہ صاحب نے ہمیں پوچھے بغیر دو ڈبل بنا کر ہمارے سامنے رکھ دیئے ہیں ، شاہ صاحب آپ ؟ نہیں آج میں باڈر پار سے آیا ہوں وہاں سکھوں نے اتنا کھانا کھلا دیا تھا کہ اب کسی چیز کو دل نہیں چاہتا ۔ شاہ جی سنا ہے آج ادھر سے الائچی آئی ہے ۔ ہاں کچھ بوریاں لایا ہوں آپ سے کیا چھپانا ! پھر ؟ جیسے آپ کی مرضی ، شاہ نے ریڈیو گرام کا ڈھکنا اٹھا کر ریکارڈوں کی ڈسک درست کر کے ریکارڈ لگا دیا ہے ، پیا ملن کو جانا ، ریڈیو گرام

Scanned with CamScanner

سے پنکھج ملک کی آواز بلند ہوئی ہے۔ ماشاءاللہ آپ کا ذوق بہت اچھا ہے آجکل
تو چین پپ گانے گائے جاتے ہیں، میں پنکھج ملک اور سہگل کے سارے ریکارڈ
باڈر پار سے لایا ہوں، شاہ نے پھولتے ہوئے جواب دیا ہے۔ شاہ صاحب
مجھے نشہ چڑھ رہا ہے میرا خیال ہے کہ معاملہ طے کر لیں۔ ابھی جلدی کیا ہے ؟
شاہ نے عیارانہ مسکراہٹ سے جواب دیا ہے، نہیں یہ سب کچھ نشہ چڑھنے سے پہلے
طے ہونا چاہیے میں اس علاقے کا بیٹ افسر ہوں اور اس وقت جوا چل رہا ہے
اور باڈر کے اس طرف سے الائچی آئی ہے۔ ملک جی میرا خیال اس وقت آپ کو چڑھ
چکی ہے۔ شاہ کے بچے ہوش سے بات کرو میں اسی وقت تمہیں حراست میں لے
لوں گا تم بے شک بعد میں میرا تبادلہ کروا دینا، ملک جی کتنے چاہتے ہیں ؟ ایک
ہزار روپیہ ماہوار ! یہ بہت زیادہ ہیں۔ اس میں بہت سے حصے ہیں اکیلا میں نہیں
ہوں۔ سب یہی کہتے ہیں۔ خیر یہ لو۔ شاہ نے پانچ سو روپے کے دو نوٹ حقارت
سے میز پر پھینک کر اپنا لہجہ بدل لیا ہے۔ اچھا آپ لوگ شغل کریں مجھے اندر جا
کر نعل نکالنی ہے۔ یہ کہہ کر شاہ زور سے دروازہ بند کر کے دوسرے کمرے میں
چلا گیا ہے۔ کچھ دیر کے بعد ٹک سے ریکارڈ نیچے گرتا ہے اور گانا بدل گیا ہے۔
ڈرائنگ روم جو جدید آرائشی سامان سے لدا پھدا ہوا ہے، کمرے میں سگرٹوں
کا بے تحاشا دھواں فضا میں معلق ہے، ہلکے سروں پر پھر سہگل گا رہا ہے، گانے
کی اس سریلی آواز کے علاوہ کمرے میں مکمل سکوت ہے، نوجوان قائد نشے میں
بدمست کمر کی پیٹی کھولے ہوئے صوفے پر نیم دراز ہے اور اتنی سردی میں بھی وہ
پسینے میں شرابور ہے۔ مجھے اس نوجوان کے رویے اور طرزِ گفتگو پر قدرِ حیرت
ہوئی ہے کہ یا تو وہ تعلیم یافتہ ہے یا کسی اچھے خاندان سے تعلق رکھتا ہے یا
مجھے جانتا ہے کیونکہ میرے ساتھ اس کا رویہ کافی حد تک شائستہ تھا، مجھے کسی

Scanned with CamScanner

قدر اچنبھا بھی ہوا ۔ میں پچھلے چند مہینوں سے جس فضا میں زندگی بسر کر رہا ہوں اس کی دنیا عام دنیا سے بالکل مختلف ہے ۔ ابھی تک وہ نوٹ میز پر بکھرے ہوئے ہیں نہ جانے اس نوجوان کو کیا خیال آیا ہے کہ اس نے جھپٹ کر میز سے دونوں نوٹ اٹھا کر قمیض کی جیب میں رکھ لئے ہیں : اوہ معاف کیجئے یہ رہا آپ کا حصّہ ، اس نے اپنی دوسری جیب سے ایک سو روپیہ کا نوٹ پیش کیا ہے ، میں نے کسی حجاب کے بغیر یہ نوٹ جیب میں رکھ لیا ہے ، جی چاہتا ہے کہ اس نوجوان سے اور رقم کا تقاضہ کروں لیکن یہ سوچ کر رک گیا ہوں کہ اس نے کہے بغیر خود ہی میرا حصّہ دے دیا ہے ، میں سوشلسٹ ہوں کسی کا حق نہیں مارتا ہا ہا ہا ... ... میں کتنا ذلیل ہوں ، ھک ھک ، شراب انسان کو کمزور کر دیتی ہے ، او دے شادے کدھر دفعہ ہو گیا ہے ؟ معاف کیجئے میں بہک گیا ہوں میں نے آپ کے سامنے شراب پینے کی جراٴت کی ہے ، سہگل کا مشہور گانا ریڈیو گرام نے الاپنا شروع کیا ہے : دکھ کے دن اب بیتت ہیں دکھ کے ...... آپ نے مجھے پہچانا نہیں ؟ آپ یہ کام چھوڑیں یہ آپ کے شان شایان نہیں ہے ، سر ! مجھے شرم آتی ہے ، آپ کا حلیہ آپ کو نہیں چھپا سکتا ، میں چوہدری سے نپٹ لوں گا ۔ آپ بہکی باتیں کر رہے ہیں ، نہیں میں ہوش میں ہوں میں سکشن " ای " میں آپ سے انگریزی پڑھتا تھا ، ایف اے کا امتحان دے کر میں بھرتی ہو گیا تھا ، گاؤں میں دشمنی کی بنا پر میرے چچا کو قتل کر دیا گیا تھا اور اس واقعہ کے بعد میرے والد صاحب نے مجھے اس محکمے میں بھرتی کروا دیا ۔ سر ، شراب پینے کی گستاخی معاف ! ...... شادے او شادے ۔ نہیں نہیں یہ غلط ہے ، میں کبھی پروفیسر نہیں رہا ، یہ کہہ کر میں بڑی تیزی سے صوفے سے جانے کے لئے اٹھا ہوں مگر نشے کی زیادتی نے ٹانگوں کو نحیف کر دیا ہے ، ریڈیو گرام کی سوئی ریکارڈ پہ

اٹک گئی ہے اور سہگل بار بار گا رہا ہے : اب دکھ کے دن بیتت ہیں، اب دکھ کے دن بیتت ہیں، میں چھلانگ لگا کر باہر نکلا ہوں اور اس نے پیچھے سے آواز دی ہے : پروفیسر صاحب، میں بڑی سرعت سے بھاگ رہا ہوں، سامنے کچھ دکھائی نہیں دے رہا ہے، ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے، بیٹ نمبر ۳ ختم ہونے کو نہیں آتی کہ میرے جوتے اور تلوے بالکل گھس گئے ہیں، ارد گرد کے درخت بڑی تیزی سے میرے ساتھ بھاگ رہے ہیں، آسمان صاف ہو چکا ہے اور پچھلے پہر کا چاند میرا ساتھ دے رہا ہے، ایک سمت سے شور بلند ہوا ہے، چور! چور! پکڑ لو، مجھے کوئی نہیں پکڑ پاتا اور میں تیزی سے بھاگ رہا ہوں، بہت سی مسافتیں، بہت سے زمانے میرے ساتھ بھاگتے جا رہے ہیں!

موسم بدل چکا ہے اور اس کے ساتھ حالات بھی بڑی تیزی سے بدل رہے ہیں، لوگ تبدیلی چاہتے ہیں، وہ کسی ایک تصویر کے پرستار نہیں ہیں، وہ اپنی معیشت کا استحکام چاہتے ہیں، اولاد بڑھ گئی ہے اور جیب سکڑ گئی ہے، ہر کوئی اپنی جگہ پر پریشان ہے جو خوشحال ہے وہ پریشان حال سے لاتعلق ہے یہی نظامِ زیست ہے اور اس کی تبدیلی کے بے شمار نسخے ہیں، لیکن مجھے ان سے زیادہ دلچسپی نہیں ہے، میں ایک خود غرض معاشرے کا باشندہ ہوں جس کی سوچ صرف اپنی ذات تک ہے، مجھے دوسروں سے صرف اس حد تک دلچسپی ہے کہ وہ مجھے کس حد تک فائدہ پہنچا سکتے ہیں، میں پہلے سالم تھا، پھر مجھے مسمار کر دیا گیا، اب کچھ بھی نہیں ہوں، صرف ایک ڈھیر ہوں اس لئے خطرے کی اخلاقیات سے آزاد ہوں، اب کسی چیز کے کھونے کا خوف نہیں ہے، صرف دل کی ایک میکانکی دھڑکن ہے جب چاہے رُک جائے، کوئی ملال نہیں ہے۔ نہ جانے بیٹھے بیٹھے کیا جنون اٹھتا ہے کہ ایک دم طرح طرح کے سوال کرنے لگتا ہوں، واہ، کبھی زندگی کا حل سوال کرنے سے بھی ملا ہے۔ ان تمام تناقصات کے باوجود ایک منصوبہ ہے کہ جلد از جلد وافر دولت اکٹھی کر کے یہاں سے نکل جاؤں، اپنے ماضی اور حال کے بوسیدہ لباس کو یہیں سڑک پر پھینک جاؤں۔ آج صبح تڑکے ہی اٹھ کر احمد کے اڈے پر آ گیا تھا، یہیں آکر مختصر سا ناشتہ کیا، اخبار کا مطالعہ کیا اور سگریٹ سلگا کر ذہن کے ساتھ بھٹکنے لگا ہوں۔ میرے اردگرد کافی دیر

سے کاروبار شروع ہو چکا ہے، لوگ آ جا رہے ہیں، وہی منظر ہے جو کافی دیر سے دیکھ دیکھ کر آنکھیں بے حس ہو چکی ہیں۔ صبح صبح اونگھ کیوں رہے ہو؟ احمد نے میرے کندھے پر زور سے دھپڑ مارا ہے، اور میں کرسی سے قریباً قریباً گر پڑا ہوں۔ احمد تم کہاں دفعہ ہو گئے تھے؟ میں ایک سائل کا بیان حلفیہ کرانے گیا تھا۔ میں گھر چلا ہوں، کیوں؟ چھوڑو یار بڑے دنوں کے بعد گپ شپ کا موقع ملا ہے۔ کوئی خاص بات ہے؟ نہیں، یار آجکل مندا جا رہا ہے۔ ہاں کچھ حالات ہی اس طرح کے ہیں —— مجھے رہ رہ کر خیال آتا ہے تم حنیفاں کے ہاں کیوں گئے تھے؟ تم نے جو واقعات بتائے تھے ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جعفر نے یہ چال چلی تھی، ذرا محتاط ہو کر رہو یہاں کوئی کسی کا سجن نہیں، یہ لوگ پل میں گلے میں باہیں ڈال لیتے ہیں اور دوسرے لمحے چھرا نکال لیتے ہیں۔ میں نے جعفر کا کیا بگاڑا ہے؟ یہ بات کافی پرانی ہو چکی ہے۔ تمہاری وجہ سے اس کا کام مندا پڑ گیا ہے۔ حنیفاں جعفر کی بہن ہے! میں نے بھی یہی سنا ہے۔ اچھے میں چوہدری سے نجات چاہتا ہوں! وہ کینہ پرور ہے، ہر ایک کے سامنے ایمانداری کا ذکر کرتا ہے اور ہر ایک کو اپنا اعتمادی کہہ کر اس کے ذریعے گڑبڑ کرتا ہے، میں نے ایک بات محسوس کی ہے کہ ہماری یہاں مخالفت بڑھتی جا رہی ہے، سارے منشی حسد سے پاگل ہو رہے ہیں، مجھے امین نے بتایا ہے کہ ہمیں ٹاؤٹ ڈیکلیر کرانے کی کوششیں ہو رہی ہیں! کیوں؟ خواجہ صاحب سے ذکر کیا ہے؟ اس مٹی کے مادھو نے کیا کر لینا ہے۔ یار میں کافی دیر تک یہی سوچتا رہا کہ خواجہ صاحب کوئی فرضی شخصیت ہیں۔ وہ نہ ہونے کے برابر ہے، مجھے تو صرف اس کا نام چاہیئے ہے باقی کام میں خود ہی کر لیتا ہوں۔ بعض تو یہ کہتے ہیں کہ خواجہ صاحب کے پاس ڈگری نہیں ہے۔ سنا تو میں نے بھی یہی ہے

لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ اس کی سند ۱۹۴۷ء میں جل گئی تھی وہ علی گڑھ کا مشہور طالب علم تھا، عجیب بات ہے کہ اس نے جس سال ڈگری حاصل کی اس سال فسادات کی وجہ سے امتحانات ملتوی ہو گئے تھے ہا ہا! چھوڑو اس کو، ہمارے لئے وہ فائدہ مند ہے۔ یار حالات بڑی تیزی سے بدل رہے ہیں، میں محسوس کر رہا ہوں چند دنوں سے سائلوں کا رویہ بھی بدلتا جا رہا ہے۔ خیر جب تک اس ملک میں جہالت اور بدعنوانی رہے گی سائلوں کو الو بنایا جا سکتا ہے۔ بڑے ظالم ہو! یار زندگی میں فلسفے سے کام نہیں چلتا، کوشش مال کھینچنے کی کرنی چاہیئے، یہ نہیں سوچنا چاہیئے کہ کس طرح آتا ہے بلکہ یہ فکر کرنا چاہیئے کہ کتنا آتا ہے، شاید تمہیں احساس نہیں کہ میں تمہاری شخصیت کا مطالعہ بڑے غور سے کرتا ہوں، تم ہر بات میں جھجک اور تذبذب سے کام لیتے ہو کوئی سودا کرتے کرتے ایک دم لاتعلق ہو جاتے ہو، پیسے مانگنے اور چھیننے میں تم میں ابھی وہ بے حیائی پیدا نہیں ہوئی جس کی ضرورت ہے، میں بات بعد میں کرتا ہوں پہلے دوسرے کی جیب ٹٹول لیتا ہوں، ہم اس چار دیواری میں انسانیت کا جھنڈا اٹھانے نہیں آئے اور نہ ہی بے کسوں کی امداد کا مقدس مشن کندھے پر لئے پھرتے ہیں، بات بڑی سیدھی ہے اگر ہم دوسرے سے نہیں چھینیں گے تو کوئی اور چھین کر لے جائے گا۔! تم نے یہ بے باکی کہاں سے سیکھی ہے؟ اپنے جیسوں سے، ہاں میں بات یہ کر رہا تھا ہمیں اپنے کاروبار کو پھیلانا ہے اس کو ماڈرنائیز کرنا ہے، تم ہنس کیوں رہے ہو؟ نہیں بڑی سنجیدگی سے سن رہا ہوں۔ ایک تو یہ کہ شہری اور پڑھے لکھے سائل خواجہ کے بغیر مطمئن نہیں ہوتے اور مصر ہوتے ہیں کہ جس نے قانونی جواز مہیا کرنا ہے اس سے بنفس نفیس ملنا ضروری ہے، عین ضرورت کے وقت خواجہ دستیاب نہیں ہوتا، بہن بہبود کو ایک طوائف زادی لے بیٹھی ہے، کام کے وقت

بھی اس کی ماں کی چیلیں بھر رہا ہوتا ہے، خنزیر تو اپنی عمر اور شکل دیکھ، بدبخت پریزینٹبل بھی نہیں ہے، مجھ سے جھگڑا مول لے کر اس نے بھوکا مرنا ہے، دوسرے یہ کہ وہ طوائف زادی کراچی شفٹ ہو رہی ہے اور آنجناب ہجرت کرنیکی سوچ میں ہیں، میں نے اس ساری صورتِ حال کا ایک حل تلاش کیا ہے اس میں میری اور تمہاری دونوں کی بہتری ہے۔ اس ساری تفصیل کا لبِ لباب ہے کیا؟ تم قانون کی کلاسوں میں داخلہ لے لو صبح کام اور شام ——— نہیں یار میں اس عمر میں کیا پڑھوں گا! کیوں ابھی سے بہت بوڑھے ہو گئے ہو؟ کچھ سمجھ لو، مجھے علم حاصل کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ شرم کس بات کی؟ زمانہ تمہیں بھول چکا ہے، تم اپنے آپ کو بھول چکے ہو، سارا خرچہ میں برداشت کروں گا اگر کالج جاتے ہوئے شرم آتی ہے تو تمہاری پراکسی کا بندوبست بھی کرلوں گا۔ میں نے لکھنا پڑھنا بالکل چھوڑ دیا ہے۔ تم ہاں کرو، امتحان کا بندوبست بھی کرلوں گا پیسے کے سامنے ہر چیز ہیچ ہے، امتحان سے ایک ہفتہ پہلے تمہیں سارے پرچے مل جائیں گے تم ہاں کرنے والے بنو، پھر دیکھنا تم اور میں پارٹنر بن کر کس طرح دولت لوٹتے ہیں ہاہاہا...... اوے اچھے کیسی سکیم بنائی ہے، رسہ گیری چھوڑ دے، کچھ فاصلے پر رکھے ہوئے تخت پوش پر میاں کریم کے منشی نے زور سے آواز لگائی ہے۔ اوئے تجھے کیا کھجلی ہوئی ہے، احمد یہ جواب دے کر اس کے تخت پوش کی طرف چلا گیا ہے۔

دوپہر ہو چکی ہے احمد نے ایک نئی سوچ کی پھلجھڑی میرے ذہن میں چھوڑ دی ہے۔ میں اس پلان کے بارے میں کچھ سوچنا چاہتا ہوں کہ طبیعت متلانے اور سر چکرانے لگا ہے۔ میں پچھلے چند دنوں سے ضرورت سے زیادہ نقاہت محسوس کر رہا ہوں، کیونکہ مجھے کھانے پینے سے بالکل رغبت نہیں رہی ہے، کوشش

Scanned with CamScanner

کرتا ہوں کہ دن میں ایک مرتبہ کھانا کھاؤں، ساری رات کم و بیش جاگتا رہتا ہوں اگر باہر نکلنے کا پروگرام نہ ہو تو وہسکی پی کر کمرے کی کھڑکی سے شہر کو دیکھتا رہتا ہوں اس سارے عمل میں ذہن کورے کاغذ کی طرح ہوتا ہے۔ احمد اٹھ کر پھر میری طرف آیا ہے: اچھا یار میں گھر چلتا ہوں تم کچھ دیر اور انتظار کرنے کے بعد جانا شاید کچھ کام بن جائے، میں نے کہا سنا ہے آجکل چوہدری اور ملک مقبول کی ٹھن رہی ہے، چوہدری ہر دوسرے تیسرے دن اس کا ایک آدمی پکڑ لیتا ہے۔ اچھا، بھئی میں چلتا ہوں، میں یہاں انتظار کر کے کیا کروں گا؟ احمد شیطان نہیں، انسان ہے اسی لئے وہ ایک نئی سوچ میرے ذہن میں چھوڑ گیا ہے۔ خود مختاری حاصل کرنے کے لئے میں نے بھی امتحان دینے کے بارے میں سوچا تھا لیکن میں اس پیشے میں اتنا دھنس گیا ہوں کہ مجھے امتحان کے بعد پھر نیا روپ دھارنا پڑے گا اور میری اس بدلی ہوئی حیثیت کو کوئی قبول نہیں کرے گا کہ پیشہ ور گواہ ایک دوسرے پیشے کو ذلیل کر رہا ہے۔ اگر ڈگری حاصل کرنے کے بعد میں دوسرے شہر میں چلا جاؤں؟ یہ ممکن نہیں ہے، یہ شہر میرا المیہ ہے اور غالباً مجھے اس المیے میں رہنا ہے، یہاں سے فرار کے منصوبے تو بہت ہیں لیکن وہ سوچ تک ہی محدود ہیں۔ میں حنیفاں کے گھر خود نہیں گیا تھا، واقعات مجھے وہاں کھینچ کر لے گئے تھے، لیکن چوہدری نے ابھی تک اس مقدمہ میں میری بریت کا کوئی بندوبست نہیں کیا، محض جھوٹے سچے وعدہ کرتا ہے، وہ مجھے استعمال کر رہا ہے، مجھے اس سے رہائی حاصل کرنی چاہیئے، میں بار بار اپنی یاد دہانی کراتا ہوں کہ مجھے کسی چیز کا خطرہ نہیں ہے اس کے باوجود میں اس کے آسیب سے باہر نہیں نکل سکتا، اس کے دباؤ پر میں نے رفیق کے خلاف جھوٹی شہادت دی، یہ غلط ہے، بالکل غلط ہے کہ میں رفیق کا قاتل ہوں، کٹہرے میں اس کی موت محض ایک اتفاقی

Scanned with CamScanner

حادثہ تھا، وہ پہلے ہی سے ٹی بی کا مریض تھا، یہ اس گنجے منحنی اور معنک شخص کا فرض تھا کہ اسے رہا کر دیتا، کمرے میں داخل ہونے سے پہلے اس نے بڑی عاجزی سے کہا تھا: میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور تین سال سے ٹی بی کا مریض ہوں، میرے ساتھ ظلم ہوا ہے میں گھر سے دوائی لینے نکلا تھا کہ مجھ پر چوری ڈال دی گئی، تم خدا کو حاضر ناظر کہہ کر بتاؤ کہ تم نے مجھ سے کچھ برآمد ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ بابا کچھ قیمت ادا کر دو پھر سب ٹھیک ہو جائے گا! میرے پاس ایک دمڑی بھی نہیں ہے۔ پھر میں مجبور ہوں! بابو رحم کی بھیک مانگتا ہوں میری حالت بہت خراب ہے۔ بابا میرے ساتھ بھی کسی نے رحم نہیں کیا تھا۔ تم اس کا بدلہ مجھ سے کیوں لیتے ہو؟ میں تم سے نہیں اپنے آپ سے لے رہا ہوں! میں چور نہیں ہوں میں نے بیماری میں بھی محنت کر کے بچوں کا پیٹ پالا ہے۔ اس کے لئے ایک سال قید بامشقت کی سزا تجویز ہوئی اس کے بدن نے یہ فیصلہ قبول نہ کیا اور کٹہرے میں ہی ایک جھٹکے سے دم دے دیا۔ میں اس بے گناہ کے غم میں رات بھر وہسکی پیتا رہا، میں اس کا قاتل ہوں، نہیں، میں اس کی خاطر سچ کیوں بولتا میرا مطلب ہے جھوٹ کیوں بولتا کہ میں نے واقعہ نہیں دیکھا، اس کی موت سزا کے صدمے سے واقعہ ہوئی ہے، اف، میرے جرائم کی فہرست میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا ہے۔ ساری رات میرا ذہن ایک ڈھولک کی طرح بجتا رہا: میں قاتل ہوں! میں نے سونے کی کوشش کی لیکن ہر مرتبہ رفیق کا پتا اور کھانستا ہوا میری آنکھوں پر دستک دینے لگا: میں تمہیں اس طرح سونے نہیں دوں گا، اب ہر جگہ تمہارا تعاقب کروں گا موسموں، خوابوں، یادوں اور خدشوں کی صورت میں میرے قتل کا خوں بہا ادا کرو۔ کیسے کروں؟ میرے ہاتھ تمہارے خون سے رنگے ہوئے نہیں ہیں! ہر قتل کا کوئی نہ کوئی محرک ہوتا ہے، میں نے رفیق کو سمجھایا مگر وہ مطمئن نہیں

ہوا اور کہنے لگا : تم اسفل ہو، اچھا پھر ملوں گا ! میں اسفل ہوں ! یہ نراج ہے! یہ دلال ہے ! چور، ڈکیت اور ظالم صرف واردات کرتے ہیں ، میں بھی واردات کرتا ہوں، وہ نہیں سوچتے میں سوچتا ہوں، وہ اور میں ردعمل کا شکار ہیں ، میرے ساتھ یہ ناانصافی کس نے کی ہے ؟ یہ ناانصافی کسی ایک خاص فرد نے نہیں کی ، سب نے مل جل کر کی ہے ، میں ایک مدت سے یہاں اچھوتوں کی زندگی بسر کر رہا ہوں، میں ہر اعتبار سے کٹا ہوا اور تنہا ہوں ، علیحدگی کی یہ سزا میرے اندر الوالعزمی نہیں پیدا کر سکی۔ ارتکاب جرم ایک جدلیاتی عمل ہے اور ہر انسان اس کٹھالی میں سے گزرتا ہے ، چوری چکاری اور قتل جرائم کے چند مظاہر ہیں ، جذباتی اور ذہنی جرائم ان سے زیادہ شدید ہوتے ہیں ، منفی اور بے مہار معاشرے میں یہ آپس میں اتنے خلط ملط ہو جاتے ہیں کہ زندگی کی معمولات بن جاتے ہیں کسی کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ وہ شرافت کے دائرے میں رہتے ہوئے بھی مجرمانہ زندگی بسر کر رہا ہے۔ ارتکاب جرم زندگی سے روبرو ہونے کا ایک اسلوب ہے ، یہ احتجاج کی ایک شکل ہے ۔ جرم کے عوض سزا کی تجویز تصیح کی ایک اخلاقی کوشش ہے ــــــ

اوہ ، یہ جعفر کہاں سے آٹپکا ہے ، دبلا پتلا تیس سال کا قبول صورت لیکن بھینگا ہے ، سارا دن مسلسل سگریٹ پیتا ہے ، ریلوے میں ملازم ہے ۔ پر سارا دن اس عمارت میں چکر لگاتا ہے ، اس کا دن کافی مصروف ہوتا ہے ، ایک کمرے سے نکلتا ہے اور دوسرے میں جا گھستا ہے ۔ جہاں وہ ان کمروں میں بڑے انہماک سے کہتا ہے : جو کچھ کہوں گا ، ایمان سے سچ کہوں گا ، سارے ناظرین ہنسنے لگتے ہیں، پھر وہ رٹے ہوئے طوطے کی طرح آنکھ بند کر کے ایک ہی سانس میں نادیدہ واقعات کو قابل وثوق طریقے سے بیان کرتا ہے ، لیکن میں ..... یہ کام ..... کیا فرق پڑتا ہے ، لوگوں کی ہنسی میرے لئے اسی طرح بے معانی ہے جس طرح وہ ہیں،

Scanned with CamScanner

میں خود غرض ہوں کہ صرف اپنے لئے جیتا ہوں ۔ پروفیسر ادھر آؤ ، جعفر نے نہایت غصے سے مجھے للکارا ہے ، اسکے ہونٹ اور نتھنے بُری طرح کانپ رہے ہیں اور وہ مسلسل سگریٹ کے کش کھینچ رہا ہے ۔ کس باپ کو پروفیسر کہہ رہے ہو؟ میں نے چلا کر کہا ہے اور اس کی جانب بڑھا ہوں ، میرے اندر غصّے سے پیدا شدہ اعتماد ہے پر بدن ایک بزدل کی طرح کانپ رہا ہے کیونکہ مجھے احمد کی تنبیہ یاد آ گئی ہے ۔ دیکھو ، اس نے مضبوطی سے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا ہے : میں نے اس رات تمہارا لحاظ کیا تھا ، کیسا لحاظ ؟ تم نے تو مجھے قتل کرنے کی پوری کوشش کی تھی ، میں تمہارے خلاف ۳۰۷ کا پرچہ کرا سکتا تھا لحاظ تو میں نے کیا تھا ۔ اب کیا چاہتے ہو ؟ میری نصیحت سنو ، تم پڑھے لکھے آدمی ہو اپنا کام نقل نویسی ، درخواست نویسی وغیرہ تک محدود رکھو ، امدادی اور گواہ مت بنو ۔ تمہیں اس سے کیا ؟ تمہاری وجہ سے میرا رزق ختم ہوتا جا رہا ہے ۔ جعفر اس میں میرا کیا قصور ہے تم نے ہر کمرے میں ہر واقعہ کے بارے میں اتنی سچائی کا اظہار کیا ہے کہ اب تم معتبر نہیں ہو ۔ میں معتبر نہیں ہوں ہا ہا پروفیسر ، کبھی تمہاری طرح میری ہر بات پہ اعتماد کیا جاتا تھا ، اور شاید اب تمہیں علم نہیں ہے کہ تم پر بھی انگلیاں اٹھنے لگی ہیں ، چند مہینوں کے بعد تم ایک کٹی پتنگ کی طرح ڈولتے پھرو گے ، تم سو مرتبہ بھی حلف اٹھاؤ گے لیکن کوئی تم پہ اعتبار نہیں کرے گا ۔ تم چوہدری کو نہیں جانتے ہو ، اب تمہیں ہر علاقے کا گواہ بنایا جا رہا ہے ، یہ کہتے ہی جعفر نے اپنے نیفے سے ایک چمکتا ہوا خنجر نکالا ہے ، میں ایک جھٹکے سے اس کی گرفت سے آزاد ہو کر مقابلے کے لئے تیار ہوں ۔ ہا ہا ، پروفیسر میں تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا لیکن تمہیں آخری وارننگ دینا چاہتا ہوں .... بالکل آخری .... یہاں سے نکل جاؤ .... یہ چار دیواری بھول بھلیاں ہیں .... یہ آخری وارننگ ہے ..

Scanned with CamScanner

۱۵

میں اتنا فاترالعقل نہیں ہوں جتنا مجھے بنایا جا رہا ہے یا میں نے خود اپنے آپ کو بنانے کا تہیہ کیا ہے! مجھے احمد سازشی معلوم ہوتا ہے، وہ چوہدری کا آدمی ہے، اس نے مجھے کس چکر میں الجھا دیا ہے؟ میں نے تو اس کے معاون کے طور پر کام کرنے کا معاہدہ کیا تھا لیکن وہ مجھے بتدریج ایک مکڑی کے جال میں الجھاتا جا رہا ہے۔ مجھے جو نقصان پہنچنا تھا وہ پہنچ چکا ہے، مجھے کس تحفظ کی ضرورت ہے جو میں گھٹنے ٹیکتا جا رہا ہوں؟ بولو جواب دو! تم اس کائنات کی طرح کیوں گونگے بہرے ہو؟ تم کس سمت کی طرف جا رہے ہو؟ تلاشِ رزق تمہیں ایسی بھول بھلیوں کی طرف لے جا رہی ہے جہاں سے تم واپس نہیں آسکو گے، اگر کبھی آ بھی گئے تو اپنے آپ کو پہچان بھی نہیں سکو گے۔ تم نے اپنی قیمت بہت کم چکائی ہے، تم یوسف نہیں ہو، تم کچھ بھی نہیں ہو، وقت بے وفا ہے، یہ سب کچھ بہا کر لے جاتا ہے... اوہ، یہ سب کچھ کیا ہے؟ میرے گھر والوں کو میری اس زندگی کا علم نہیں ہے، میں نے ان سے ملازمت کا جھوٹ بولا ہوا ہے۔ یوں بھی اب میں گھر بہت کم قیام کرتا ہوں۔ صبح مجھے اپنے ساتھ لے جاتا ہے، دن بھر کام کاج اور پھر بعض دفعہ رات کو گشت کے لئے بلا لیا جاتا ہوں۔ جب شام فارغ ہو تو میں احمد کے اڈے سے اٹھ کر شہر کی گمنام سڑکوں سے گزرتا ہوا اس پرانے باغ میں نکل جاتا ہوں جہاں میں نے آئندہ کا خواب دیکھا تھا، اب اسی خواب کے غبار کو فضا میں سے ریزہ ریزہ ہوتا ہوا دیکھتا ہوں، یہ میرا مشغلہ ہے۔ سگریٹ پیتا ہوں، جیب میں سے "جن"

Scanned with CamScanner

کا محلول جلدی سے حلق میں انڈیلتا ہوں کہ مجھے کوئی دیکھ نہ لے ۔ راہ چلتے ہوئے بھی بار بار پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں کہ کوئی میری شناخت نہ کر لے ۔ پھر خود ہی ہنسنے لگتا ہوں ، میں نے داڑھی اور لمبے بالوں میں اپنے آپ کو کب سے چھپا رکھا ہے ، احمد کے اڈے پر بھی لوگ مجھے صوفی صاحب کہنے لگے ہیں ۔ میں اس القاب پر کسی کو ٹوکتا نہیں ہوں ۔ ایک دو مرتبہ احمد نے اور ماں نے مجھے اس حلیے پر سرزنش کی ، میں نے اس پر بھی کوئی جواب نہ دیا ۔ سوال اور جواب ایک جدلیاتی فعل ہے ، میرے پاس نہ سوال کرنے کے لئے کچھ ہے اور نہ جواب فراہم کرنے کا اثاثہ ۔ جب یہ کچھ نہیں ہے پھر میں نے زندگی کے حق میں کیوں فیصلہ دیا تھا ؟ کھانا پینا ہی تو اصلِ حیات نہیں ہے ، کچھ کرنا مقصدِ حیات ہے ۔ میں کچھ بھی نہیں کر سکا ہوں ، اس لئے میرا مقصدِ حیات کچھ وہ ہے جس کی ماہیت سے میں آشنا نہیں ہوں ۔ ہن بھائیوں کے لئے زندہ رہنا سانس لینے کا بہانا ہے ۔ میں زندگی کو امید سمجھتا رہا ہوں ، لیکن یہ امید مایوسی اور موت سے ایک دانستہ فرار ہے ، اس لئے میں زندگی اور موت کے درمیان ہوں ۔ اوہ ، احمد ! تو نے مجھے کیا کا کیا بنا دیا ہے ؟ میں نے عاجزانہ طور پر زندگی کو مکرر شروع کرنا چاہا تھا لیکن تم نے یہ کیا کیا ؟ میں ان سے بچنا چاہتا تھا جو بغیر کسی وجہ کے ایک مدت سے میرے تعاقب میں تھے لیکن تم نے پھر مجھے ان کی تحویل میں دے دیا ۔ تم مجھے ہی تسلیاں دیتے رہے کہ ان سے تعلق استوار رکھنے سے کام پھیلتا ہے ، طرح طرح کے لوگوں سے رابطہ قائم ہوتا ہے ، اوہ ، تم نے مجھے فروخت کر دیا ہے ! فروخت کر دیا ہے ! میں اپنی تصدیق نہیں کر سکا ہوں کہ مجھے مشکوک سمجھا گیا ہے ، میں مشکوک کے ناکردہ عوامل کی تصدیق کیسے کروں ؟ مجھے استعمال کیا جا رہا ہے ، بعض لوگ ایجنٹ بننے کے لئے جنم لیتے ہیں ، جو اپنے بجائے دوسرے کی منفعت کا مسلسل ہدف ہوتے ہیں ، کچھ نہ کرتے ہوئے

Scanned with CamScanner

بھی کچھ کرتے رہتے ہیں۔ یہ سب کچھ بھیانک خواب نہیں ہے، حقیقت ہے! میں نے ایک پینٹنے میں چھپ کر پناہ لی تھی، میں کوزے کو دریا سمجھتا تھا، جب کوزہ ٹھوکر سے ریزہ ریزہ ہوگیا تو پھر ہر طرف سیلاب ہی سیلاب نظر آیا۔ لیکن مجھے یقین ہے میں بچ نکلوں گا۔ احمد ایک معمولی سی عفونت ہے، چوہدری، ملک لال خاں، حمید، نزہت، کوثر سب ڈوبتی ہوئی تصویریں ہیں۔ زندگی کا دریا ان سے باہر بھی ہے۔ یہ اتنی بڑی نہیں ہے جتنا اسے بنا دیا گیا ہے، میرے لئے یہی ہے، یہی زنجیریں ہیں، میں ان سے آزاد ہو جاؤں گا۔ مجھے ماں سے محبت نہیں ہے، اس کی صورتحال رحم پیدا کرتی ہے۔ ماں سے فطری، ازلی اور غیر منقطع لگاؤ کے نظریے محض قصّے ہیں۔ آدمی کسی ایک بطن سے پیدا ہو سکتا ہے، کسی تخصیص کی ضرورت نہیں ہے، ا یا ب میں سے کوئی ایک میری ماں ہو سکتی ہے، کوئی ایک میرا باپ ہو سکتا ہے۔ یہ سب حیاتیاتی حادثات ہیں، رشتوں کی بجائے انسان کی تنظیم ضروری ہے! کہا جاتا ہے انسان مجسم ہوتے ہوئے بھی تجریدہے، ذاتِ انسانی کی تنظیم کے لئے اسے رشتوں میں بانٹنا ضروری ہے، جو رشتہ مضبوط اور نزدیکی ہو وہ سب سے زیادہ معظم ہے، علی الترتیب، وغیرہ وغیرہ، یہ سب خرافاتی ضابطۂ اخلاق ہے جس کی تائید نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا ہے! میرا راستہ اب ضابطۂ اخلاق کی عدم موجودگی ہے جہاں سب کچھ جائز ہے!

کافی رانوں کی گشت کے بعد میں نے توبہ کر لی ہے، کسی ضابطۂ اخلاق کی خاطر نہیں، ایک ذاتی وجہ کی بنا پر۔ یوں تو گشت کا مشغلہ کافی سود مند ہے، کافی کچھ مل جاتا ہے لیکن ملک لال خان نے مجھے منکشف کر دیا ہے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ مجھے میرے ماضی کے حوالے سے جانا جائے۔ میں جو کچھ اب ہوں وہی سب کچھ ہوں،

Scanned with CamScanner

اس سے پرے کچھ بھی نہیں ہوں۔ میری تمام تر احتیاط کے باوجود مجھے چند مقامات پر شناخت کر لیا گیا ہے لیکن میں نے مسلسل انکار کے ذریعے ماضی کے ہر رشتے سے اپنی تردید کی ہے، یہ گزرا ہوا وقت ہے، ایک یادِ رفتہ ہے۔ یہ عمارت میری زندگی کا ایک نیا باب ہے، میں اس راستے سے پہلی مرتبہ داخل ہوا ہوں۔

rekhta

Scanned with CamScanner

(۱۶)

احمد سے میری ملاقات بیحد مختصر اور سرسری تھی۔ میں نے اسے نفی یا اثبات میں جواب نہیں دیا تھا۔ اس نے جو کچھ مجھے کہا تھا مجھے اس میں توہین کی بو آئی تھی۔ میں اپنے آپ کو مسمار کیسے کر سکتا ہوں؟ میں نے لاکھوں مرتبہ اپنے تھکے ہوئے ذہن سے استفسار کیا، اندر سے ایک ہی جواب ملا: اگر کچھ اور کر سکتے ہو تو کر کے دیکھ لو، تمہیں ہر طرف سے جواب مل چکا ہے، تمہارے وجود پر معاشرے نے مہر ثبت کر دی ہے، تمہیں اب کوئی بھی کسی سطح پر قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہے، جو تمہیں قبول کریگا وہ خود شکنجے میں آجائیگا۔ میں نے پھر استدلال کیا: پول گوگاں مجھ سے زیادہ مہذب تھا، وہ مصور تھا، اس نے جزائر تہیتی میں اپنی شائستگی اور تہذیب کی ساری بناوٹ کو تار تار کر کے اپنے آپ کو تہیتی کا ناتراشیدہ شخص بنا لیا تھا، تم میں کونسی ایسی بات ہے کہ تمہیں اس پیشے سے شرم آتی ہے، تم ہو کیا؟ ایک اوسط درجے کا شخص جس میں کسی قسم کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ مجھے یہ استدلال پسند آیا ہے، لیکن سوچنے کے لئے مہلت درکار ہے۔ ایک ماہ گزر چکا ہے اور میں نے ابھی تک احمد کو کوئی جواب نہیں دیا ہے۔ میرے لئے اب کوئی راستہ نہیں ہے، میں یا احمد کی پیش کش کو قبول کر لوں یا سٹریوجن کی طرح خودکشی کا راستہ اختیار کروں؟ وہ بے وقوف خدا بننا چاہتا تھا، میں کسی ایسی مابعد الطبیعاتی کے مغالطے کا شکار نہیں ہوں۔ دوسری طرف میں احمد کا ساتھی بن کر مایوسی کو امید سمجھ کر خودکشی سے گریز کر جاؤں، لیکن یہ کام کامیو کر سکتا ہے۔

ہاں، ایک صورت ہے، میں وہ امتحان پاس کرلوں جس کے ذریعے میں اپنا دفاع کر سکتا ہوں، پھر میں احمد سے بطور اسسٹنٹ کام لوں گا، وہ زیرک ہے، یہ ایک شاطرانہ منصوبہ ہے، لیکن مجھے دو سالوں تک پھر مطالعہ کرنا ہوگا، ایک نوآموز کی طرح ایک نئی ابجد کو حفظ کرنا ہوگا، اس منصوبے کی کفالت کون کرے گا؟ مجھے زندہ رہنا ہے اور میرے حوالے سے دوسروں نے بھی زندگی کرنی ہے۔ میں نے زندگی کے حق میں فیصلہ دیا ہے۔ کیا وقت مجھے یہ مہلت دے گا؟ میرے اعصاب پہلے ہی شل ہو چکے ہیں، میں اب مطالعے کا حوصلہ نہیں رکھتا ہوں، میں نے اس رابطے کو منقطع کر دیا ہے۔ یہ منصوبہ برا نہیں ہے، میں کسی سے انتقام لینا نہیں چاہتا ہوں، لیکن مجھے کسی کی بھلائی سے بھی کوئی سروکار نہیں ہے۔ مجھے صرف زندہ رہنا ہے، موت میرے بغیر زندگی کا تسلسل ہے جو میرے لئے مہمل ہے۔ میں زندگی کو معانی دینے کا خواہشمند نہیں ہوں۔ ابھی چند دن ہوئے میں نے ایک بھیانک خواب دیکھا تھا، عجیب وغریب شکلیں، ناقابلِ فہم مبہم، نہ سر اور نہ پیر، یہ کیسی شناخت ہے؟ مجھ سے کیسی شہادت طلب کی گئی تھی؟ کیا یہ میری چھٹی حس تھی؟ کہا جاتا ہے خواب بشارت ہوتی ہے، وہ آنے والے واقعات کے بارے میں علامتوں کے ذریعے متنبہ کرتی ہے۔ ابھی تک ذہن دو سمتوں میں سفر کر رہا ہے، ایک طرف احمد اور دوسری طرف ایک پختہ انکار، میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ میں اس قہر کو قبول کر سکتا ہوں، اس سے بھوکا رہنا بہتر ہے، مزدوری کرنا افضل ہے —— یہ باتیں اپنی جگہ پر درست ہیں، بیکار بیٹھے کتنے مہینے گزر چکے ہیں لیکن ابھی تک کوئی سلسلہ نہیں بنا، دو تین مرتبہ کوشش بھی کی لیکن ماضی ایک پختہ یاد کی طرح سامنے آجاتا ہے، میں پہلے کیا تھا؟ اب ایسا کیوں ہوں؟ میں ہر جگہ، ہر

شخص کو تفصیل سے آگاہ نہیں کر سکتا، کروں بھی تو پھر انکار سامنے ہیں، ایک پرائیویٹ دفتر میں گیا، ماضی کی تفصیل پوچھی گئی، انٹرویو لینے والے ہکا بکا ہو کر مجھے دیکھنے لگے اور نظروں نظروں میں مجھ سے دور رہنے کے لئے کہا جیسے میں اچھوت ہوں! گھر والے بھی مجھے مشتبہ نظروں سے دیکھتے ہیں، ملنے والے مصلحتاً بچھڑ گئے ہیں، احمد مجھ سے جواب چاہتا ہے، دوستی کے حوالے سے یا ضرورت کے تحت ؟ مجھے تجزیے کی ضرورت نہیں، بہر کیف میں جو کچھ بھی کرنا چاہتا ہوں وہ محض عارضی ہے، موقع ملتے ہی سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا!

(۱۷)

میرا ہر ایک قدم میرے خطرناک ارادے کی تکمیل کے لئے آگے بڑھا رہا ہے، میں شہر کا کافی حصہ پیچھے چھوڑ آیا ہوں، سڑک کی روشنیوں کی لکیر میرے تعاقب میں ہے، رات کے گیارہ بج چکے ہیں۔ میں صبح سویرے ہی گھر سے باہر نکل گیا تھا، کسی کو یہ بھی علم نہیں ہے کہ میں نے یہ دن کہاں بسر کیا ہے؟ کن لوگوں کے ساتھ ملا ہوں، یہ میرے منصوبے کا ایک حصہ تھا، رات کا واقعہ صبح تک دماغ میں سفر کرتا رہا، میں چوہدری کے غیض و غضب اور تحکم سے کافی دیر سے واقف ہوں، یہ ایک منحوس دمدار ستارے کی طرح میرے تعاقب میں ہے، اس کو میرے لئے یا مجھے اس کے لئے پیدا کیا گیا ہے، کہتا تھا قیامت تک پیچھا نہیں چھوڑوں گا، یہ اس کا مغالطہ تھا۔ وہ میرے اندر کی تبدیلی سے آگاہ نہیں تھا، وہ کسی قدر کھسیانہ بھی تھا کہ میرا تحفظ نہیں کر سکا، نہ جانے میں بھی کیوں اس مغالطے کا کافی دیر شکار رہا ہوں کہ اس سے وابستہ رہ کر ہی میں محفوظ رہ سکتا ہوں، مجھے خطرہ کس بات کا ہے؟ ملازمت ایک مدت سے چلی گئی ہے، میری ذات کا وہ حصہ بھی اس کے ساتھ روانہ ہو چکا ہے، میں اسے واپس بلاؤں بھی تو واپس نہیں آ سکتی۔ میں ڈیڑھ دو سال میں کتنی دولت کما سکا ہوں، میں نے کھویا زیادہ ہے اور پایا کچھ نہیں، اس سے بہتر دریوزہ گری تھی، ہو سکتا ہے چوہدری نے ارادہ بدل دیا ہو؟ ہو سکتا ہے وہ میرے خلاف کارروائی کرنے کی تیاری کر رہا ہو؟ لیکن

چوہدری، چوہدری کے بچے، تم نے میرے جنم کی معنویت مجھ سے چھین لی ہے، میں نے اپنا چانس لینا ہے، اس کی کامیابی کا انحصار واقعات پہ ہے، مجھے ڈرنا نہیں چاہیئے، میرے خلاف کوئی شہادت مرتب نہیں کی جا سکتی، صرف میں ہی اپنے خلاف خود شاہد ہوں۔ آج صبح ناہید کی سہیلی ایک گمنام سی سڑک پر اتفاقیہ ملی تھی اور اس کے مطابق ناہید اپنی ایک نوکرانی کے ساتھ منزا چلی گئی ہے۔ ناہید کی سہیلی کے مطابق وہ مجھ سے بہت دل برداشتہ تھی اور اس نے میرے نام کے ساتھ بہت سی منفی صفات کا اضافہ کیا تھا۔ مجھے ملال نہ ہوا کہ میں پہلے ہی یادِ رفتہ کا اسیر ہوں، یوں بھی ہمارے درمیان کوئی قدرِ مشترک نہ رہی تھی، دو متوازی لکیروں کو یکجا کیا جانا ممکن نہیں ہے۔ تاہم میں نے اسے کسی تفصیل سے مطلع کرنا ضروری نہیں سمجھا کہ بارہ گھنٹے میرے ساتھ کیسا سلوک کیا گیا تھا۔ نہ جانے زاہد کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا، اسے بھی اس قدیم آسیبی عمارت میں تبدیل کر دیا جائے گا جہاں راز اور سچائی کو جسمانی اذیت میں تلاش کیا جاتا ہے، انہیں ناکامی ہو گی، لیکن وہ پوری کوشش کریں گے۔ میں جس مشن پر جا رہا ہوں وہ کافی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے، خطرہ خطرہ چار حروف کا یہ مرکب انسانی زندگی کے لیئے کتنا مہلک ہے، یہ بذاتِ خود کوئی وجود یا حیثیت نہیں رکھتا، یہ ایک بیماری ہے جو بذات خود بیماری نہیں لیکن دوسرے اعضا کو مفلوج کر دیتی ہے، خطرے کا احساس ذاتی تحفظ کا نتیجہ ہے، خطرہ اپنا ضعف اور دوسرے کی تقویت کا احساس ہے، یہ اپنے آپ کی اہمیت کا احساس ہے، یہ اپنے آپ کو یا اپنی انا کو ثابت و سالم رکھنے کی کوشش ہے، یہ درحقیقت ایک شعوری ذہنی کیفیت ہے جو اپنی بجائے دوسرے کو اہمیت دیتی ہے۔ یہ عدم تحفظ کی کیفیت ہے جس کا تعلق ماضی اور حال کی بجائے

Scanned with CamScanner

مستقبل سے ہے، خطرے کی دو قسمیں ہیں : عقلی اور غیر عقلی، غیر عقلی خطرے کا تعلق شخصی نفسیات سے ہے، مجھے بیٹھے بیٹھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ کوئی مجھے قتل کرنا چاہتا ہے، جب میں سوچتا ہوں کہ میری کسی کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں ہے مجھے کوئی کیوں قتل کرے گا؟ اس سوچ کے ساتھ ہی خطرے کو ختم ہو جانا چاہیئے لیکن یہ اصرار کہ دشمنی کے بغیر بھی مجھے کوئی قتل کر سکتا ہے محض ایک نفسیاتی کیفیت ہے، موت ایک اٹل حقیقت ہے، اس سے سینہ سپر ہونے کے لئے کہا جاتا ہے کہ حیات انسانی ایک عارضی توقف ہے اصل زندگی موت کے بعد شروع ہوتی ہے، دوسرا ہنس کر بات کاٹتا ہے : پیدائش کا مقصد موت کی طرف رجعت ہے اس لئے موت کا خوف محض احمقانہ خطرہ ہے، تیسرا موت سے دہشت زدہ ہو کر ہر وقت موت کا ذکر کرتا ہے، چوتھا خواہش مرگ کا اظہار کرتے ہوئے ہر روز اپنا طبی معائنہ کراتا ہے، چاروں ایک خطرے سے بچنے کے لئے استدلال کرتے ہیں لیکن ہر صورت میں اس خطرے کا سدِباب نہیں کر پاتے، خطرہ ہونی اور انہونی کا خوف ہے، جو بے خطر ہے وہ عام انسان سے زیادہ خطرات مول لینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ میں جس خطرے کا شکار رہا ہوں وہ فرضی نہیں حقیقی تھا، خطرے نے مجھے خواہ مخواہ زیر زمین کر دیا تھا، مجھے ہرگز گھبرانا نہیں چاہیئے، کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہو گی، میں جو کچھ کرنے والا ہوں اس کا جواز میرے پاس موجود ہے، میں اپنی قیمت ادا کر چکا ہوں، اب اس کی باری ہے۔ میں نے اپنے گرد بہت کچھ ہوتے دیکھا ہے، میں سنگ دل ہوں، میں ناقابلِ اصلاح ہوں، مجھے بیگناہوں سے معافی مانگتے ہوئے بھی شرم آتی ہے، اگر میں اس مرتبہ اپنے مشن میں کامیاب نہ ہوا تو خودکشی کو بطور اعترافِ شکست قبول کر لوں گا! آزادی کو ہمیشہ کے لئے

Scanned with CamScanner

چھین لوں گا۔ میں نے پورے ایکشن کو اچھی طرح پلان کر لیا ہے، میری طرف سے منصوبہ مکمل ہے، تکمیل کا انحصار اس پر ہے کہ میں اسے زیادہ سے زیادہ اشتعال دوں، یہ شہر اب ایک نیا تماشا دیکھے گا، صرف ایک گھنٹہ باقی رہ گیا ہے اور ابھی کافی راستہ طے کرنا ہے، غالباً شادے کو اطلاع دیر سے ملی اس لئے میرے مشن میں کسی قدر دیر ہو گئی ہے، اپنی منزل مقصود پر پہنچنے کے لئے پہلے میں نے کچھ راستہ ٹیکسی میں طے کیا پھر معاً شک گزرا کہ کہیں یہ ٹیکسی ڈرائیور ہی میرے خلاف ثبوت نہ بن جائے، وہ بار بار پوچھ رہا تھا کہ میں اس غیر آباد علاقے کی کس گلی میں، کس کے پاس جانا چاہتا ہوں، جب میں نے تنگ آ کر کہا کہ میں اس کی ٹیکسی لوٹنا نہیں چاہتا تو وہ کھسیانی ہنسی کے بعد خاموش ہو گیا، میں نے اس کے ساتھ مزید سفر کرنا مناسب نہ سمجھا اور کرایہ ادا کر کے جلد ہی سے اتر گیا۔ میں کافی دیر سے تیز تیز پیدل چل رہا ہوں۔

پختہ سڑک ختم ہو گئی ہے، ملک مقبول کا ڈیرہ کچی آبادی میں واقع ہے، یہاں سے سو گز کے فاصلے پر درختوں کے جھرمٹ کے پیچھے اس کی حویلی ہے، یہ آبادی زیادہ تر گوجروں اور مصلیوں کے کچے مکانوں پر مشتمل ہے، میں ایک دو مرتبہ پہلے یہاں آ چکا ہوں، ایک دفعہ چوہدری کا پیغام لے کر ملک مقبول کے پاس آیا تھا اور ایک دفعہ یوں ہی اسے ملنے گیا تھا، دراصل اس دن مجھے کچھ پیسوں کی ضرورت تھی، اس دن وہ بڑے موڈ میں تھا میں نے ذرا سا اشارہ کیا تو اس نے سو روپے کا نوٹ میرے حوالے کر دیا تھا، میں نے شکریہ ادا کرنا چاہا تو مسکرا کر کہنے لگا : پروفیسر میں نے تمہیں یہ روپے اس لئے نہیں دیئے کہ تم چوہدری کے آدمی ہو بلکہ اس لئے کہ تمہاری مدد کی جانی ضروری ہے، مجھے اس کی دریا دلی پر کسی قدر حیرت بھی ہوئی تھی، ملک اتنا برا اور خونخوار

Scanned with CamScanner

نہیں ہے جتنا اسے بنا دیا گیا ہے، اس کی گفتگو میں ذہانت کی چمک ہے۔ کون ہو؟ کسی نے درختوں کے جھنڈ میں سے ایک دم میرا راستہ روک لیا ہے، تم کون ہو؟ میں نے اس سے سوال کیا ہے۔ پہلے تم بتاؤ اس نے تحکمانہ انداز میں پستول کی نالی میرے سینے پر رکھتے ہوئے پوچھا ہے۔ میں ملک سے ملنا چاہتا ہوں، تم پروفیسر ہو، ہاں میں ہوں۔ وہ مزید گفتگو کئے بغیر میرے آگے آگے چل رہا ہے، میں اور وہ ایک حویلی کے باہر نیم تاریکی میں کھڑے ہیں، اس نے پستول کے دستے کے ساتھ مخصوص انداز میں دستک دی ہے، کچھ وقفے کے بعد حویلی کا دروازہ چرچراہٹ کے ساتھ نیم وا ہوا ہے، ہم دونوں حویلی کے صحن میں داخل ہوئے ہیں، حویلی کا صحن اس قدر روشنی سے منور ہے کہ دن چڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ حویلی کے تینوں طرف بے شمار کمرے ہیں جن کے دروازے بند ہیں مگر روشندانوں سے روشنی چھن چھن کر باہر آ رہی ہے، بند دروازوں کے عقب سے ہنسنے، گالیوں اور بے ہنگم آوازوں کا شور آ رہا ہے۔ میری دائیں جانب سے کھٹ سے دروازہ کھلا ہے اور ملک مقبول کے کارندے نے مجھے اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا ہے دروازے پر سُرخ رنگ کے دبیز ریشمی پردے لٹک رہے ہیں اور ان کے نیچے سے ہلکے سبز رنگ کی روشنی کے ساتھ مغربی دھن کا آرکسٹرا بج رہا ہے، میں نے پردے کے پیچھے سے کھانس کر اپنی آمد کا اعلان کیا ہے آجاؤ پروفیسر اس نے بھاری مخمور آواز میں اندر بلایا ہے، میرے اندر داخل ہوتے ہی اس کے ساتھ پلنگ پر لیٹی ہوئی ایک نیم برہنہ عورت سمٹنے لگی ہے، لیکن ملک معانی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا ہے جیسے میری آمد کسی پیغام کا درجہ رکھتی ہو۔ میں بھی کچھ شرمسار ہو کر پیچھے ہٹنے لگا ہوں تو اس نے ایک جملے کے ساتھ میرا راستہ روک لیا ہے:
پروفیسر، بیٹھو یہ بھی ہماری طرح کی انسان ہے، ملک مقبول کا کمرہ ایئرکنڈیشنر کی وجہ

Scanned with CamScanner

سے یخ بستہ ہے، سبز رنگ کی روشنی ہلکی موسیقی خوبصورت عورت کی رفاقت اور سکاچ وہسکی کی بھینی بھینی خوشبو سے مہک رہا ہے۔ ملک صاحب میں آپ سے بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔ کوئی خاص بات ہے؟ ہاں بہت ضروری، اس وقت رات کے کتنے بجے ہیں؟ میں شراب پینے سے پہلے اور بعد میں وقت نہیں دیکھتا، کیا بات ہے؟ تم نے مجھے اس وقت کیوں ڈسٹرب کیا ہے؟ چھیمو چھیمو تمہارے پاس گھڑی ہے؟ گیارہ بیس، چھیمو نامی عورت نے کسی قدر گھبراہٹ سے جواب دیا ہے۔ صرف چالیس منٹ رہ گئے ہیں ....!
اوہ، پروفیسر تم خطرے کا اعلان کر کے سکاچ کا نشہ ختم کرنا چاہتے ہو، لو وہسکی پیو۔ ملک صاحب وہسکی پینے کا وقت نہیں ہے بہت زیادہ خطرہ ہے۔ میرے لئے یا تمہارے لئے؟ ہم دونوں کے لئے میری یہاں پر موجودگی اور آپ کا یہاں پر رہنا .... لو پروفیسر ڈبل پیگ خطرے کی آمد سے پہلے خطرے کی ٹینشن کو دور کرنا ضروری ہے! میں آپ سے اکیلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ چھیمو اپنی خاص ہے اس سے کیا پردہ؟ نہیں ملک صاحب جہاں راز یا سازش کی بات ہو، وہاں عورت کی موجودگی مکمل تباہی کا باعث بن سکتی ہے۔ ہاہا پروفیسر تم فلسفی ہو، کس دھندے میں پڑ گئے ہو؟ چھیمو تم دوسرے کمرے میں چلی جاؤ، بس اب خوش ہو۔ بس اب ٹھیک ہے، ملک صاحب، آپ کی زندگی خطرے میں ہے یہاں سے جلدی... پروفیسر ریڈیو گرام بند کر دو، تم واقعی مجھے سنجیدہ کرنا چاہتے ہو، بات کرنے سے پہلے معاوضہ طے کرنا چاہتے ہو، نہیں یہ، آپ کی مرضی پر منحصر ہے، ملک صاحب آپ بارہ بجے سے پہلے یہاں سے نکل جائیں۔ میں کسی خطرے سے نہیں ڈرتا، میں خود خطرہ ہوں۔ میں دھوکا دینے نہیں آیا! تم چوہدری کے کیمپ کے آدمی ہو مجھے علم ہے کہ چوہدری نے تمہیں دو تین

مرتبہ میرے ڈیرے پر منتقلی لینے کے بہانے بھیجا تھا لیکن تم درحقیقت .....
آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے اس کی تفصیل پھر بتاؤں گا آج رات پورے بارہ بجے
بڑا زبردست ریڈ ہونے والا ہے، مجھے کسی نے اطلاع دی ہے۔ ریڈ ہاہا!
چوہدری کیسے جرأت کر سکتا ہے؟ وہ مجھے اچھی طرح جانتا ہے، ہم آج سے نہیں
پچھلے پچیس سال سے ایک دوسرے پر وار کر رہے ہے، پروفیسر معاف کرنا ذرا
اس الماری سے سکاچ کی نئی بوتل نکالنا۔ ملک صاحب آپ ہوش میں نہیں ہیں
وقت بڑی تیزی سے گزر رہا ہے! تم اتنے نروس کیوں ہو؟ میں اس وقت فیصلہ
کرتا ہوں جب خطرہ بہت قریب ہوتا ہے، میں خطرے کو صرف یہی بتاتا ہوں کہ
خطرے کو ختم کرنے سے خطرہ ختم ہو سکتا ہے .... ہاہاہا۔ ملک صاحب
آپ کسی وجہ کے بغیر جان دینا چاہتے ہیں؟ میں موت سے نہیں ڈرتا، میں اس
وقت موت کو قبول کروں گا جس وقت مجھے اس کی ضرورت ہوگی، تمہیں کس طرح
پتہ ہے کہ آج مجھے ختم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے؟ چوہدری کیسے جرأت کر سکتا ہے؟
وہ مجھے بہت دیر سے جانتا ہے، اسے پتہ ہے کہ میں بھی بدلے کی تاک میں ہوں۔
جب تک یہ بدبخت اس علاقے میں رہے گا نہ آپ کو چھوڑے گا اور نہ میری
خلاصی کرے گا۔ پروفیسر میں نے تمہارے بارے میں بہت کچھ سنا ہے، پہلے
مجھے یقین نہ آیا میں نے اپنی طرف دیکھا تو اس ناقابلِ یقین کہانی پہ یقین آیا کہ ایک
انجینئر بستہ الف کا بدمعاش ہو سکتا ہے تو ایک پروفیسر امدادی میں کیونکر تبدیل
نہیں ہو سکتا؟ پروفیسر تم بزدل ہو، میری طرف دیکھو میں نے کتنا خوفناک احتجاج
کیا ہے، میں تمہیں اس لئے پسند کرتا ہوں کہ اس وقت ہم جو کچھ ہیں ہمیں یہ حیثیت
قبول کرنے پر مجبور کیا گیا ہے، شائد تمہیں پتہ ہے کہ میں نے خوفناک مجرم بن کر
ناانصافی کا مقابلہ کیا ہے، میں ہتھیار ڈالنا نہیں جانتا، چوہدری میرے باپ کا

Scanned with CamScanner

قاتل ہے! اس کے بارے میں میں نے بھی کچھ سنا ہے۔ آج سے بیس سال پہلے اس نے میرے باپ کو شبہ کی بنا پر ایک واردات میں ملوث کر لیا تھا، میں اس زمانے میں انجینئرنگ کرنے کے بعد نیا نیا ایس ڈی او، بھرتی ہوا تھا، اس چوہدری نے،اس بہن چود نے، تفتیش کے دوران میرے باپ پر اتنا تشدد کیا کہ اس نے جان دے دی، وہ نہایت نیک سیدھا سادھا کلرک تھا، خدا اور انسان دونوں سے ڈرتا تھا، میں نے اشتعال میں آ کر اس کے بھائی کو قتل کر دیا، اس نے مجھے پکڑنا چاہا،میں باڈر پار کر کے اپنے ایک سکھ دوست کے پاس تین سال چھپا رہا، وہاں جب مخبری ہوئی تو میں واپس آ گیا اور دو برس تک بھیس بدل کر مختلف شہروں میں پھرتا رہا، اس کے بعد میں اتنا مضبوط ہوتا گیا کہ مجھے دوبارہ گرفت میں لینا مشکل ہو گیا، میں نے دہشت اور دولت کے ذریعے مقابلہ کیا ہے، یہ اتفاق ہے کہ میں اور چوہدری چوبیس سال کے بعد ایک جگہ اکٹھے ہوئے ہیں، وہ منتقلی کے بہانے مجھے دوبارہ منتقل کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے، مجھے حسبِ ضابطہ سزا نہیں دی جا سکتی، اسی لئے مجھے مقابلے کے ذریعے قتل کرنے کا پلان بنایا گیا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ چوہدری جب تک زندہ ہے وہ ہر صورت میں وار کرے گا۔ چوہدری کا کینہ ابھی تک ختم نہیں ہوا۔ روز روز کی بک بک کا فیصلہ ہونا چاہیئے، ملک صاحب! پھر پروفیسر آج چوہدری کا تیا پانچا ہو جائے۔ بالکل میں یہ اطلاع اسی غرض سے یہاں لایا ہوں لیکن میری آمد کی اطلاع کسی کو نہیں ہونی چاہیئے۔ بہت ڈرا کل ہو، جوابی کارروائی میں ہم دونوں شریک ہیں! ملک صاحب۔ تم فکر مت کرو میری سٹین گن بڑی وفادار ہے،میرا باپ ابھی کل مجھے خواب میں ملا تھا اس کے سارے کپڑے لہو لہان تھے وہ ابھی تک اپنا قصاص مانگتا ہے میں اسے چھلنی کر دوں گا۔ اور اس کے بعد، میں کل کے بارے میں نہیں سوچتا،میں چوبیس برس بعد پھر باڈر

کراس کر جاؤں گا، ہرنام سنگھ ابھی زندہ ہے، پچھلے برس وہ مجھے باڈر پر ملا تھا، اگر یہاں پکڑا گیا تو میرے پاس کافی دولت ہے اسے بطور ڈھال استعمال کروں گا، پروفیسر اپنی آزادی حاصل کرنے کے لئے قربانی اور جد وجہد کی ضرورت ہے، اگر میں زندہ بچ گیا تو تم میرے ساتھ شامل ہو سکتے ہو، ہم دونوں اپنی جارحیت جاری رکھیں گے! ملک صاحب میں چلتا ہوں، بہت کم وقت رہ گیا ہے، ہو سکتا ہے راستے میں مڈبھیڑ ہو جائے۔ باہر میری جیپ کھڑی ہے، ڈرائیور نہیں چھوڑ آتا ہے!

Scanned with CamScanner

(۱۸)

مجھے سوچنے اور فیصلے کے لئے صرف پانچ منٹ کی مہلت ہے، میری آنکھوں کے سامنے ہزار ہزار کینڈل پاور کے بلب پانچ منٹ کے لئے بجھا دیئے گئے ہیں لیکن ان کے بجھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوا، کیونکہ وہ میری آنکھوں کے اتنے قریب روشن تھے کہ روشنی کے باوجود تاریکی تھی۔ میری بینائی سلب ہو چکی ہے، میرا بدن میری ٹانگوں کے لئے بوجھ بن چکا ہے، میرے پیٹ میں اتنی ٹھوکریں ماری جا چکی ہیں کہ ساری آنتیں لہو لہان ہو چکی ہیں، دماغ میں چونٹیاں اُبل رہی ہیں، خوف اور تھکن ——— وہ یہی دن ہے جس سے بچنے کے لئے چوہدری کی غلامی قبول کی تھی۔ میں اسی لمحے سے خائف تھا، میں اسی پرانی آسیب زدہ عمارت سے خائف تھا، میں بچپن میں اکثر اپنے ہم جماعتوں کے ساتھ اس تاریخی عمارت کو دیکھنے آتا اور سوچتا کہ بادشاہوں نے اپنی رہائش کے لئے کتنے آسیب تعمیر کئے تھے، جب میں گائیڈ سے پوچھتا: پرانے زمانے میں قیدیوں کو کہاں محبوس کیا جاتا تھا، اس پر گائیڈ ہنس کر اشارہ کرتا: وہاں، میں اسے کہتا: مجھے وہاں لے چلو۔ وہاں کچھ بھی نہیں ہے، وہ مجھے ٹالنے کی کوشش کرتا: بچے تم وہاں کیا دیکھنا چاہتے ہو؟ میں پرانے قیدیوں کی چیخیں سننا چاہتا ہوں۔ بے وقوف بادشاہوں کے زمانے گزر چکے ہیں۔ لیکن یہ کمرے بند کیوں کر دیئے گئے ہیں؟ انہیں اب بھی استعمال کیا جاتا ہے؟ پھر جب میں کالج میں تھا تو ایک دن اس عمارت کو دیکھنے آیا تو ان کوٹھڑیوں کو دیکھنے کی کوشش کی، مجھے کسی نے اندر نہ جانے

دیا، پتہ چلا کر یہاں پوچھ گچھ کی جاتی ہے ۔ آج صبح میں جب کام کاج کے لیے جانے لگا تو دو نامعلوم اشخاص ایک ٹیکسی میں آئے اور اپنے شناختی کارڈ دکھا کر ٹیکسی میں بیٹھا کر مجھے لے گئے، میں نے راستے میں کہا: مجھے کہاں لے جایا جا رہا ہے؟ دونوں خاموش تھے۔ میں وہاں جانے سے پہلے اپنے ایک دوست کو اطلاع دینا چاہتا ہوں ۔ ان میں سے ایک نے جواب دیا: یہ ساری کارروائی صیغہ راز میں ہے ۔ لیکن مجھے کس پاداش میں لے جایا جا رہا ہے؟ میں نے ان دونوں کے درمیان ٹیکسی میں بیٹھے ہوئے تلملاتے ہوئے پوچھا ۔ ہمیں معلوم نہیں ہے ۔ میرا دل خوف سے بُری طرح دھڑک رہا تھا ہتھیلیاں اور تلوے بالکل ٹھنڈے اور پسینے سے شرابور تھے ۔ ایک دھچکے کے ساتھ ٹیکسی اس قدیمی عمارت کی فصیل کے پاس آکر رُک گئی، دونوں نے جلدی سے باہر نکل کر مجھے اشارہ کیا لیکن میری ٹانگیں بالکل سُن تھیں اور خوف سے انڈرویر کا اگلا حصہ پیشاب کے قطروں سے تر ہو چکا تھا، میں ٹیکسی میں بیٹھا مسحور بت کی طرح رحم طلب آنکھوں سے انہیں دیکھ رہا تھا ۔ یہ وہی دن ہے یہ وہی دن ہے جس کے وجود سے میں نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں، میری حفاظتی دیواریں گر چکی ہیں، میرے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے، چوہدری مجھے بلیک میل کرتا رہا ہے ۔ دونوں کے قدم ایک ہی ترتیب سے آگے بڑھ رہے ہیں اور میں ان کے درمیان ایک زندہ لاش کی طرح ساتھ دینے پر مجبور ہوں ۔ اردگرد اس قدیمی عمارت کے کھنڈر مجھے مایوسی سے دیکھ رہے تھے، دونوں چلتے چلتے ایک عجیب سی سیڑھی کے دامن میں رک گئے ہیں، ان میں سے ایک نے اشارہ کر کے کہا تھا: اوپر چڑھ جاؤ وہاں تمہارا انتظار کیا جا رہا ہے ۔ اس کے بعد پلک جھپکتے ہی وہ اس پُرپیچ عمارت کے کھنڈروں میں معدوم ہو گئے جیسے زمین نے انہیں نگل لیا ہو ۔ میں ان عجیب د

غریب سیڑھیوں پر چڑھتا گیا ہر سیڑھی اتنی اونچی تھی کہ اچک کر چڑھنا پڑتا ہے، بالکل سیدھی سیڑھیاں ہیں، ان کے دونوں طرف کوئی حفاظتی ریلنگ بھی نہیں ہے، پوری ایک سوایک سیڑھیاں ہیں، آخری سیڑھی پر کھڑے ہو کر ساری عمارت کا منظر نظر آتا ہے، سیڑھیوں کے دائیں بائیں کچھ کوٹھڑیاں تھیں جن کے چھوٹے چھوٹے طاقچوں میں سے بے شمار آنکھیں جھانک رہی ہیں، آخری سیڑھی کے آگے ایک بند دروازہ ہے جو میرے قدموں کی چاپ سے کھل گیا ہے اور ایک موٹا سا دھوتی پوش مونچھیل نمودار ہوا اور مجھے انتظار کرنے کی تلقین کر کے غائب ہو گیا ہے، میری طرف خستہ لکڑی کا دروازہ ہے جس کے اوپر سرخ رنگ کا بلب ہے، دروازے کے پیچھے سے بڑی دلدوز چیخیں بلند ہو رہی ہیں، کچھ دیر بعد قہقہوں کا شور بلند ہوا اور دروازے کے اوپر کا سرخ بلب روشن ہوا اور دروازہ کھل گیا ہے۔
بارہ بجنے میں ایک منٹ باقی ہے میری مہلت ختم ہونے میں بس ایک منٹ باقی ہے، میں نے کچھ بھی فیصلہ نہیں کیا اور اس مہلت کو ضائع کر دیا ہے، پہلے منٹ میرے ذہن نے بڑی تگ و دو کی کہ ان کو جھوٹی سچی اطلاع دے کر جان چھڑا لوں لیکن ...... اف ایک منٹ بھی جھٹ پٹ میں ختم ہو گیا ہے، کمرے کی سامنے کی دیوار میں لگے ہوئے سرخ بلب کا فلامنٹ بجلی کی سرخی سے کانپنے لگا ہے، یہ چھٹا یا ساتواں راونڈ ہے، ہر نصف گھنٹے کے بعد ہزار ہزار کینڈل پاور کے بلب بجھ جاتے ہیں اور سوال کرنے والا اپنے کاغذات کا پلندہ اٹھا کر چلا جاتا ہے، اس کی جگہ دوسرا نامعلوم شخص آ کر مجھ سے استفسارات کرتا ہے اور نصف گھنٹے تک مسلسل طرح طرح کے بے سروپا سوالات کرتا ہے۔ دھمکیاں، تشدد، وعدے اور لالچ تمام ذرائع استعمال کئے جا چکے ہیں، روشنیاں دیکھ دیکھ کے میری سوچنے کی قوت ختم ہو گئی ہے، میں ہر بات کا سوچے سمجھے بغیر جواب دے رہا ہوں، میرے

Scanned with CamScanner

ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں اور میری پشت کے پیچھے دیوار ہے سامنے ایک بھاری بھرکم میز رکھی ہوئی ہے اور اس پہ ایک عجیب وغریب قسم کا شکنجہ پڑا ہوا ہے۔ کچھ یاد آتا ہے کہ اس عمارت کے عجائب گھر میں مَیں نے بچپن میں اسی قسم کا شکنجہ دیکھا تھا جس کے نیچے جلی حروف میں لکھا تھا: کمپنی کے عہد میں اس شکنجے کو اذیت رسانی کے لئے استعمال کیا جاتا تھا، یہ وہی مشین معلوم ہوتی ہے لیکن یہ کمپنی کا عہد نہیں ہے، میں نے ایک دو مرتبہ سر جھٹک کر دیکھا ہے، کمپنی کے عہد میں بجلی کہاں تھی؟ میں کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا ہوں اور خوف کے بوجھ سے بستر سے اٹھا نہیں جاتا، مدد کے لئے کسی کو آواز دینے کی کوشش کرتا ہوں مگر وہ حلق میں اٹک کر رہ جاتی ہے، ہاتھ پاؤں اتنے بھاری ہو چکے ہیں کہ انہیں ہلانا ناممکن ہے۔ یہ خواب نہیں حقیقت ہے، یہ حقیقت ہے تو میں اس آسیب نما عمارت میں کیسے پہنچ گیا ہوں؟ یہ یقیناً کمپنی کی حکومت ہے، ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی شکست کی صورت میں ختم ہو چکی ہے۔ سُرخ بلب روشن ہو چکا ہے، دھڑام سے دروازہ کھلا ہے اور دو لمبی لمبی ٹانگیں اندر داخل ہوئی ہیں۔ روشنی کا سیلاب اتنا ہے کہ مجھے روشنی میں بھی ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آ رہا ہے، میں نے قدموں کی چاپ سے اندازہ لگایا ہے کہ اب نئی شفٹ شروع ہونے والی ہے، کمرے میں اتنی گرمی ہے کہ بدن کی ساری چربی پگھل کر پسینے کی صورت میں بہہ رہی ہے، گوشے میں لگے ہوئے کلاک نے بارہ صدیوں کو محصور کیا ہوا ہے، میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں ہیں مگر ہر طرف روشنی کی تاریکی ہے، اس کمرے کا کوئی دروازہ نہیں ہے، کوئی روشندان نہیں ہے۔ چاروں طرف عجیب وغریب آوازیں پھیلی ہوئی ہیں، گھر گھر کا شور سنائی دے رہا ہے، کوئی مووی کیمرہ چلا رہا ہے، سامنے بڑی بڑی روشنیاں جل رہی ہیں، کسی فلم کی شوٹنگ ہو رہی ہے، نہیں،

روزِ حشر آ پہنچا ہے ! اعمال ناموں کے بارے میں استفسارات کئے جانے والے ہیں، ہر طرف شور ہی شور ہے لیکن اس میں صورِ اسرافیل نہیں سنائی دی جا رہی۔ اگر یہ روزِ حشر ہے تو باقی لوگ کدھر ہیں ؟ صرف میرا انتخاب کیوں کیا گیا ہے ؟ میں کس کو جواب دے رہا ہوں ؟ روشنیوں کے پیچھے تاریکی میں بے شمار کاغذوں کی سرسراہٹ سنائی دے رہی ہے جیسے انبار میں سے کوئی کچھ تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہے، سارا کمرہ روشن ہے لیکن میرے لئے تاریک ہے۔ استفسار کرنے والا بار بار کھانس کر مجھے اپنی طرف متوجہ کر رہا ہے، میں ایک گھائل مصیبت زدہ کی طرح جسم ڈھیلا کئے ہوئے اس کی طرف سپاٹ چہرے سے دیکھ رہا ہوں :

پروفیسر تم میری آواز سن رہے ہو ؟

تم کونسی آواز ہو ؟ میں بہت سی آوازیں سن رہا ہوں۔

میں ایک آواز ہوں، اندھے ہو، مجھے دیکھ نہیں رہے ہو ؟

تمہیں یہاں میرے لئے بھیجا گیا ہے، اب سے کچھ دیر پہلے جو آواز تھی تم وہی ہو یا اس کا سایہ ؟

زیادہ مکر سے کام مت لو اور میری باتوں کا جواب دو !

میں باتوں کا جواب دے دے کر تنگ آ چکا ہوں !

تم ہر بات کا جواب دینے پر مجبور ہو، انکار کی صورت میں تشدد کیا جائے گا۔

میں جواب نہیں دوں گا مجھے آزاد کیا جائے، میں صبح سے ہر بات کا جواب دے چکا ہوں، تم صبح کے چھٹے آدمی یا آدمی کی آواز ہو، ایک ہی بات کو چھ چھ مرتبہ پوچھ چکے ہو اتنے کند ذہن ہو کہ ایک بات کو چھ مرتبہ سننے کے بعد بھی کورے کے کورے ہو، اف میرا سر دکھ رہا ہے سارا بدن شل ہو چکا ہے، یہ روشنیاں بند کرو ! میری شریانیں پھٹ جائیں گی، میرے پاس اگلنے کے لئے

اور کچھ نہیں ہے۔!

سچ بول کر تم رہائی حاصل کر سکتے ہو!

میرے پاس کوئی ایسا سچ نہیں ہے جسے میں چھپا سکوں۔

تمہیں مہلت دی گئی تھی!

کس بات کا فیصلہ؟ میں نے کچھ نہیں کیا میرے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا جا رہا ہے، میں انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس میں اس ایذا رسانی کے خلاف چارہ جوئی کروں گا، مجھے غیر قانونی طور پر حراست میں نہیں لیا جا سکتا۔

تمہیں ہمارے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے یہ ساری کارروائی خفیہ ہے اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں اکٹھا کیا جا سکتا۔

میں چھ مرتبہ چیخ چیخ کر پوچھ چکا ہوں کہ میرا جرم بتایا جائے؟

ہم سے بہتر تم اپنے جرم کے بارے میں جانتے ہو!

مجھے یہاں کیوں بلایا گیا ہے؟

تم خود یہاں آئے ہو

یہ غلط ہے، مجھے اغوا کیا گیا ہے۔

تمہیں ایک خاص مقصد کے لئے یہاں بلایا گیا ہے۔

اس مقصد کی وضاحت کی جائے اور مجھے رہا کیا جائے، میں چھ مرتبہ یہی واویلہ کر چکا ہوں، اوہ، کیوں نہیں سمجھتے کہ کسی وجہ کے بغیر ایک مدت سے میرا تعاقب کیا جا رہا ہے، ایک مدت سے میرے قول و فعل کی نگرانی کی جا رہی ہے، کس لئے؟ کس لئے؟ مجھے بھی بتایا جائے، میں نے تم لوگوں کے خوف سے بچنے کے لئے بہت بڑی قربانی دی ہے، میں امدادی بن چکا ہوں، یہاں چوہدری کو بلا کر پوچھا جائے، مجھے مکمل تحفظ دینے کا وعدہ کیا گیا تھا، میری

Scanned with CamScanner

سوانح عمری میں کون سا ایسا کارنامہ ہے جس کی بنا پر میں اس ساری کائنات کے لیے خطرے کا باعث ہوں؟ میرے ساتھ دغا کیا گیا ہے، تم لوگ مجھے تحفظ دینے کے اہل نہیں ہو.......!

وعدہ معاف گواہ زیادہ مشکوک ہوتا ہے اس کی دیکھ بھال زیادہ ضروری ہے۔ تم ناہید کو کب سے جانتے ہو؟

میں چھ مرتبہ بتا چکا ہوں، ہاں وہ میری دوست تھی، کیا دوستی جرم ہے؟

تمہارے اور اس کے تعلقات کس نوعیت کے ہیں؟

ذلیل کے بچے! ہائے ہائے ——————

اتوار کی رات بارہ بجے وہ تمہیں کیوں ملی تھی۔؟

پتہ نہیں۔

تم دونوں مشکوک ہو۔

میں اب مشکوک نہیں ہوں۔

تم ناہید کے خاوند فیض الرحمان کو کب سے جانتے ہو؟

میں نے اس کی شکل تک نہیں دیکھی، مجھے کیوں الجھایا جا رہا ہے، ہائے ہائے! بس کرو

تمہاری ایک مدت سے نگرانی کی جا رہی ہے؟

کیوں؟ کیوں؟ مجھے نیورمبرگ لے جایا جائے، ویت نام کے کٹہرے پر مقدمہ چلایا جائے، میرے خلاف الزامات بر ملا سنائے جائیں کہ نسلوں کو عبرت ہو، ہائے، یہ روشنیاں گل کر دو، میں سب کچھ بتا دوں گا، لیکن کیا بتاؤں؟ مجھے خود کچھ پتہ نہیں ہے،

اب راہِ راست پر آئے ہو! وہ سائیکلوسٹائل مشین کہاں ہے جس پہ اشتہار

چھاپ کر خفیہ طور پر تقسیم کیے گئے ؟
کیسے اشتہار ؟ کونسے اشتہار ؟
تمہارے شاگرد زاہد نے !
کون زاہد ؟ یہ سلسلہ بند کرو ، میں تمہیں واسطہ دیتا ہوں ، مجھ پر رحم کرو ،
ہر زیادتی کا نشانہ مجھے کیوں بنایا جا رہا ہے ؟ میں تمہاری فائلوں کا پیٹ کب
تک بھر سکتا ہوں ؟
یہ سلسلہ جاری رہے گا
یہ کس نے شروع کیا تھا ؟
اس کا ہمیں بھی پتہ نہیں ہے ، جب ہم آئے تھے یہ شروع ہو چکا تھا
میرا دماغ پھٹ چکا ہے ، ہائے
ہا ہا ہا
ہم بھولی بسری آوازیں ہیں
صدیوں سے ان کمروں اور تہہ خانوں میں آوارہ پھرتی ہیں ......
اف یہ آوازیں مجھے پاگل کر دیں گی ، یہ ٹیپ ریکارڈر چل رہا ہے ، جان بوجھ
کر یہ آوازیں مجھے سنائی جا رہی ہیں ، یہ آوازیں ابھی تک ان کمروں میں محفوظ کیسے
رہ گئی ہیں ؟ یہ سلسلہ کب ختم ہو گا ؟ کسی نے میری رسیاں کھول دی ہیں ،
غالباً مجھے آزاد کیا جا رہا ہے ، میں پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ میرے پاس کوئی راز
نہیں ہے یہ روشنیاں ابھی تک بجھائی نہیں گئیں ؟ میں کس راستے سے باہر نکلوں ؟
میری آنکھیں کھلی ہیں لیکن کچھ نظر نہیں آ رہا ہے ، میں نے دونوں آنکھوں کو
ہاتھوں سے ڈھانپ لیا ہے ، پاؤں اتنے بھاری ہو چکے ہیں کہ اٹھاتے ہوئے بھی
نہیں اٹھتے ، میں روشنیوں کی زد سے نکل کر سامنے کی دیوار کے قریب پہنچ گیا ہوں ،

Scanned with CamScanner

میری بینائی واپس آ رہی ہے ، دیوار کے ساتھ چند کرسیاں اور ایک میز کاغذوں کے انبار سے لدی پھندی ہے ، کرسی پہ ایک موٹا سا شخص بیٹھا ہے : اوہ بذات کے بچے تم ابھی تک میری حرکات کو غور سے دیکھ رہے ہو !

پروفیسر کرسی پر بیٹھو۔

تم کون ہو ؟

تمہیں اذیت دینے والا چلا گیا ہے ، میں وہ نہیں ہوں۔

پھر تم کون ہو ؟ کوئی نیا جال بچھا رہے ہو ، پانی ، پانی میں تھک گیا ہوں، میں گھر جانا چاہتا ہوں۔

یہ لو پانی ، تمہارے ساتھ ظلم کیا جا رہا ہے بلا وجہ تمہیں انٹروگیٹ کیا جا رہا ہے۔

تم میرے ہی خواہ کیوں ہو ؟

میں انٹرنیشنل ریڈ کراس کا نمائندہ ہوں۔ جہاں کہیں بھی جس کسی کے ساتھ ظلم ہوتا ہے میں بطور آبزور وہاں پہنچ جاتا ہوں۔

تم محض آبزرویشن ہی کرتے ہو یا کسی کی مدد بھی کرتے ہو ؟

امداد کا فیصلہ کوئی اور کرتا ہے۔

پھر تم ناکارہ شخص ہو۔

نہیں ، بعض دفعہ میں مدد بھی کرتا ہوں میرے کہنے پر تمہاری رسیاں کھولی گئیں ہیں۔

تم میری مدد کیوں کرنا چاہتے ہو ؟

اس لئے کہ تمہارے ساتھ ظلم ہوا ہے۔

میری انٹیروگیشن کا سلسلہ کب ختم ہوگا ؟ میرا بریک ڈاؤن ہو چکا ہے۔

Scanned with CamScanner

دراصل ہر آدمی کی انٹیروگیشن ضروری ہوتی ہے کیونکہ ہر شخص کے پاس کوئی نہ کوئی راز ہوتا ہے، یہ ضروری نہیں کہ وہ سیاسی ہو، اس کے پاس زندگی کے بارے میں بھی کوئی نہ کوئی راز ہوتا ہے، تمہیں اپنا بچاؤ کرنا چاہیئے۔

میں نے کیا کیا ہے کہ اپنا بچاؤ کروں ؟ ایک مدت سے میرے ساتھ ناانصافی کی جا رہی ہے، میرے لئے ہر طرف سزا ہے میرا صرف یہی جرم ہے کہ میں نے اپنی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کوشش کی، اب میں مصالحت کر چکا ہوں لیکن اس کے باوجود میرا پیچھا نہیں چھوڑا جا رہا، مخالفت یا دشمنی کا کوئی نہ کوئی محرک ہوتا ہے، میری کسی سے کوئی مخاصمت نہیں ہے اس کے باوجود زندگی میرے لئے موت سے بدتر ہو چکی ہے، مجھے دھمکیاں دی جا رہی ہیں، مجھے کیوں ضرورت سے زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے، زندگی میرے لئے کنسنٹریشن کیمپ بن چکی ہے، مصالحت کے باوجود مجھے دھوکا دیا گیا ہے اگر میں اتنا ہی خطرناک آدمی ہوں تو مجھے یا تو محصور کر دینا چاہیئے یا ملک بدر، میں اپنی نجات چاہتا ہوں . . . .

بس بس میں تمہارا موقف سمجھ گیا ہوں، میں تمہارے حق میں رپورٹ دوں گا، امید ہے کہ تمہیں سابقہ ملازمت بھی دوبارہ مل جائے گی۔

مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

تمہیں پاسپورٹ چاہیئے ہے۔

ہاں

تمہاری اور امداد بھی کی جا سکتی ہے، بشرطیکہ تم میرے کہنے پر چلو تم ہمارے لئے اندرون اور بیرونِ ملک کام کرو تمہارے سب مسائل حل ہو جائیں گے۔

تم کہنا کیا چاہتے ہو ؟

کچھ نہیں تمہیں کچھ علم ہے کہ آجکل ناہید کہاں ہے ؟

تم بھی وہی ہو جس کا مجھے شک تھا، میرا بریک ڈاؤن ہو چکا ہے دیکھا، میرے اندر سے کچھ نہیں نکلا، تم بھی ظالم ہو، تم نے اپنا خوف خود ہی ختم کر دیا ہے اب میں ہر تشدد کے لئے تیار ہوں، میں اب مفاہمت نہیں کروں گا کیونکہ تم اور تمہارا نظام مجھے تحفظ نہیں دے سکا، میں نے بہت کم داموں پہ اپنے آپ کو فروخت کیا تھا۔

نہیں، میں وہ نہیں ہوں۔

میں اب مخبر نہیں بنوں گا، میں مزید انسان دشمنی سے اپنے آپ کو آلودہ نہیں کروں گا۔

ہزار کینڈل پاور کے بلب پھر روشن ہو گئے ہیں اور مجھے پھر باندھ کر دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا گیا ہے، اب غالباً کوئی نیا شخص اس کرسی پر بیٹھ گیا ہے اور پھر سوالات کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے، میرا دہانہ جھاگ سے بھر گیا ہے اور زبان بالکل کھردری ہو چکی ہے، ذہن پر سکتہ طاری ہے اور میں سوچے سمجھے بغیر جواب دیتا جا رہا ہوں ..... اس وقت دن پوری طرح روشن نہیں ہوا تھا جب میں اس قدیمی تاریخی عمارت میں داخل ہوا تھا۔ اس وقت سورج غروب ہو چکا ہے، میرے دائیں بائیں اس عمارت کی فصیلیں پھیلی ہوئی ہیں، میں ادھ موئی لاش کی طرح سیڑھیوں سے اترتا ہوا اس جگہ کو پہچاننے کی کوشش کر رہا ہوں ....

Scanned with CamScanner

Librarian
Shibli Memorial Library
New Delhi-2

(۱۹)

میں بہت دنوں کے بعد ایک لڑکھڑاہٹ کے ساتھ بستر سے اٹھا ہوں، کہا گیا ہے کہ کئی مرتبہ احمد اور چوہدری کے ہرکارے مجھے بلانے کے لئے آئے، لیکن میری خستہ حالت کے پیشِ نظر کوئی پیغام دیئے بغیر چلے گئے۔ تشخیص کی گئی ہے کہ میرے اعصاب شکستہ ہیں اور مجھے خون کی سرکولیشن کو تیز تر کرنے والی اشیاء سے منع کیا گیا ہے، مجھے آب و ہوا کی تبدیلی کا مشورہ بھی دیا گیا ہے۔ لیکن آب و ہوا میں کیسی تبدیلی؟ اس منطقے میں تو مسموم ہوا پھیلی ہوئی ہے، پھر جدھر جاؤں گا یہ ذہن بھی تو ساتھ جائے گا۔ حالات بڑی تیزی سے بدل رہے ہیں، دیکھتے دیکھتے درختوں کے پتے سبز ہو گئے ہیں، مجھے بھی اب ایک نئے روپ کی ضرورت ہے، میرے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے، یہ زندگی میری حفاظت کا اہتمام نہیں کر سکی، میں نے ایک خوف سے بچنے کے لئے دوسرے خوف کو دعوت دی، میں اب کچھ بھی نہیں ہوں۔ میرے ساتھ جو کچھ ہوا کسی نے بھی احتجاج نہ کیا، اخباروں کے اداریے خاموش رہے، میرا المیہ ایک شہید کا نہیں ایک ابن الوقت کا ہے اس لئے خود ترحمی کا شکار ہوں۔ میرے سیاسی نظریات نہ ہونے کے برابر ہیں، مجھے اس کا ملال ہے لیکن میں ملوث ہونا نہیں چاہتا کہ میں کسی کے لئے مزید حادثات کا شکار ہونے کا حوصلہ نہیں رکھتا۔ میں اب یہاں سے چلا جاؤں، بہت جلدی، اس مٹی نے مجھے عزت نہیں دی، اس معاشرے نے میری ہر حیثیت کو مشکوک بنا دیا اور پھر کسی نے میری تصدیق نہ کی کہ جو کچھ میرے ساتھ منسوب کیا جاتا رہا ہے وہ میرا نہیں

ہے، واقعات کی اتفاقی ترتیب کا نتیجہ ہے، مجھے جرائم کی تحویل میں دیگر زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا گیا ہے کہ میرا وجود میری بجائے ان کی حیثیت اور کارکردگی کی تصدیق کر سکے۔ خیر جو کچھ بھلا یا بُرا ہو وہ اب مجھ سے دور ہو چکا ہے۔ میں اب کسی نہ کسی طریقے سے پاسپورٹ حاصل کروں گا، چند دنوں میں کوثر کی شادی کا مسئلہ طے ہونے والا ہے، اس کے بعد کوئی مثبت قدم لوں گا تاکہ میں دوسروں کی اذیت سے بچ سکوں، اگر یہی میرا مقدر ہے تو پھر مجھے تیار ہو جانا چاہیے، بارہ گھنٹوں تک مجھ سے مسلسل پوچھ گچھ کی گئی، طرح طرح کے الزامات عائد کئے گئے، طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں لیکن کیوں؟ پل بھر کے لئے یہ خیال آتا ہے کہ یہ ایک طویل بھیانک خواب تھا جس کا اثر بدن کی تھکن میں محسوس کر سکتا ہوں، میرے پاس تو کوئی ایسا راز نہیں تھا جس کے لئے یہ زحمت اٹھائی جاتی، ہاں زاہد میرا شاگرد رہا ہے لیکن میں اس کے مفاد کے خلاف کچھ بھی نہیں کروں گا، وہ میرا پسندیدہ شاگرد تھا، شروع میں ایک دو مرتبہ میرے گھر بھی آیا، پھر کالج سے ناطہ ٹوٹنے کے بعد وہ بھی کچھ لاتعلق ہو گیا۔ ان بارہ گھنٹوں نے مجھے نئی بشارت دی ہے، اب میں کوئی دباؤ قبول نہیں کروں گا، اپنے لئے ایک نیا راستہ تلاش کروں گا، اس کے سوا میرے لئے ہر جگہ موت ہی موت ہے جسے میں بخوشی قبول نہیں کرنا چاہتا کہ یہ ناگزیر ہے۔ میں اس وقت تک پابند تھا جب میں اطاعت پر مجبور تھا اور جب میں نے اپنی اطاعت کی آخری حد محسوس کر لی ہے، اس لمحہ سے میں آزاد ہوں۔ میں انتقام لینا نہیں چاہتا کہ مہیب جنگوں کی داستانیں موجود ہیں لیکن اگر میری آزادی کو مجھ سے چھینا گیا تو ——— اوہ، میرے اندر تناؤ ہے، مجھے روحانیت کی طرف رجوع کرنا چاہیئے، کہتے ہیں شکتی انسان کے اندر ہوتی ہے، اسی سوچ میں ایک دفعہ میں نے اپنا

ایکسرے کرایا تو میں اس کا نیگیٹو دیکھ کر کھلکھلا کر ہنسنے لگا کہ میرے اندر جسمانی آرگنز اور فضلے کی بڑی آنت کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں نے آخر خوفزدہ ہوکر روحانیات اور شکتی سے منہ موڑ لیا تھا۔

میں ایک مرتبہ پھر تھکے ہوئے بدن کے ساتھ رینگتا رینگتا گلی میں آگیا ہوں۔ کوثر اور رضیہ چند مختصر سی غیر اہم باتیں کر کے چلی گئی تھیں، بعد میں کوثر میرے سرہانے کھانے کا ٹرے رکھ کر کچھ بات کرنا چاہتی تھی لیکن میں نے اسے اِدھر اُدھر کی باتوں میں ٹرخا دیا ہے، مجھے شک ہے کہ وہ میری زندگی سے واقف ہے۔ خیر، کوئی بات نہیں۔ رات کے دس بجے ہیں، سڑکیں حسبِ معمول سنسان ہیں، اردگرد کے منظر نامے میں کوئی قابلِ ذکر عنصر نہیں ہے وہی پھٹا ہوا آسمان، وہی دھواں، وہی بدہیئت مکان۔ فٹ پاتھ پر سامنے کی جانب سے لُوٹی کی مُبکل مارے کوئی میری سمت آرہا ہے، احمد معلوم ہوتا ہے، چال ڈھال اسی کی معلوم ہوتی ہے۔ احمد، احمد، میں نے مدہم آواز میں اسے پکارا ہے۔ پروفیسر، اچھا ہوا میں تمہاری طرف ہی آرہا تھا، طبیعت کیسی ہے؟ یہ سارا چکر میری سمجھ میں نہیں آیا، زیادتی کی گئی ہے، یار تمہارے بغیر سارا کام رُکا ہوا ہے، احمد نے ایک ہی سانس میں ڈھیر ساری باتیں میرے سامنے اگل دی ہیں۔ میرے ساتھ گھر چلو وہاں بیٹھ کر تفصیل سے باتیں کرتے ہیں۔ نہیں، احمد میں ایک ضروری کام سے چوہدری کی طرف جا رہا ہوں۔ تم وہاں مت جاؤ، وہ پچھلے چند دنوں سے بڑی بے صبری سے تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ میں تمہاری ساری باتوں کا جواب کل یا پرسوں دوں گا لیکن میں چوہدری کی طرف کیوں نہ جاؤں؟ تمہیں اور زیادہ الجھا دیا جائے گا وہاں تمہارے ایک شاگرد سے کچھ برآمد کیا جانا ہے، لیکن لڑکا بید ہٹ دھرم ہے ہر طرح کی سختی برداشت کر چکا ہے۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ تمہارا

اس میں کوئی ہاتھ تو نہیں ؟ احمد تم بھی مجھ پر شک کرتے ہو۔ لیکن پروفیسر تمہیں انٹروگیٹ کیوں کیا گیا ؟ بہرکیف فکرمت کرو، میں اس کا بندوبست بھی کرلوں گا، یہ کسی نے سازش کی ہے۔ میں سب کچھ جانتا ہوں میں غالباً قانونی چارہ جوئی کروں گا، کس کے خلاف کروگے ؟ دشمن سے نپٹنے کے لئے اور بھی بہت سے راستے ہیں، چلو میرے ساتھ کچھ کام کاج کی باتیں بھی کرنی ہیں، وہ بدبخت خواجہ کراچی شفٹ ہوگیا ہے، میں بالکل اکیلا ہوں، کب سے تمہیں کہہ رہا ہوں کہ امتحان دے ڈالو۔ احمد تم میرے مصیبت کے دوست ہو، میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گا لیکن فی الحال میں چند ہفتوں کے لئے اس چار دیواری میں قدم نہیں رکھوں گا ! جذباتی کیوں بن گئے ہو زندگی میں یہ باتیں ہوتی رہتی ہیں، گھر رہو گے تو کھاؤ گے کیا ؟ دیکھو، کچھ نہ کچھ، ہو کے رہے گا، میں بہت جلد فیصلے کرنے والا ہوں۔ اچھا، خدا حافظ !

رات دن کی طرح سفر کر رہی ہے اور میں رات کی طرف بڑھ رہا ہوں، دونوں کا سفر برابر جاری ہے، رات دن کو جنم دے کر نئی صداقتوں کی تصدیق کا قرینہ فراہم کرے گی، میں رات کے اندر اتر کر اسی تیرگی کو ڈھونڈوں گا جو میرا مقدر ہے کیونکہ روشنی اور وضاحت میرے لئے نہیں ہیں، یہ ان کا حصہ ہیں جو ایک ہی راستے پر استحکام سے سفر کرتے ہیں، جو ایک نصب العین کی تلاش میں رہتے ہیں، میرا نصب العین ابھی تک مجھ سے مخفی ہے، اگر صرف زندگی کو ہی بسر کرنا ہے تو پھر یہ کسی نہ کسی طریقے سے بسر ہو رہی ہے، اچھی یا بُری، پھر پچھتانے کا کوئی جواز نہیں۔ میں اپنے آپ سے پوچھتا ہوں : سب کچھ مجھے مل جائے، ثروت، استحکام، مرتبہ، ناموری، کیا پھر بھی مجھے رنجیدہ رہنا ہوگا ؟ بہت معقول سوال ہے، ان کے حصول کے بعد بھی رنجیدگی رہے تو پھر میرے مسائل اور ہیں، اور میں جس چیز کی تلاش میں ہوں وہ کچھ اور ہے،

Scanned with CamScanner

وضاحت ؟ یعنی میں اپنے آپ میں اور ارد گرد کی اشیا میں ایک منطقی ارتباط قائم کر سکوں ؟ اس پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ انسانی زندگی کا بیشتر حصہ غیر منطقی ہے، اس کے ماحول کی منطق کے تابع کرنا ایک نئے مجادے کو جنم دینا ہے جس کا میں بردست متحمل نہیں ہو سکتا اور ذہن بھی اس سوچ کے لئے آمادہ نہیں ہے، کیا میں اس مقصد سے پیچھے ہٹنے کی کوشش کر رہا ہوں جس کے اعلان کے لئے میں چوہدری کی موجودگی کو ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ اس وقت اپنے گھر پر ہوگا اڈے پر جانا بے سود ہے۔ آؤ، پروفیسر، کہاں چھپ گئے تھے ؟ چوہدری نے اپنی بیٹھک کا دروازہ کھولا ہے اور اندر سے دہسکی اور گرم ہوا کا ریلہ تیزی سے باہر نکلا ہے، بیٹھو بیٹھو پروفیسر تم اچھے آدمی ہو، لو یہ تم پیو۔ نہیں چوہدری صاحب میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ کوئی بات نہیں ٹھیک ہو جائے گی۔ میں نے زیادہ اصرار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ چوہدری صاحب میرے ساتھ بیحد زیادتی کی گئی ہے۔ ہاں مجھے پتہ چلا ہے تمہاری خاطر میں نے اوپر والوں سے جھگڑا بھی کیا ہے۔ میری خاطر ہاہاہا، میں پہلے ہی پیگ میں بہک گیا ہوں۔ ہاں تمہاری خاطر، تمہیں بلاوجہ الجھایا جا رہا ہے، میں نے کہا تھا کہ تم سے کچھ پوچھنا ہے تو میرے ذریعے پوچھا جائے، اصل میں اس لڑکی کا، کیا نام ہے اس سالی کا ؟ فون سے شروع ہوتا ہے، اس کا سیٹھ باپ بہت دباؤ ڈال رہا ہے، بہت پیسے خرچ کر رہا ہے .... نہ جانے کہاں دفعہ ہو گئی ہے ؟ اس کا خاوند بھی ہمیں مطلوب ہے کچھ سمگلنگ کچھ جاسوسی بس کچھ ملا جلا سا معاملہ تھا۔ لیکن میرا اس کے ساتھ کیا تعلق ہے ؟ کیوں بنتے ہو وہ تمہاری یار تھی اب بالکل لاپتہ ہے، نہ جانے اس نے خودکشی کر لی ہے، اغوا ہو گئی ہے، ملک چھوڑ گئی ہے، گئی کہاں ہے ؟ مجھے کیا پتہ، مجھے اس لئے بار بار بلایا جا رہا تھا۔ نہیں یار،

Scanned with CamScanner

لو تھوڑی سے اور پی لو - نہیں بس چوہدری صاحب، میں نے گلاس پر ہاتھ کی پشت رکھ دی ہے، چوہدری نے میرا ہاتھ کسی قدر سختی سے ایک طرف کر کے ڈبل پیگ بنا دیا ہے : لو میری جان یہ سکاچ ہے بڑی مشکل سے تیرے لئے منگوائی ہے - میں گومگو میں ہوں، اس کی بارُعب شکل نے مجھے پھر متاثر کیا ہے اور میں تمام تر اندرونی غصے اور انکار کے باوجود ایک چھوٹا سا گھونٹ لے کر گلاس میز پر رکھ دیا ہے، چوہدری صاحب مجھے پاسپورٹ چاہیئے ہے - مل جائے گا کیا جلدی ہے ؟ میں کسی کے ساتھ ملازمت کے لئے باہر جانا چاہتا ہوں - ہوہوہو یہاں گزر نہیں ہوتی میں تمہاری کتنی مرتبہ مدد کر چکا ہوں، لے دوں گا لے دوں گا، بس ذرا فارغ ہو جاؤں، پروفیسر سکاچ تیز ہے اوپر چڑھ رہی ہے، تمہارا گلاس ابھی تک اسی طرح ہے .... کس سوچ میں ڈوبے ہوئے ہو؟ یہی کہ میں نے آپ کے کہنے پر سب کچھ کیا لیکن اس کے باوجود ناجائز شراب کی پیٹیاں ابھی تک بھگت رہا ہوں، بارہ گھنٹوں نے مجھے زندگی اور موت کا فاصلہ بتایا - جذباتی کیوں ہوتے ہو سب ٹھیک ہو جائے گا، بھئی کل رات بارہ بجے پھر یہاں چلے آنا ایک بہت بڑا ریڈ ہے، بہت بڑا، اس کے بعد میں وہسکی سے توبہ کر لوں گا - کدھر جانا ہے ؟ ہا ہا ہا یہ کل رات بارہ بجے بتاؤں گا، پھر تمہیں پاسپورٹ بھی مل جائے گا تم نے جو کچھ کھویا وہ سب کچھ واپس دلوا دوں گا - چوہدری کا اضطراب بڑھتا جا رہا ہے اور اس نے اپنے لئے ایک اور پیگ بنایا ہے بس پروفیسر یہ آخری ہے پھر تم نے میرے ساتھ چلنا ہے -

کہاں ؟ اپنے دفتر - چوہدری صاحب بہت رات ہو چکی ہے، آپ نشے میں ہیں اور میں بھی - کوئی بات نہیں، یہ کہہ کر اس نے تہہ بند کس کر باندھا ہے اور لوٹی کی بگل مار کر لڑکھڑاتا ہوا کھڑا ہو گیا ہے - چلو تمہیں اس سے ملائیں،

Scanned with CamScanner

بڑا ضدی لڑکا ہے، تم ہی اسے سمجھاؤ، اوپر سے مجھ پر بیحد دباؤ ڈالا جا رہا ہے، برآمدگی نہ ہونے کی صورت میں مجھے معطل بھی کیا جا سکتا ہے، پروفیسر وہسکی بہت چڑھ گئی ہے ذرا چٹنی پکڑانا۔ چوہدری دروازے کا پٹ چھوڑ کر چٹنی کی بوتل کی طرف بڑھا ہے لیکن چکراتا ہوا دھڑام سے صوفے پر گر گیا ہے۔ میں نے جان بوجھ کر اس کی کوئی مدد نہ کی ہے۔ اوہ، پروفیسر میرا سر چکرانے لگا ہے........ میں کیا کہہ رہا تھا، ہاں میرے بیوی بچے ہیں، اتنی نوکری کے بعد........ چوہدری بے چینی سے صوفے کی پشت پر سر مار رہا ہے اور اس کا چہرہ پسینے سے شرابور ہے، ٹھوڑی سے چٹنی چاٹنے کے بعد اس کی طبیعت سنبھلی ہے۔ ہاں یار پروفیسر تم اچھے آدمی ہو اٹھو، تمہیں اسے سمجھاؤ، انکار کی صورت میں اس کی خیر نہیں ہے، میں یہ برآمدگی اس پر ڈال دوں گا، معاملہ رفع دفع ہو جائے گا چوہدری صاحب، ابھی تک میرا معاملہ رفع دفع نہیں ہوا۔ تم بہت باتونی ہو پروفیسر۔ چوہدری صاحب مجھے پاسپورٹ چاہیے ہے، یہ میرے کاغذات ہیں، ان کی تصدیق کی جانی ہے۔ انہیں اپنے پاس رکھو، پرسوں کچھ کریں گے۔ نہیں ہرگز نہیں، میرے کاغذات کل ہی تصدیق ہونے چاہئیں۔ کیا بات ہے؟ رعب دیتے ہو۔ اٹھو کیا نام ہے اس لڑکے کا، ہاں، زاہد، اسے سمجھاؤ۔ نہیں، میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ اپنی خیر چاہتے ہو۔ نہیں یہ زاہد کا معاملہ ہے اس نے جو کچھ کیا ہے وہ اس کے لئے سچ ہے اور میں اس کی سچائی میں مداخلت کا کسی قسم کا حق نہیں رکھتا۔ اوئے خنزیر کے بچے۔ چوہدری زبان سنبھالو۔ کان کھول کر سنو ہاٹ ڈاٹ کے بچے میں قیامت تک تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ میں کچھ جواب دیئے بغیر اس کے کوارٹر سے باہر نکل گیا ہوں۔

Scanned with CamScanner

۲ر جون (خصوصی نامہ نگار) کل رات بستہ الف کے مشہور بدمعاش ملک مقبول نے پناہ گزینوں کے علاقہ کے انچارج چوہدری ...... کو شین گن سے ہلاک کر دیا! معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ متوفی نے ملک مقبول کے قمار خانے پر زبردست ریڈ کیا تھا، ملزم اندھا دھند فائرنگ کرنے کے بعد فرار ہو گیا، ابھی تک گرفتاری عمل میں نہیں لائی جا سکی۔

۳ر جون (سٹاف رپورٹر) چوہدری ...... کے مبینہ قاتل کی تلاش میں ہر جگہ چھاپے مارے جا رہے ہیں لیکن تا حال ملزم دستیاب نہیں ہوا۔

۴ر جون (خصوصی نامہ نگار) خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ چوہدری ...... کے مبینہ قاتل کو عنقریب گرفتار کر لیا جائے گا، اس قتل کا ثبوت بہم پہنچانے کے لئے خصوصی عملہ تعینات کیا گیا ہے، بہت سے مشتبہ افراد کو شامل تفتیش کیا جا رہا ہے، ترجمان نے مزید تفاصیل بتانے سے گریز کیا ہے۔

آج ۵ر جون ہے اور میں پچھلے تین چار دنوں سے خطرے اور خوف کے پیش نظر گھر سے باہر نہیں نکلا ہوں، اس واقعہ کے ردِ عمل سے بچنے کے لیے میں نے اپنے کمرے میں پناہ لی ہوئی ہے۔ گزشتہ تین دن سے میرے لئے سناٹا ہے، یہی سوچتا رہا ہوں کہ ...... یہ راز بہت جلدی افشا ہو جائے گا۔ اگر ملک مقبول پکڑا گیا تو پھر پھانسی کا تختہ! لیکن کسی کے پاس میرے

Scanned with CamScanner

خلاف کیا ثبوت ہو سکتا ہے ؟ وقوعہ کے وقت میں گھر پہ تھا، شیخ پان فروش کی دوکان سے میں نے ٹھیک بارہ بجے پان خریدا تھا چونکہ اس وقت ناقابل برداشت اضطراب تھا اس لئے میں نے وہسکی کا کوارٹر پی کر سونے کی کوشش کی تھی، گھر پہنچتے پہنچتے میں نے اپنے بارے میں شبہات کے سارے نقوش منہدم کر دیئے تھے۔ کوئی مجھ تک کیسے پہنچ سکتا ہے ؟ زیادہ سے زیادہ میں اور ملک مقبول اس واقعہ کے گواہ ہو سکتے ہیں، مجھے اپنے اوپر زیادہ شک ہے کہ کہیں خوف میں اس سازش کا اظہار نہ کر بیٹھوں، میں اتنا بے وقوف نہیں ہوں، میں اپنی حاصل کی ہوئی آزادی کو کس طرح منہدم کر سکتا ہوں ! انسان بڑے اہم راز سینے میں محفوظ رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے، میں اتنا ہی بودا ہوں کہ ایک چھوٹی سی بات کو ہضم بھی نہیں کر سکوں گا ؟ ہر فرد کا راز دوسرے سے مختلف ہوتا ہے، رازداری کے بغیر انسانی زندگی ناممکن ہے۔ رازداری کو دھوکہ دہی بھی کہا جا سکتا ہے یعنی کسی حقیقت یا واقعہ کو اپنی ذات تک اس طرح محفوظ رکھا جائے کہ دوسرے کو اس کی خبر نہ ہو، اس اعتبار سے تو رازداری بدیانتی ہے، کیونکہ واقعہ یا حقیقت کی خبر کو اپنے تک محدود رکھنا اور دوسرے کو اس سے محروم کر دینا ایک غیر اخلاقی نہیں غیر انسانی فعل ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسانی عمل اور تعمل کی بنیاد اسی غیر انسانی نفسیاتی کیفیت پر ہے، اخلاقیات اخلاقیات ! اُف، کیا انسانی زندگی سے اس تصور کو خارج نہیں کیا جا سکتا ؟ یہی لفظ یا تصور انسان کشی کا سب سے بڑھا محرک رہا ہے۔ باہر کوئی جیپ رکی ہے ؟ وہ مجھے لینے آ گئے ہیں، میرے خلاف دستاویزات مکمل ہو چکی ہیں، مجھے حوصلے سے کام لینا چاہیئے، وہ میرے ساتھ کیا کر سکتے ہیں ؟ جو کچھ کر سکتے ہیں میں اس کی جھلک دیکھ چکا ہوں، نہیں باہر کچھ نہیں ہے مجھے کمزور دیکھ کر اوہام غالب آ گئے ہیں۔ وہ اگر واقعی مجھے حراست میں لینا چاہتے ہیں تو تاخیر

کیوں کر رہے ہیں ؟ انہیں اب صحیح تفتیش کا حق حاصل ہے! رفیق بے گناہ تھا، اس کے ارتکاب قتل نے مجھے بیحد پریشان کیا تھا، لیکن میں اس بذات چوہدری کے معاملے میں حق بجانب ہوں۔ میں نے ایک ٹیکنیکل غلطی کی ہے: چوہدری کے قتل کے بعد مجھے حسب معمول کام پر جانا چاہیئے تھا، اگر کوئی کسی شک کا اظہار بھی کرتا تو مجھے میکانکی لاتعلقی سے کام لینا چاہیئے تھا، آج وہاں لوگ طرح طرح کے شبہات کا اظہار کریں گے کہ دفوعہ کے بعد تین چار دن تک میں کہاں چھپا رہا ؟ آج باہر نکلنے کے لئے حالات سازگار نہیں ہیں، واقعات میرے خلاف مرتب ہو رہے ہیں، چوہدری اس ریڈ میں مجھے شامل کرنا چاہتا تھا، ان حالات میں میری خاموشی زیادہ مشتبہ تھی، ملک مقبول کے پاس اس رات ایک طوائف لیٹی ہوئی تھی وہ میرے خلاف سب بڑا ثبوت ہے، میں اس صورتِ حال سے فرار نہیں ہو سکتا، میری زندگی کا پہلا باب ختم ہو چکا ہے میں نے اپنی آزادی حاصل کر لی ہے، ناہید کا معاملہ بھی کچھ ٹھپ سا ہو گیا ہے، وہ ابھی تک لاپتہ ہے، وہ مجھے دوبارہ نہیں بلائیں گے، یہ میں کیسے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اب میری نگرانی نہیں کی جائے گی ؟ میرے ماضی کا ریکارڈ تو اسی طرح موجود ہے جو ایک مرتبہ مشتبہ اور ناپسندیدہ قرار دیا جائے اس کی تلافی نہیں کی جا سکتی ہے، امید ہے کاتبین کے قلم خشک ہو چکے ہوں گے۔ میں کون سے ایسے کام کرتا ہوں جو امن عامہ کے لئے خطرے کا باعث ہیں ؟ آجکل ہر ایک جلوس جلسے میں شامل ہو رہا ہے لیکن میں نے اس سے بھی گریز کیا ہے۔ ابھی تک میں نے اس آزادی کا مفہوم متعین نہیں کیا۔ کس مقصدیت کے بغیر آزادی کا احساس محض انارکی ہے۔ کیا زندگی کسی مقصدیت کے بغیر بسر کی جا سکتی ہے ؟ ہر فرد اپنے لئے زندگی کا مقصد وضع کرتا ہے، زندگی میں اپنی جد و جہد کا اسلوب متعین کرتا

Scanned with CamScanner

ہے، مستقبل کے لئے متفکر رہنا، انسان کتنی چھوٹی چھوٹی خواہشات کا مرکب ہے! یہ خواہشات اتنی ہی بے مقصد ہیں، میں نے انسانی ہلاکت کے ذریعے اس مقصد کے لئے آزادی حاصل کی ہے کہ میں حسب منشا اور کسی خارجی دباؤ کے بغیر زندگی بسر کر سکوں۔ لیکن کیا یہ ممکن ہے؟ انسان کی خصلت تو دباؤ کے ذریعے کامیابی حاصل کرنے کا وصف رکھتی ہے، خارجی دباؤ زندگی کو ایک خاص نہج پر چلنے پر مجبور کرتا ہے فرض محال میں اس یورش سے کسی حد تک بچ جاتا ہوں لیکن کیا میں اپنے اندرونی دباؤ سے نجات حاصل کر سکتا ہوں؟ میں کئی محاذوں پر مصروف ہوں، میں جو کچھ سوچتا ہوں، جو کچھ میرے ساتھ بیت رہا ہے اور جو کچھ میرے اردگرد ہو رہا ہے، ان میں کوئی رابطہ نہیں ہے۔ میں نے تینوں کو ایک ہی کڑی میں پیوست کرنے کی کوشش کی ہے پر خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ اب میرے سفر کی تیسری منزل شروع ہونے والی ہے، میری برطرفی سے زندگی کی ایک منزل تمام ہوئی تھی، دوسری منزل چوہدری کے خاتمے کے ساتھ اختتام کو پہنچی ہے، ہر دو منزلوں کا سفر کچھ اتنا ہی بے سود ثابت ہوا ہے کہ سفر نہ کرنے کے برابر ہے، میں اس عرصہ میں نئے انسانی رشتے پیدا کرنے کی بجائے انقطاع میں مصروف رہا ہوں، ان کے ذریعے میں نے زندگی کا جو لمس محسوس کیا ہے وہ مجھے بحال کرنے کی بجائے منتشر کر رہا ہے۔ میری غلطی صرف اتنی ہے کہ میں نے اپنی بجائے دوسروں پر اعتماد کی کوشش کی ہے۔ میری نسل بیمار نسل ہے اس کے پاس سوچنے کے لئے کچھ نہیں ہے، یہ عہد زوال ہے، موجودہ سیاسی جدوجہد بھی اب مجھے ایک وقتی ردِ عمل محسوس ہو رہا ہے، کیونکہ جن بنیادوں پر تبدیلی کا نعرہ بلند کیا جا رہا ہے، وہ خود تبدیلی چاہتا ہے۔ اوہ، اب وقت آ پہنچا ہے کہ میں اپنے صدمات اور محرومیوں کو سیاہی چوس کی طرح اپنے اندر جذب کر لوں۔

Scanned with CamScanner

میں ابھی تک دوسروں کے لئے زندہ رہا ہوں، اب مجھے اپنی ذات کی حاکمیت قائم کرنی چاہیئے، اس لئے غیر ممالک کا سفر ضروری ہے، میں نے جو کچھ یہاں دیکھا ہے وہ بہت مکردہ ہے۔ کیا کہیں بھی انسان کے لئے عافیت نہیں ہے؟ مجھے یہاں کی مٹی راس نہیں آئی، عہدِ حاضر میں ہجرت کے لئے اجازت اور پاسپورٹ کی ضرورت ہے، مجھے یہ دونوں چیزیں نہیں مل سکتیں، کیا میرا سانس اتنا زہریلا ہے کہ دوسروں ملکوں کے ساحلوں پر قدم رکھتے ہی ساری آب و ہوا مسموم ہو جائے گی؟ میں ضرور باہر جاؤں گا، میں پاسپورٹ کے حصول کے لئے بنیادی حقوق کا مطالبہ کروں گا، اوہ، میں بھول گیا ہوں، یہاں تو بنیادی حقوق .... جب حقوق کے بغیر زندہ رہا جا سکتا ہے تو خوامخواہ پھڈا ڈالنے کی کیا ضرورت ہے؟

مجھے آج ہر صورت میں باہر نکلنا چاہیئے، میں وہ جگہ دیکھنا چاہتا ہوں جہاں چوہدری کو ہلاک کیا گیا تھا، یہ اقدام شبہے کا باعث ہو سکتا ہے، اوہ، میں بھول ہی گیا ہوں کہ پرسوں کوثر کی منگنی ہے اور مجھے اس کے لئے کچھ بندوبست کرنا ہے، ہر کام کے لئے خاص موڈ کی ضرورت ہوتی ہے زندگی کی یلغار آمادگی کی پرواہ کئے بغیر اپنے تسلسل کو جاری رکھتی ہے، اس وقت میرے دماغ پر کچھ اور مسلط ہے منگنی کا خیال نہ جانے کہاں سے دماغ میں گھس آیا ہے، کوثر کو ان حالات میں منگنی .....
وہ بھی اس منحوس زندگی سے فرار چاہتی ہے، امجد اور رشید بالکل لاتعلق ہو چکے ہیں، پچھلے دنوں کوثر نے رشید کو پانچ سو روپوں کے لئے لکھا تھا لیکن اس نے جواب دینے کی بجائے خاموشی اختیار کر لی ہے۔ ماں کہتی ہے کہ کوثر کے سسرال کھاتے پیتے لوگ ہیں، ان کے سامنے ہماری سبکی ہوگی، لے دے کر ایک مکان تھا وہ بھی نصف کرایے پر چڑھا ہوا ہے پرانا بوسیدہ فرنیچر اور معمولی کراکری اور سب سے بڑھ کر ایک بیمار اور نیم پاگل بہن ..... میری کہانی کا یہ کردار اتنا منجمد

Scanned with CamScanner

ہے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا انجام کیا ہوگا ؟ مجھے یقین ہے کہ کوثر کی شادی
کے دن وہ یقیناً ریل کے نیچے سر دے دے گی ، جو خود مرنا چاہتا ہو اس کی کوئی
حفاظت نہیں کر سکتا ۔ رضیہ کی روزانہ چیخیں اتنی بے اثر ہو چکی ہیں جیسے اس کی بیماری
اس گھر کی معمولات کا حصہ بن چکی ہے ، میرے اردگرد کی خانگی صورت حال کافی قنوطیت
کی حامل ہے ، یہ جون کی توں ہے میں ان تمام کی ذمہ داری لے چکا ہوں ۔ کل رضیہ
کو پھر ہسپتال داخل کرایا گیا تھا وہ نہ صرف خود عجیب و غریب بے بسی کی شکار
ہے بلکہ اردگرد کے لوگ تیمارداری اور ہسپتالوں کے چکر لگا لگا کر مضمحل ہو چکے ہیں اور
آخر میں رضیہ کی بیماری زندگی کا معمول بن گئی ہے ، بعض دفعہ میں جھنجھلا کر کہتا ہوں :
وہ ٹھیک ہو جائے یا مر جائے ! لیکن بیماری اس کی پیدا کردہ نہیں ہے ۔ کوثر کی
منگنی کے لئے احمد سے کچھ مانگ لوں گا ، کچھ سمجھ میں نہیں آتا ، ایک طرف میں احمد سے
کسی قدر گریز کرنے لگا ہوں ، شہادتوں کے سلسلے سے میں نے توبہ کر لی ہے ، دوسری
طرف یہ اخراجات ؟ میں سب کچھ چھوڑنا چاہتا ہوں لیکن یہ مجھے نہیں چھوڑتے ، یہ میری
آزادی کیسی ہے کہ میں خود مختاری کا احساس لئے ہوئے بھی پہلے سے زیادہ مجبور ہوں ۔
اوہ ! کوثر اندر آ جاؤ ، ہچکچا کیوں رہی ہو ؟ میرا خیال تھا آپ مطالعہ کر رہے تھے ۔
نہیں بس دیسے ہی ذرا تھکا ہوا تھا ، ہاں میں نے تمہاری منگنی کی شاپنگ کے لئے
ایک ہزار روپے کا بندوبست کر لیا ہے باقی بعد میں ۔ بھائی جان میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رک
کیوں گئی ہو ، کیا بات ہے ؟ میں نے شادی کا ارادہ ترک کر دیا ہے ! کیوں ؟
بس حالات کے پیش نظر ، حالات تو ایسے ہی رہیں گے میری وجہ سے کوئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
لیکن میں بے قصور ہوں ، میں نے تمہارے انتخاب میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا
نہیں کی ، میں رضیہ کے معاملے میں بھی بے گناہ ہوں اور یہ سارے الزامات ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ کیا ان کا بوجھ پہلے ہی کم ہے ؟ بھائی جان ٹریجک ہیرو بننے کی کوشش نہ

نہ کریں۔ وقت بہت جلدی بدل جاتا ہے، میں نے شادی کا فیصلہ سب کو اس دلدل سے باہر نکالنے کے لئے کیا تھا، سلیم نے آپ کی ملازمت کا بندوبست بھی کر لیا تھا۔ لیکن اس کے والدین نے جب ہماری فیملی کے بارے میں پتہ کیا کہ ہم سب کون ہیں۔

تو آپ کی مصروفیات ....! کیا مطلب؟ کیسی مصروفیات؟ کسی کو میری ذاتی زندگی میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے! معاشرے میں رہ کر بھائی جان کسی کی کوئی ذاتی زندگی نہیں ہوتی، میں سب کچھ آپ کے بارے میں جانتی ہوں، میں خاموش بھی اور رہنا چاہتی تھی کہ اس میں مصلحت تھی لیکن اب پانی سر سے گزر چکا ہے۔ خاموش رہو، کوثر میں جو کچھ کر رہا ہوں سب کچھ تم لوگوں کی بحالی کے لئے ہے، وہ امجد، وہ رشید سب کدھر سما گئے؟ میں تم لوگوں کی بدنامی کا باعث ہوں، ہاں میں اپنی بدنامی کا بھی باعث ہوں کہ میں نے تم لوگوں کے وجود کو اپنی ذمہ داری کے طور پر قبول کیا تھا، میں اس کے لئے بھی شرمندہ ہوں۔ میں اپنے ناکارہ پن کے لئے بھی شرمندہ ہوں، اور آج کے بعد میں ایک اور سفر پہ روانہ ہوتا ہوں! میں تہیہ کر چکا ہوں، تم لوگ مجھے چھوڑ دو، ہم سب کی عافیت اسی میں ہے۔

Scanned with CamScanner

(۲۱)

وقفِ مسلسل میں سے تین دن اور منہا ہوگئے ہیں اور میں اپنے فیصلے پر قائم ہوں، موجودہ صورتحال میں چند چھوٹی چھوٹی ناگواریاں درپیش ہیں، میرا کمرہ مجھ سے چھن چکا ہے، میز، کتابیں، رسالے اور ان کے درمیان پھیلا ہوا ایک بے ترتیب ماضی، الجھی ہوئی سوچیں، وہ منصوبے جو ذہن سے پرواز کرکے اس کمرے میں چمگادڑ کی طرح منڈلاتے اور میں سہم کر ان کے ساتھ ساتھ نظریں گھوماتا کہ یہ کتنے خطرناک ہیں! یہ کمرہ میری پناہ گاہ تھی، لوگوں سے اور اپنے آپ سے چھپنے کی، چلو خیر جہاں اتنا کچھ چھن گیا ہے اس کمرے کے کھو جانے سے کیا فرق پڑتا ہے، لیکن یہ کھولی جس کی چارپائی پر لیٹا ہوا اپنے آپ کو مجتمع کر رہا ہوں بالکل میری طرح برہنہ ہے، جگہ جگہ سے فرش ٹوٹا ہوا ہے، میری شخصیت کا پول بھی کھل گیا ہے، میں اپنی طرف سے بیحد احتیاط کرتا تھا لیکن ماں، کوثر، رضیہ یہ سب کے سب میری نگرانی پر معمور تھے، وہ کنکھیوں سے میری حرکات و سکنات کا مسلسل جائزہ لے رہے تھے، میں اس مراقبت سے بے اعتنا تھا، اگر انہیں میرے بارے میں سب کچھ پتہ ہی تھا تو پھر مجھے بتا کر چکنا چور کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کچھ ہی بھرم رکھ لیا ہوتا، یہ شرارت اس کے منگیتر سلیم کی معلوم ہوتی ہے، اس نے کالج سے میرے بارے میں تفصیلات اکٹھی کی ہوں گی، کوثر اپنا بہتر مستقبل چاہتی تھی یا مجھے اس قصر سے باہر نکالنے کی خواہشمند تھی، سب کچھ اتنا گڈمڈ ہو چکا ہے کہ سچ اور جھوٹ کے درمیانی فاصلے دکھائی نہیں دیتے،

میں ہر ایک چیز سے ، ہر بات سے ، ہر واقعہ سے منحرف ہوتا جا رہا ہوں ، میرے اس نئے سفر کا قرینہ کیا ہے ؟ میں شہادتوں سے تائب ہو چکا ہوں ، درخواست نویسی اور اس سے متعلقہ دیگر امور کو سرانجام دینا نہیں چاہتا ، میں نے کسی حد تک احمد کو انکار کر دیا ہے ، چوہدری کی قید سے آزاد ہو چکا ہوں ، لیکن کوئی اور چوہدری میری تاک میں تو نہیں ہے ؟ چوہدری ایک ادارہ ہے ، فرد نہیں ہے ، اوہ ، مجھے تلاش کیا جا رہا ہو گا ، پانچ چھ دن گزر چکے ہیں ، میں کب تک اس راز کو اپنے سینے میں مدفون رکھوں گا ؟ میں نے یہ جرم ایک سازش اور منصوبے کے تحت کیا ہے ، کئی مرتبہ خواب میں چوہدری کی تڑپتی ہوئی لاش کو دیکھ چکا ہوں ، موت کے بعد بھی بدبخت کا سایہ میرا تعاقب کر رہا ہے ، میں ایک دلدل سے نکل کر دوسری دلدل میں دھنس گیا ہوں ، میں واقعی گریک ٹریجک ہیرو ہوں ، یہ کائناتی نظام میرے خاتمے پر تُلا ہوا ہے ، میری منطق کے مطابق کوئی شخص منحوس یا مبارک نہیں ہوتا اس کے باوجود میں اپنی بدقسمتی کا کوئی عقلی جواز مہیا نہیں کر سکا ، یہ خرابی مجھ میں ہے یا اس نظام میں ہے جس کا تمام تر ابتذال میری ذات میں مجتمع ہو گیا ہے ؟ یہ دور منحوس ہے ، اس کی ہر تدبیر انسانی ہلاکت کا شگون لئے ہوئے ہے ، نہیں ، میں منحوس ہوں میری وجہ سے رعنیہ کی زندگی تباہ ہوئی ، میری وجہ سے کوثر کو ٹکا سا جواب مل گیا تھا ، دونوں معاملات میں میری صداقت کا منہ کھٹا ہوا ہے ۔ یہ حقیقت ہے کہ میں مخبر اور جھوٹا گواہ ہوں ، یہ بھی درست ہے کہ میرا تعلق ملزموں اور مجرموں سے ہے ، میرے بارے میں جو بھی کہا جائے وہ درست ہے ، میں مخبر ہوں ! میں ٹاؤٹ ہوں ! کیا یہ دونوں پیشے نہیں ہیں ؟ میرے علاوہ اور بھی لوگ حقیقت اور انسانیت کا منہ کالا کرتے ہیں ، انسان کو انسان کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں ، اوہ ، میرا راستہ موت ہے ! مجھے انسانوں سے نفرت ہوتی جا رہی ہے ، یہ درست ہے کہ انسان اپنے لئے زندہ رہتا ہے لیکن انسانوں کے درمیان اور ان کے

Scanned with CamScanner

ذریعے زندہ رہتا ہے، میں کس کے لئے اور کس کے ذریعے زندہ رہوں ؟ محض ضد کے طور پر زندہ رہنا حماقت ہے ......!

اس کھولی نما گھر میں بند ہوئے تیسرا دن ہے، سارے بدن میں تناؤ اور تھکن اتنی کہ باہر نکلنے کے بارے میں قتل کے شبہات قوی بلکہ یقینی ہو چکے ہوں گے۔ اس چار دیواری سے میری مسلسل غیر حاضری اور گھر سے فرار بے شمار افواہوں کو جنم دے چکا ہے، ملک مقبول اس مرتبہ باوڑ آسانی سے کر اس نہیں کر سکے گا، گرفتاری کی صورت میں وہ ہرگز میرا نام نہیں لے گا۔ نہیں اب بچاؤ کرنا بے سود ہے، مجھے اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دینا چاہیئے، لیکن کس قانون کے حوالے ؟ تاہم میں سزا کا مستحق ہوں، نہیں سزا میری اصلاح نہیں کر سکتی۔ میں خود ترا حمی کا شکار ہوں، اپنی بے بسی میں لذت محسوس کرتا ہوں، گھر کو الوداع کہنے کا تجربہ کچھ اس قسم کا تھا کہ سارے بدن میں سنسنی سی پھیل گئی تھی، میں ہر روز گھر سے باہر اس خیال سے نکلتا کہ شام کو گھر واپس آنا ہے لیکن اس رات جب میں گھر سے باہر نکلا تو یوں محسوس ہوا کہ میں نے اس گھر کو نہیں ایک مخصوص زندگی کو خیر باد کہا ہے، میں چوروں کی طرح دبے پاؤں ایک تھیلہ لئے ہوئے باہر نکلا تھا اور کچھ سوچے سمجھے بغیر آگے بڑھتا گیا، کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کہاں شب بسری کروں ؟ پہلے ذہن میں ایک طرح کی خود اعتمادی تھی کہ میں بیس سال سے اس شہر میں رہ رہا ہوں کسی کے گھر سو سکتا ہوں، جب چلتے چلتے بہت تھک گیا تو پھر سوچا کدھر جاؤں ؟ کوئی مسکن، کوئی جائے پناہ نظر نہ آئی، میں نے جی بھر کر شہر کو گالیاں دیں کہ اس منحوس شہر میں سختی ہی سختی ہے، تحفظ نہیں ہے یہ صرف اسی کو رزق دیتا ہے جسے رزق کی ضرورت نہیں، یہ ناانصافی کا شہر ہے، یہ شہر خود اپنے وجود سے پریشان ہے، مجھے کیا تحفظ دے گا ! ایک باغ کے بینچ پر سونے کی کوشش کی مگر وہاں سے اٹھا دیا گیا، میں نے احتجاج کے طور پر مضافات کا رخ

Scanned with CamScanner

گیا، چلتا گیا، ایک مضافاتی بستی میں سورج نے آلیا اور بڑی تگ و دو کے بعد ایک نیم پختہ مکان کا ایک کمرہ پندرہ روپے ماہوار پر مل گیا، چارپائی عارضی طور پر مالک مکان نے دے دی، اپنے تھیلے کی کل کائنات کو کمرے میں سجایا اور پھر رات کے انتظار میں بوسیدہ سے کمرے کی کڑیاں گننے لگا، وہاں پر مکڑی دیکھی، رابرٹ بروس کی بے مغز کہانی یاد آگئی اور میں نے انسانی دانش کو حقارت سے رد کر دیا کیونکہ مجھے نئی دانش کی ضرورت نہیں تھی۔

شکر دوپہر ہے اور کمرہ تمازت سے دوزخ بنا ہوا ہے، صبح سے سوچ رہا ہوں کہ باہر نکلوں لیکن اعصاب بے چین ہیں اور سر اتنا بوجھل ہے کہ کندھوں کے لئے بوجھ بنا ہوا ہے۔ یہاں سے شہر پیدل جانا کوئی آسان کام نہیں ہے، پورے پانچ میل کا فاصلہ ہے، راستے میں سواری کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ میں اندر آ سکتا ہوں۔ کون ہو تم؟ میرا پیچھا چھوڑ دو! مالک مکان، اللہ وسایا .... اندر آ جاؤ۔ مسٹر کیا بات ہے؟ میں بڑی دیر سے دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا تم کچھ بیمار معلوم ہوتے ہو، اپنے آپ سے باتیں کر رہے تھے! محلے کا حکیم بڑا سیانا ہے اسے نبض دکھاؤ۔ آپ کو پیشگی کرایہ چاہیئے ہے یہ لیں پندرہ روپے، میری طبیعت ٹھیک نہیں میں خاموش رہنا چاہتا ہوں۔ تم معاملے کے کھرے معلوم ہوتے ہو، کیا کام کرتے ہو؟ کچھ نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تمہارے گھر والے کہاں ہیں؟ جہنم میں ہیں۔ یار اتنے گرم کیوں ہوتے ہو، میں بڑے کام کا آدمی ہوں۔ تم کام کیا کرتے ہو؟ میں لوگوں کو اس بستی میں پناہ دیتا ہوں۔ کن لوگوں کو؟ جو بے گناہ ہوں، نہ جانے اس بستی کو چوروں کی بستی کیوں کہا جاتا ہے؟ تم بے گناہ ہو؟ ہاں مجھ پر دو قتلوں کا الزام لگایا گیا تھا پر میں بری ہو گیا تھا۔ اس علاقے کے انچارج کو تمہاری اطلاع ہے؟ ہاں، لیکن تم کوئی مفرور ہو؟ کچھ کہہ نہیں سکتا اپنا مفرور ہوں یا کسی اور کا مجھے

اکیلا چھوڑ دو۔ واہ بھئی واہ گھبرا کیوں گئے ہو؟ میں چلتا ہوں، کرایہ ذرا باقاعدگی سے دینا، دارو کی ضرورت ہو تو اپنی بھٹی چلتی ہے۔

یہ جہنمی شخص دفعہ ہو گیا ہے، مجھ سے بھید لینا چاہتا تھا کہ میں کون ہوں یہاں کس مقصد سے آیا ہوں؟ اسے میرے حلیے اور طرزِ گفتگو پر شک گزرا تھا۔ اوہ، میں اتفاق سے اس بدنام بستی میں آنکلا ہوں، کیا پتہ تھا یہ دھتکارے ہوؤں کی پناہ گاہ ہے، یہ محض اتفاق ہے، اللہ وسایا مالک مکان کے کہنے کے مطابق یہ بستی ہمیشہ آباد رہتی ہے ایک چلا جاتا ہے تو دوسرا آ جاتا ہے۔

۳ بجے سہ پہر، اس قدر گرمی اور تھکن ہے کہ سارا وجود مضمحل ہو چکا ہے، میرے پہنچتے پہنچتے اس چار دیواری کا کاروبار سرد پڑ چکا ہے، میں اس وقت کنٹین کی چوبی کرسی پر بیٹھا ادھر ادھر احمد کو تلاش کر رہا ہوں۔ منشیوں کا اڈا بھی سنسان ہو چکا ہے۔ ۲ بجے چھٹی ہوتی ہے، گرمی کے پیش نظر تمام کے تمام گھروں کو چلے گئے ہیں، پھر بھی چار دیواری کے صحن میں اکا دکا کالا کوٹ گھومتا ہوا نظر آتا ہے، بوڑھا خاکروب گھسے ہوئے جھاڑو کے ساتھ صحن میں دن بھر کی پھیلی کثافت کو ایک جگہ جمع کر رہا ہے، سامنے کی سڑک پر عمارت کی بغل سے گھوں گھوں کرتی ہوئی کالے رنگ کی آہنی دروازوں اور دیواروں والی لاری نمودار ہوئی ہے، لاری کی آہنی دیواروں کے اوپر لوہے کی جالیوں کے پیچھے بے شمار چپکے ہوئے چہرے فحش گانے گاتے ہوئے، ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہوئے، لاری کی آہنی دیواروں کا ڈھولک بجاتے ہوئے پاس سے گزرے ہیں، تعجب ہے کہ اس لاری میں انسانوں کو بندروں کی طرح کیوں بند کیا جاتا ہے؟ کئی مرتبہ خواہش ہوئی کہ میں بھی اس میں بند ہو کر جالیوں کے پیچھے سے سڑکوں کو دیکھوں، مجھے اب اس طفلانہ خواہش پہ ہنسی آتی ہے!

پروفیسر تم نے بھی کمال کیا ہے، میں کئی دنوں سے تمہیں تلاش کر رہا ہوں تم نہ جانے کہاں غائب ہو گئے ہو، یہاں اکیلے گرمی میں بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ کچھ نہیں احمد۔ بات کیا ہے؟ تم نے گھر کیوں چھوڑ دیا ہے؟ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ پتہ چلا ہے تم چوروں کی بستی میں چلے گئے ہو! تمہیں کیسا پتہ ہے؟ ہا ہا مان گئے نا، عجب احمق ہو، وہ رہنے کی جگہ ہے، تم اللہ وسایا کے کمرے میں رہ رہے ہو۔ تم علم نجوم کے ماہر معلوم ہوتے ہو۔ تم اللہ وسایا کو نہیں جانتے، پرانا رسہ گیر ہے، وہ مخبر ہے اس نے بستی میں تمہاری آمد کی اطلاع اپنے علاقے کے انچارج کو دی تھی، کل میں ایک کام کے سلسلے میں اس کے پاس گیا تھا کہنے لگا تمہارا یار پروفیسر اب نئے علاقے میں کسی واردات کی غرض سے رہنے لگا ہے۔ ان خنزیروں کو ہر شخص مشکوک اور واردات کرنے والا دکھائی دیتا ہے اور جو واردات کرنے والے ہیں وہ نظر نہیں آتے، کیا مجھے یہ حق حاصل نہیں ہے کہ میں جہاں چاہوں رہوں! تم میرے گھر آجاؤ۔ نہیں، شکریہ، میں اکیلا رہنا چاہتا ہوں۔ یار کیا بات ہے، بہت اکھڑے ہوئے معلوم ہوتے ہو، تمہاری صحت گرتی جا رہی ہے کچھ اپنی طرف توجہ کرو، تم اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہو۔ نہیں کوئی خاص بات نہیں۔ یار دیکھو چوہدری کا بیڑا ہو گیا۔ خس کم جہاں پاک! میرا خیال ہے احمد کافی لوگوں کو اس سلسلے میں شاملِ تفتیش کیا گیا ہو گا؟ بڑی مار دھاڑ ہوئی ہے، اچھا ہوا، وہ ختم ہوا، وہ ختم ہوا، تمہارے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہوا تھا تمہارے ذریعے اپنا الو سیدھا کرتا رہا ہے۔ اس سلسلے میں مجھ پر تو شک نہیں کیا گیا؟ تمہارا اس قتل سے کیا تعلق ہے؟ نہیں میرا مطلب ہے کہ میں چوہدری کے کافی قریب تھا، ہو سکتا ہے ......؟ میں نے سنا ہے کہ جعفر تمہیں خوامخواہ ملوث کرنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن کل صبح ملک مقبول کی گرفتاری کے بعد تم پر شک کی گنجائش نہیں

رہی، میرا خیال ہے وہ تم سے بدلہ لینا چاہتا ہے! ملک مقبول پکڑا گیا ہے! ہاں، فکر کی کوئی بات نہیں، جو کچھ ہوا میں سنبھال لوں گا۔ فرض کرو کہ مجھ پر یہ الزام لگایا جائے کہ میں نے ملک مقبول کو قتل کے لئے اشتعال دلایا تھا...... اسے ثابت کرنا بہت مشکل ہے، چھوڑو تم کس چکر میں پڑ گئے ہو۔ یار ایک سکیم ذہن میں آئی ہے، تمہیں پتہ ہے کہ آجکل کام مندا ہے۔ ہاں بالکل ٹھپ ہوتا جا رہا ہے۔ تمہارے ملک مقبول سے کیسے تعلقات ہیں؟ بس واجبی سے ہیں۔ کیا تم اسے بچانے کی کوشش کرو گے؟ ہاں، بس کام بن گیا تمہارے ذریعے یہ کیس ہمیں مل سکتا ہے، ملک موٹی آسامی ہے دس ہزار اس سے فیس طے کریں گے، گواہوں کو میں سنبھال لوں گا۔ تمہارا ذہن انسان کا نہیں شیطان کا ہے صرف موقعے کی تلاش میں رہتے ہو۔ آجکل پیسے کی بڑی کڑکی ہے، فاقہ مستی ہے۔ تم میرے پاسپورٹ کا بندوبست کر سکتے ہو؟ کر سکتا ہوں لیکن تمہارے معاملے میں کس قدر دقت ہو گی، ہاں، مال لگانے سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ سنو، چوہدری کے قتل میں پبلک کا واحد گواہ جعفر ہے۔ یار وہ پہلے ہی کافی بدنام ہے اس کی شہادت پر کون یقین کرے گا؟ خصوصی حالات میں اس کے بیان پر یقین کیا جا سکتا ہے تم یہ بحث کیوں کرتے ہو ہمیں اپنے کام سے غرض ہونی چاہیے، جعفر کے خلاف تمہاری طرف سے اقدام قتل کا پرچہ درج ہے، آج وہ لگ گیا ہے، جعفر سے میں بات چیت کر لیتا ہوں وہ ادھر بیٹھ جائے تم ادھر منحرف ہو جاؤ، ہی ہی...... کیسی سکیم ہے؟ اس سے جو پیسہ ملے گا اس میں سے تمہارا پاسپورٹ بھی خریدا جا سکتا ہے۔ احمد! احمد! تم سازشی ہو؟ تم مجھے اس طرح ختم کر دو گے۔ میں نے تمہیں مجبور نہیں کیا تھا تم نے خود ہی میرے ساتھ کام میں شرکت کا اعلان کیا تھا! تم دراصل سوچتے بہت ہو اور میں بغیر سوچے کام کرتا ہوں میں کامیاب ہو جاتا ہوں اور تم سوچتے ہی رہ جاتے ہو،

Scanned with CamScanner

بیوقوف نہ بنو تم نے اگر ملک چھوڑنے کا فیصلہ ہی کر لیا ہے تو اس فیس سے تمہاری ٹکٹ بھی خریدی جا سکتی ہے، اس میں بے ایمانی کیا ہے ؟ میں تمہیں یہ بتلانے والا تھا کہ میں اب کبھی شہادت نہیں دوں گا اس سے تمہاری آمدنی کم ضرور ہو جائے گی، یہ تمہاری مرضی ہے مجھے ساتھ رکھو .... جناب نے یہ فیصلہ کب کیا ؟ فیصلہ بُرا نہیں، میں نے محسوس کیا ہے کہ اب تمہارے بیانوں کی ساکھ بھی کم ہوتی جا رہی ہے، یہ تو اور بھی ...... یعنی میرے سچ نما جھوٹ کی قلعی کھل رہی ہے، فرض کرو میں تمہاری اس سکیم سے انکار کر دوں ؟ ۔ پھر تم سے بڑا بیوقوف کون ہو سکتا ہے جو رزق کی تلاش میں رزق کو دھتکارتا ہے۔ ملک میرا محسن ہے اس سے یہ سودا ...... اس نے تمہارے کہنے پر قتل نہیں کیا اس نے اپنے باپ کا بدلہ لیا ہے، سوچ لو۔ ہاں میں اس کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ اچھا پھر سوچ کر مجھے بتاؤ میں جلدی میں ہوں، چھوٹا بچہ بیمار ہے اسے ڈاکٹر کے پاس لے جانا ہے۔

احمد مجھے چھوڑ دو، کہاں تک مجھے لے جاؤ گے، مجھے ترغیب مت دو، میں تھک چکا ہوں ...... کنٹین کے نوکر نے چائے کے برتن دھو کر کنٹین بند کرنے کا اعلان کیا ہے، میں کرسی سے اٹھ کر کچھ فاصلے پر باغیچے کے زردی مائل گھاس پر درخت کے نیچے دونوں گھٹنوں کو سر میں لے کر سورج کے غروب ہونے کا انتظار کرنے لگا ہوں اتنی تپش میں پانچ میل کا سفر مجھے پیس کر رکھ دے گا۔ احمد قتل سے پیدا شدہ صورتحال سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے، اس نے ہمیشہ مجھے استعمال کیا ہے لیکن وہ واحد شخص ہے جس نے ایک اعتبار سے میری ہر طرح مدد کی ہے، میں ملک مقبول کو کیسے بلیک میل کر سکتا ہوں اس کے ذریعے میں نے آزادی حاصل کی ہے، وہ میرا محسن ہے، میں کسی قسم کی سودے بازی کئے بغیر اس کی مدد کروں گا، لیکن

پاسپورٹ اور ٹکٹ کے لیے رقم کہاں سے لوں گا ؟ ملک مقبول کے بری ہونے پر اس سے مانگ لوں گا ، لیکن اس کی رہائی ایک بہت ہی طویل معاملہ ہے ، ہو سکتا ہے جعفر اپنے طور پر ملک مقبول سے سودے بازی کرلے ، یہ موقع ہاتھ سے نکل جائے گا ۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں جعفر کے خلاف شہادت نہیں دوں گا ، اس نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی ہیں عفو کے ذریعے اسے نادم کروں گا ، میں اپنے عہد پر بدستور قائم ہوں میں نے اپنی ضروریات اور اپنے درمیان عہد کی یہ کمان رکھ لی ہے کہ میں اب کبھی جھوٹی شہادت نہیں دوں گا ، بہت ہو چکی ہیں نے بو روپ دھارا ہے اسے اپنے اندر رچا نہیں سکا ، میں جو کچھ ہوں اور جو کچھ میں نے بننے کی کوشش کی اس کے درمیان جو خلیج رہی میں نہ تو اسے سمجھ سکا اور نہ اسے پُر کر سکا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں اب بالکل آزاد ہوں کھلے آسمان کی طرح اس بادل کے ٹکڑے کی طرح میں نے مجبوری اور مفاہمت کی رسی کاٹ دی ہے ، مجھے اب کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے ، اب میں اپنے لئے زندگی بسر کر سکتا ہوں ، اوہ کتنی مسرت کا مقام ہے ، اب مجھ کو کسی سے گلہ نہیں ہوگا ، آزاد ہوں ! آزاد ہوں ! میں نے اپنا حق واپس چھین لیا ہے ، البتہ تھوڑی سی قباحت ضرور پیدا ہوگئی ہے ، میں ایک سال سے زائد کا عرصہ انسانی جہنم میں بسر کر چکا ہوں ، ابھی تک میں خود کفیل نہیں ہوا ، کمانے کا مسئلہ جوں کا توں رہا ہے ، میرے لیے یہ عبوری دور ہے ، میں زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتا ، میں زندگی کی دوڑ میں پہلے ہی کافی پیچھے رہ گیا ہوں ، یوں محسوس ہوتا ہے کہ میری آزادی افسردگی کا تخم لئے ہوئے ہے ، میرے اندر افسردگی اور بے دلی کیوں جنم لے رہی ہے ؟ یہ آزادی مجھے اکسا رہی ہے ، یہ بتدریج زندگی کی خواہش اور موت کے خوف دونوں کو ختم کر رہی ہے ، میری کامیابی کی منزل نزدیک آ رہی ہے ، مجھے آج دل بھر کر اللہ دسایا کی جھگی سے مٹکے میں الٹنی ہوئی

Scanned with CamScanner

شراب پینی چاہیئے کہ موت کو روک سکیں ۔

سورج ڈھل رہا ہے اس کے ساتھ ہی تمازت کا زور بھی سرنگوں ہو چکا ہے، مضمحل روشنی تیرگی میں قدم رکھ رہی ہے، میں نے آخری سگرٹ کا آخری کش لے کر بجھتے ہوئے سگرٹ کے مدھم شعلے کو بجھتے ہوئے سورج کیطرف اس خیال سے پھینک کر اٹھنے والا ہوں کہ آج میں اس ریستوراں میں اپنے پرانے حلیے میں جاکر اعلان کروں: ساکو! میں پھر آگیا ہوں، میں آزاد ہوں میرے پاس کچھ نہیں ہے، اس لئے میرا کچھ نہیں بگاڑا جا سکتا۔ بڑی مشکل سے میری ٹانگوں نے بدن کو سہارا دیا ہے۔ یہ کیسی آوازیں آرہی ہیں سامنے کے برآمدے کے پاس کوئی بھاگتا ہوا آیا ہے اور اس کے تعاقب میں کوئی اور شخص بھاگ رہا ہے، دونوں میں تکرار ہو رہی ہے، میں باغیچے میں سے اٹھ کر باہر نکلنے والا ہوں کہ ان نامعلوم اشخاص میں سے ایک نے چیخ کر کہا ہے: تمہیں مغالطہ ہوا ہے میں نے تمہاری بہن کو اغوا نہیں کیا، وہ خود ہی نکل آئی تھی ۔۔۔۔۔۔۔ بچاؤ، بچاؤ اس آواز نے چیخ کر مدد طلب کی ہے، میں جلدی سے ان دونوں کی طرف آگے بڑھا ہوں، ہائے ایک دلدوز چیخ بلند ہوئی ہے، اور میرے پہنچنے سے پہلے دوسرے نے پہلے کے سینے پر خنجر سے دو وار کئے ہیں تیسرا وار کرنے ہی لگا ہے کہ میں نے اسے پیچھے سے پکڑ لیا ہے، وہ مجھے دھکا دینے لگا ہے کہ اتنے میں چار دیواری میں متعین گارڈ رائفل اٹھائے ہوئے چیختا ہوا آرہا ہے: پکڑ لو! پکڑ لو! پلک جھپکتے ہی چار دیواری کے مرکزی دروازے سے کچھ راہی بھاگتے ہوئے اندر داخل ہوئے ہیں: کون قتل ہو گیا ہے؟ کس نے حملہ کیا ہے؟ یہ تڑپ رہا ہے! اسے ہسپتال لے چلو، نہیں پہلے رپورٹ درج کرائی جائے: یہ واقعہ کس نے دیکھا ہے؟ میں واردات کے بعد یہاں آیا ہوں، میں بھی دیر سے پہنچا ہوں، کسی نے

یہ واقعہ دیکھا ہے ؟ سب خاموش کیوں ہیں ؟ چار دیواری کے گارڈ نے باری باری سب سے پوچھا ہے ، سب آہستہ آہستہ کھسکنے کی کوشش میں ہیں ، میں نے یہ واقعہ دیکھا ہے ، میں نے چیخ کر کہا ہے ، میں واحد گواہ ہوں !

Scanned with CamScanner

(۲۲)

برسات کا حبس ناقابلِ برداشت ہے، چوروں کی بستی کے کچے اور نیم پختہ مکان سورج کی تپش سے جھلس رہے ہیں، بستی کے تمام درخت سانس روکے ہوئے ہیں۔ میری کھولی سے کچھ فاصلے پر گندے پانی کے جوہڑ سے گوبر اور پیشاب کی سڑاند اتنی تکلیف دے رہی ہے کہ سانس لینے کو بھی جی نہیں چاہتا، اس حبس سے نکلنے کی کوئی راہ دکھائی نہیں دیتی۔ تمازت کی شدت سے کھولی کی دیواریں میرے بدن کی طرح تپ رہی ہیں، چند دنوں سے بخار جسم کا لازمی جزو بن گیا ہے، دوپہر کو کھولی کے ساتھ بدن تپنا شروع ہو جاتا ہے اور رات تک تپتا رہتا ہے، میں نے اب بدن کے جسمانی ردِ عوامل کے بارے میں تشویش کا اظہار چھوڑ دیا ہے مجھے نہ بدن سے دلچسپی رہی ہے اور نہ اس کی بیماری سے کہ اس کا تعلق بدن سے ہے وہ خود ہی سہہ لے گا۔ میرا ذہن اب افق کے پار دور کسی انجانی سوچ میں گم رہتا ہے، یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں کسی اہم مسئلے کے بارے میں سوچ رہا ہوں، جب سوچتا ہوں کہ میں نے کیا سوچا ہے تو حیرت ہوتی ہے کہ میں نے کچھ نہیں سوچا۔ اس قدر سناٹا کیوں ہے؟ دور کہیں پن چکی کی آواز اور ہُد ہُد کی بھدی صدا تنہائی اور سناٹے کے احساس کو شدید کر رہی ہے۔ کچھ میلوں کے فاصلے پر شہر گرمی کے شدید چابک اپنے ننگے بدن پر سہہ رہا ہے، اس نے مجھے حرامی بچے کی طرح اگل کر پھینک دیا ہے اور میرے نسب سے منحرف ہے، میری صورتحال بے حد مایوس کن ہے، اس مایوسی سے اضطراب نے جنم لیا ہے، میں گرداب میں ہوں، چیزوں اور شکلوں کی ماہیت واضح نہیں

ہو پاتی، میں اس دلدل سے نکلنے کی جتنی کوشش کرتا ہوں اتنا ہی دھنستا جاتا ہوں، میں ہر معاملے میں ثنویت کا شکار ہوں، کبھی زندگی کو قبول کرتا ہوں کبھی اسے لایعنی مظاہر کا ایک سلسلہ سمجھتا ہوں، میرا ذہن کنفیوزڈ ہے، میں تحفظ کے نلسنے پر انسانیت کی تباہی کا خواہشمند تھا، میں نے ذاتی تحفظ کے پیش نظر مفاہمت اور عدم مفاہمت کے درمیانی راستے کو اختیار کیا اور جس کے نتیجے کے طور پر میں انسانیت سے دور ہوکر اپنی ضروریات اور خواہشات کے قریب تر ہوتا گیا، میں اپنی شخصیت کے مختلف کونوں کھدروں کو ایک مرکز پر مجتمع نہ کر سکا اور ایک ڈولتی ناؤ کی طرح کرنے اور نہ کرنے کے بھنور میں ڈولتا رہا، مجھے اپنے موجود وجود پر حیرت ہوتی ہے کہ میں وہی ہوں جو پہلے تھا، میرا ماضی ایک بچے کی طرح میری گود میں بیٹھا ہوا ہے یقین نہیں آتا یہ بچہ میں ہی ہوں۔

میرے ساتھ پیہم مذاق کیوں کیا جا رہا ہے؟ میرے اعتراف کو میری دیوانگی سمجھ کر رد کیا گیا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ میں مکر کر رہا ہوں، میں چال چل رہا ہوں، میں نے اپنے کردہ جرائم کو سزا کے حوالے کرنا چاہا مگر اسے قبول نہیں کیا گیا اور جو جرائم میں نے نہیں کئے ان کی سزا ابھی تک بھگت رہا ہوں! میں فیصلہ کر چکا ہوں، زندگی کو الوداع کہنے سے قبل اپنے جرائم اس دنیا میں چھوڑ کر جانا چاہتا ہوں مجھے احساس ہے کہ اگلے جہاں میں نیستی کے علاوہ کچھ نہیں ہے تاہم میں حیات بعد موت کو ایک معصوم کی طرح ملنا چاہتا ہوں، معاف کیجئے میرا اگلا جہاں لازماں لامکان حقیقتوں کا ہے جہاں میں نیستی کا جز بن جاؤں گا اور میرا بدن تقلیب کے تمام مادی مراحل طے کرے گا، یہ کیمیائی عمل میرے بدن کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا، یہ سب کچھ میرے ساتھ بیت رہا ہوگا لیکن میں موجود ہوتے ہوئے بھی نہیں ہوں گا، اس لئے میں اپنی تمام کمزوریوں اور کوتاہیوں کو بطور وراثت انسانوں کے لئے چھوڑنا چاہتا

Scanned with CamScanner

ہوں، میں انسان کی عظمت اور بلند بانگی سے منکر ہوں، زندگی کرنا بذات خود ایک صوفیانہ عمل ہے شعور ذات کے حصول کے بعد اسے معروضیت میں منتقل کرنے سے ہی اپنی ضروریات پر قابو پایا جا سکتا ہے، یہ درست ہے کہ ضروریات تمل سے جنم لیتی ہیں لیکن جب یہی ہوس کا عارضہ بن جائیں تو فرد دوسرے کے لئے ہلاکت کی تصویر بن جاتا ہے۔

میں اس صورتحال کو زیادہ دیر تک برداشت نہیں کر سکتا، میرا استحصال کیا گیا ہے، میں نے دوسروں کا استحصال کیا ہے میں اور دوسرے ایک ہی پس منظر سے نکلے تھے، ہماری شکلیں اور لباس ایک سے تھے اس کے باوجود ہم نے ایک دوسرے کو پسند نہ کیا، ہم دو پیاسے دشمنوں کی طرح ایک دوسرے کی شہ رگ کا لہو پیتے رہے، جب ہم نے ایک دوسرے سے مفاہمت بھی کی تو پھر بھی بھیس بدل کر ایک دوسرے پر وار کرتے رہے، میں نے شرافت اور ذلّت کے سب بھیس بدلے، اس کے باوجود میں وہ طمانیت حاصل نہ کر سکا جس کی مجھے آرزو تھی، میں بے نیل و مراد ایک مشتعل بھکاری کی طرح در بدر مارا پھرتا رہا ہوں، میں نے اپنے تحفظ کے لیے ہر قوت سے التجا کی لیکن میرے ساتھ ہر ایک نے دھوکا کر کے مجھے پیہم لرزے میں زندہ رہنے پر مجبور کیا ......!

مجھے کل سلیم کے خلاف شہادت کے لئے بلایا گیا ہے کہ میں اس امر کی توثیق کروں کہ اس نے ایمن کو قتل کیا ہے، میں نے تو اپنے ساتھ شہادت نہ دینے کا عہد کیا ہے اس کا مطلب ہے کہ میں پھر عہد شکنی پہ آمادہ ہوں، میں نے ابھی تک بنی نوعِ انسان کو نہیں بخشا، میں اپنے طبقاتی تعصب کے پیشِ نظر ایک متمول گھرانے کی تباہی چاہتا ہوں، نہیں، نہیں، میں انتقام لینا نہیں چاہتا ہوں، اگر مجھے زندگی کی کسی چیز میں دلچسپی نہیں تو میں پھر شہادت پر کیوں آمادہ ہوں؟ میں اپنا حلف کیوں توڑ رہا

Scanned with CamScanner

ہوں ؟ میری وجہ سے اس کی جان بچ سکتی ہے ، مجھے اپنے عہد پر اس کی زندگی کی خاطر کاربند رہنا چاہیئے ہیں نے جھوٹ اور مکر کے ذریعے اپنی پرورش کی ہے ، مجھے خاموش رہنا چاہیئے ، مجھے لالچ دیا جا رہا ہے ، میں اس کے ذریعے زندگی کی تمام ناآسودگی ختم کر سکتا ہوں ، یہ موقع غنیمت ہے ، میں نیا باب شروع کر سکتا ہوں ، میں ساری سختیاں بھول جاؤں گا ، یوں سمجھوں گا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے ، نہیں ، میں زندگی دوبارہ شروع کرنا نہیں چاہتا ، یہ اتنی ہی بے مغز ہوگی جتنی یہ ہے ۔ زندہ رہنے کا اسے حق ہے جو زندگی کے چلن میں کسی قسم کا مثبت اضافہ کر سکے ، میرے پاس کوئی ایسا نصب العین نہیں ہے جو زندگی کو منور کر سکے ، مَیں انارکی میں یقین رکھتا تھا میں انتشار اور تخریب کو نجات کا ذریعہ سمجھتا رہا ہوں ، انسان ہی انسان کی نجات بن سکتا ہے بشرطیکہ وہ انسانی اور نظریاتی رشتوں میں پیوست ہو ۔ یہ دروازہ کون کھٹکھٹا رہا ہے ؟ مجھ سے ملنے کی خواہش کسے ہو سکتی ہے ؟ یہ ہوا نہیں اور نہ ہی میرے کان بج رہے ہیں ، یقیناً کوئی ہے اور اندر آنے سے جھجک رہا ہے ، مجھے اپنے آپ کو کمیٹ لینا چاہیئے ، میری بکھری ہوئی سوچ دیکھ کر آنے والے کو میری حقیقت کا پتہ چل جائے گا کہ میں کیا ہوں ؟ میں اپنے آپ سے یہ حقیقت چھپاتا رہا ہوں اور دوسرے کو اس کے تعارف کا موقعہ کیسے دے سکتا ہوں ؟ جو کوئی بھی ہے ، ہوا ہے ، انسان ہے ، وہ اندر آ جائے ، تم دونوں کون ہو ؟ کمرے میں اندھیرا ہے مجھے شکلیں صاف دکھائی نہیں دے رہیں : بھائی میں کوثر ہوں ۔ بیٹے میں تمہاری ماں ہوں ہائے اللہ تمہیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے سانس پھول گیا ہے ۔ میں آپ کے پاؤں پکڑنے آئی ہوں خدا کا واسطہ ہے گھر واپس چلیں ۔ دیکھو بیٹے رضیہ بہت بیمار ہے وہ بار بار تمہیں بلا رہی ہے ، میں تم سے معافی مانگ لیتی ہوں تمہارے علاوہ ہمارا کون ہے ! بس کرو ماں ، کوثر تم میرے لئے کیوں سسکیاں لیتی ہو تم لوگ مجھ سے کیا

Scanned with CamScanner

چاہتے ہو؟ بیٹے کچھ نہیں بس گھر چلو ۔ کونسے گھر؟ بھائی جان اپنے گھر ۔ میرا کوئی گھر نہیں ہے میں ایک مفرور ہوں جو دیر سے مختلف جگہوں میں پناہیں ڈھونڈتا رہا ہوں ۔ نہیں بھائی جان آپ مفرور نہیں ہیں ۔ نہیں میں ٹاؤٹ ہوں، منشی ہوں، جھوٹا گواہ ہوں میری واپسی سے تم لوگوں کی بدنامی ہوگی ۔ بیٹے اپنی ماں کی بھی سنو ہمارے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے یہ ساری چال تمہارے ذلیل دوست احمد کی تھی وہ سلیم کے والدین کو آپ کے بارے میں گمنام چٹھیاں لکھتا تھا ۔ نہیں یہ بالکل غلط ہے احمد ایسا نہیں ہے، وہ میرا دوست ہے، مددگار ہے، اسے ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بھائی جان مجھے آپ کو بتاتے ہوئے بھی شرم آتی ہے، وہ صبح کالج جاتے ہوئے میرا کسی نہ کسی بہانے تعاقب کرتا تھا، بس سٹاپ پر آپ کے بارے میں کبھی کبھار پوچھتا بھی تھا، میں نے آپ کو اس کے بارے میں بتانا مناسب نہیں سمجھا، ایک دو مرتبہ سلیم امی سے ملنے آیا تو اس نے سلیم کو ہمارے گھر آنے کی وجہ بھی پوچھی ۔ نہیں یہ احمد نہیں ہو سکتا اسے کیا ضرورت تھی کہ وہ سلیم کو میرے خلاف اکساتا، تمہاری منگنی میں رکاوٹ پیدا کرتا؟ بیٹا یہ بات سمجھنے کی ہے وہ کمینہ اسی محلے میں پل کر جوان ہوا ہے، چلو گھر چلیں وہاں جا کر تفصیل سے بات کریں گے ۔ نہیں ماں، یہ میرا فیصلہ ہے میں یہیں رہوں گا ۔ لیکن کوثر اس کا سلیم سے رابطہ کیسے قائم ہوا؟ بتا تو چکی ہوں کہ سلیم سے ملا تھا، منگنی سے پہلے اس کے والدین نے ہم لوگوں کے بارے میں تفصیلات اکٹھی کیں تو اتفاق سے احمد سے ہی ان کا واسطہ پڑا ۔ اوہ حرام زادے احمد، یہ سچ ہے تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا، یقین نہیں آتا کہ احمد میرے ساتھ ایسا داؤ برت سکے ۔ اچھا، ہاں تم لوگ جاؤ مجھے کام سے ایک جگہ جانا ہے ۔ بھائی جان ہم سب یہاں سے چلیں گے دگرنہ ہم بھی سب یہیں رہیں گے ۔ اچھا تم لوگ جاؤ میں تین دنوں کے بعد آؤں گا، مجھے ایک دو بہت ضروری کام ہیں ۔ ہاں

Scanned with CamScanner

بیٹے بات یاد آئی سلیم بڑا نیک لڑکا ہے خوامخواہ اسے ایک مقدمے میں پھنسا دیا گیا ہے۔ بھائی جان آپ نے واقعہ تو دیکھا ہے کہ سلیم نے قتل نہیں کیا اس پر الزام ہے۔ ہا ہا میری پیاری بہن اور میری بیحد پیاری ماں میں سمجھ گیا ہوں کہ میرا گھر تمہیں کس نے بتایا ہے؟ احمد ترپ چال چل گیا ہے، سلیم ضمانت پر ہے، اور اس کا رابطہ سلیم سے ہے وہ اسے بلیک میل کر رہا ہے، پرسوں میری اس واقعہ کے بارے میں شہادت ہے، مجھے ترغیب دی جا رہی ہے کہ میں حقائق سے مکر جاؤں کہ ایک اچھا مستقبل میرے انتظار میں ہے، ہاں دولت اور سکون دونوں پر کشش ہیں لیکن میں ان کی کشش سے آزاد ہوں، میں ابھی تک نادیدہ واقعات کو چشم دید واقعات کے طور پر بیان کرتا رہا ہوں اور اب میں دیدہ واقعات کو نادیدہ کس طرح بنا دوں؟ مجھے پہلی مرتبہ صداقت کا اظہار کرنے دو۔ بھائی جان میں آپ کے پاؤں پکڑتی ہوں۔ کوثر اس نے ہم لوگوں کو دھتکار دیا تھا پھر بھی میں یہ شہادت انتقامی طور پر نہیں دینا چاہتا بلکہ سچ کو سچ کے طور پر بیان کرنا چاہتا ہوں۔ بھائی جان یہ صداقت ایک بڑی تباہی کا پیش خیمہ ہے۔ اُف میرا دماغ چکرا رہا ہے، میں مجبور ہوں، یہ کیسی آوازیں میرے کانوں پر دستک دے رہی ہیں؟ آنکھوں کے سامنے روشنیاں ہی روشنیاں ہیں میں مفاہمت نہیں کروں گا، یہ زوال کا عہد ہے، ترقی کے قدم رک گئے ہیں نئی دانش کی ضرورت ہے، یہ عصر تباہی کی طرف جا رہا ہے تم اسے کیوں نہیں بچاتے، اوہ تم نے ہی اسے قبر میں اتارا ہے! کوثر یہ الٹی پلٹی باتیں کرنے لگا ہے بخار دماغ کو چڑھ رہا ہے۔ انہیں یہاں سے اٹھا کر لے چلیں۔ تم دونوں مجھے اغوا کرنا چاہتی ہو، تم مجھے مارفیہ کے ذریعے سلانا چاہتی ہو کہ میں صداقت کا اظہار نہ کر سکوں، تم امپیریلسٹ ایجنٹس ہو، مجھے بہکانے کے لئے تمہیں بھیجا گیا ہے، تم نے چہروں پر ماسک پہنے ہوئے ہیں کہ مجھے دھوکا دیا جا سکے لیکن

Scanned with CamScanner

میں تمہارے ہتھے نہیں چڑھوں گا۔ بھائی جان میں ہاتھ جوڑتی ہوں آپ ہمارے ساتھ چلیں آپ کل جوجی میں آئے تھیں، آپ کو کیا ہوتا جا رہا ہے۔ اگر میرے خلاف انسینیٹی کی بلی لی گئی تو میں ساری دنیا کا راز فاش کر دوں گا، میں نے دیوانگی کے ذریعے جو کچھ دیکھا ہے اسے عقل و ہوش کے ذریعے نہیں دیکھا جا سکتا، ان سین ان سین، اگر میں پاگل ہوں تو مجھے کس طرح پتہ ہے کہ میں کیا ہوں اور کیا کرنے والا ہوں، مجھے پاگل بنانے کی کوشش کی گئی ہے، امپیریلسٹ فورسز نے مجھے میری ذات کے خلاف استعمال کیا ہے، میں زخمی ہو چکا ہوں اس کے باوجود میرے نرخرے میں غصہ چیخ رہا ہے، امپوٹنٹ رتج! میں تلافی نہیں کرنا چاہتا ہوں، موت کا قصاص موت.....! میں بھی قصاص ادا کرنے والا ہوں، میرا راستہ مت روکو، میری طمع کند ہو چکی ہے بس اپنی اور اردگرد میں موجود اشیاء کی تباہی کے ذریعے یہ واضح کرنا چاہتا ہوں۔ اُف، تم میری بہن ہو، تم میری ماں ہو، میں رحم کا طلبگار ہوں مجھے معاف کردو، میں صداقت کا گلا گھونٹنا چاہتا ہوں میں جھوٹ کا گلا گھونٹنا چاہتا ہوں کہ اس نظام زیست میں دونوں کی حیثیت ایک سی ہے.......۔

Scanned with CamScanner

(۴۳)

آج کی رات میرے حواس کے لئے اور اس کون و مکاں کے لئے آخری رات ہے ، اس کے بعد بہت سی راتیں اور بہت سے دن اس فضا میں تسلسل کے ساتھ ظاہر ہوتے رہیں گے مگر میں ان میں شرکت نہیں کر سکوں گا ، میں جو اس وقت اپنے حواس کی وجہ سے 'میں' ہوں نہ جانے کس مادی روپ کی دلیل بن جاؤں گا ، بارکلے کئی صدیوں سے مرچکا ہے مگر دنیا ابھی تک قائم ہے ، میں اس کا حامی نہیں ہوں البتہ اس پر یقین رکھتا ہوں کہ 'تو' 'میں' کی وجہ سے قائم نہیں ہے 'میں' 'تو' کے حوالے سے قائم ہے ، بے شک یہ موجودات قائم رہیں گے لیکن ان کے ادراک کا ایک زاویہ اس طرح معدوم ہوگا کہ اسے دوبارہ خلق نہیں کیا جاسکے گا ، آج کی رات اتنی تاریک ہے کہ شاید اس کے بعد کبھی اتنی تاریک نہ ہوگی ، آسمان پر ستارے ہیں لیکن وہ خشک دیئے کی طرح روشنی کی بجائے تاریکی کے احساس کو شدید کر رہے ہیں ، یہ رات تمام راتوں سے مختلف ہے کہ میں اس کے بعد کبھی اجالے کی صورت نہ دیکھوں گا ، مجھے اس سے کیا میرے بعد یہ جہاں ختم ہو جائے یا ساری انسانیت کھوہ کھاتے میں چلی جائے ، میرے جہنم کی جملہ واردات ختم ہو چکی ہیں میں اپنے عوامل میں اس طرح اسیر ہوں کہ ان سے باہر میرا کوئی وجود نہیں ہے ، یہ آخری رات میری ہست کی آخری شمع ہے ، میں بڑی شجاعت سے اس رات کا مقابلہ کر رہا ہوں کہ اس کے بعد کچھ نہیں ہے ! میں خوف مجبوری اور انتہائی گھبراہٹ سے ہرگز دوچار نہیں ہوں ، میرا موجودہ عمل ٹھنڈے

Scanned with CamScanner

ذہن کی سوچ اور زندگی سے عہدہ برآ ہونے کا فیصلہ ہے، میں جو کچھ کر رہا ہوں یا
جو کچھ کرنے والا ہوں وہ محض ایک فیصلے کی تکمیل ہے جو ہونا تھا وہ ہو چکا، جو
انتشار اور ابہام تھا وہ بادلوں کی طرح چھٹ گیا ہے، مجھے کھوئی ہوئی وضاحت
مل گئی ہے، زندگی میں پہلی مرتبہ مجھے اپنے اختیار کو استعمال کرنے کا موقعہ ملا ہے،
میں نے اس کے حصول کے لئے بڑی جد و جہد کی ہے۔ کچھ بھی ہو مجھے شکوہ کرنے
کا حق حاصل ہے، میں دوسروں سے اس حد تک شاکی ہوں کہ انہوں نے میری امید
کے سب راستے بند کر دیئے تھے، میں نے انہیں معاف کر دیا تھا لیکن غصیلی مفاہمت کا رویہ
اختیار کیا، میں نے تحفظ مانگا، مجھے دغا دیا گیا، میں نے زندگی مانگی، مجھے موت نما
زندگی دی گئی! وہ مجھ سے بے اعتنا ہوئے میں نے ان کو بھلا دیا ..... مجھ پر،
میری دیانت پر، شک کر کے مجھے تشدد اور بے حرمتی کے حوالے کیا گیا، میں نے
سب کچھ اس لئے قبول کیا کہ میں زندہ رہنا چاہتا تھا، پہلے مجھ پر شک کیا گیا پھر
میرے ذریعے دوسروں کو مشکوک بنایا گیا، میں خاموشی کا مجرم ہوں میری زندگی
ایک جھوٹی شہادت ہے! ایک جھوٹی تصدیق ہے! میں جھوٹ کو سچ اور سچ کو
جھوٹ کہتا رہا، میں نے شہروں کو بے اطمینانی اور اضطراب میں جلتے ہوئے دیکھا میں
نے حقوق کی بحالی میں لوگوں کو نشانہ بنتے ہوئے دیکھا، لیکن میں ان کی اور ان واقعات
کی شہادت نہ دے سکا، اُف، جرائم اتنے سنگین ہیں کہ نیورمبرگ کے تمام جنگی
مجرموں کی سزائیں میرے لیے ناکافی ہیں۔ میں آج کی رات بابا جمال کی جھگی میں رکھی
ہوئی ساری دیسی شراب کو پینا چاہتا ہوں کہ بدن کا ایک ایک بخیہ ادھڑ جائے اور
میں زماں و مکاں کی وسعتوں میں ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جاؤں، اور پھر اپنا پتہ نہ پاؤں،
اوہ، میں نے کس سنگدل دور میں جنم لیا ہے جو کسی حالت میں بھی عظمت کا حامل نہیں
ہے، یہ دور تباہی کا تماشائی ہے تفوق اور برتری کے جنون نے زندگی کو محشر کدہ بنا

Scanned with CamScanner

دیا ہے، کیا زندگی اتنی ہی ہیجانی اور ناقابلِ برداشت ہے یا یہ صرف میرا احساس ہے؟ نہیں، زندگی ان کے لیے پرامن ہے جو تصادم کی حقیقت سے گریزاں ہیں، جو موجود کو قبولیت کا درجہ دیتے ہیں اور میں موجود کی تبدیلی کے خواب دیکھتا رہا ہوں، میں نے اتنے خواب دیکھے ہیں کہ میں خود ایک بھیانک خواب بن گیا ہوں، جسے دہراتے ہوئے مجھے خود خوف آتا ہے، مجھے کامیابی اور تمول کا آخری موقعہ ملا تھا لیکن میں نے اسے جانے دیا ہے، میں اپنی تمام حسرتیں نکال سکتا تھا، میں اپنے خاندان کو بحال کر سکتا تھا یہی وہ لمحہ تھا جس کی خاطر میں نے ساری تربیت اور شعور منہدم کیا تھا اب نہ جانے کیوں میں نے اسے رد کر دیا ہے، میں نے تحفظ اور بقا کے لیے استحصالی قوتوں سے تعلق استوار کیا لیکن یہی محسوس ہوا کہ یہ قوتیں ہر ایک کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہی ہیں، میں نے دنیوی کامیابی کے لیے جو خلعت پہنی اس کے بوجھ تلے بڑبڑاتا رہا، میں نے اسی تحفظ کی خاطر پہلے اپنے آپ کو دغا دیا پھر ہر ایک کو دغا دیا، میرا انراج اور اس سے پیدا شدہ مایوسی اور خلش میری حماقت کا نتیجہ تھے، میں ایک خود مختار اور آزاد فعلیت کا حامل ہونے کی بجائے کٹھ پتلی کی طرح ناچ رہا تھا، یہ زندگی نہیں موت تھی! میں نے ایک سبق ضرور پڑھا کہ انسان دوستی کے رویے کی بجائے انسان کشی اور سفاکانہ رویہ کامیابی کا ضامن ہے، میرے اردگرد جتنے افراد اور واقعات رونما ہوئے تمام کے تمام خود غرضی انسانی خود غرضی کا نتیجہ تھے، میں جب معاشرتی افادیت سے عاری تھا تو ایک عضوِ معطل کی طرح تھا، جوں ہی واقعات میری افادیت بڑھاتے میری قیمت میں اضافہ ہو جاتا، مجھے یوں لگا کہ انسانی زندگی اسٹاک ایکسچینج کا ایک نرخ ہے، شاہد، حمید، لالہ، ناہید، کوثر، احمد سب کے سب ضرورت اور ضرورت سے پیدا شدہ کمینگی کا انسانی روپ ہیں!

میں اپنی زندگی کا تسلسل برقرار رکھ سکتا ہوں، بیماری اور اچانک کی موت میرا

راستہ نہیں روک سکتے، میں نے موت کے خوف پر غلبہ پا لیا ہے، موت سے زیادہ موت کا خوف حواس سلب کر لیتا ہے، موت کا خوف زندگی کے حوالے سے تقویت پکڑتا ہے، میں نے زندگی کو تج دیا ہے موت کا خوف مجھ پہ کیوں کر حاوی ہو سکتا ہے؟ خودکشی میرے طریق عمل کا لازمی اور منطقی نتیجہ ہے میں اسے بطور فرار استعمال نہیں کر رہا، نہ ہی اس کے پیچھے پناہ لینا چاہتا ہوں، اس سے بڑھ کر میری آزادی کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ میں نے مرنے کا فیصلہ کسی دباؤ کے بغیر کیا ہے! زمانِ مسلسل سے یہ قیمتی لمحہ چھین لیا ہے! زندگی لایعنیت کے احساس کے بعد شروع ہوتی ہے، اس نظامِ زیست میں فرد اس سے رابطہ استوار نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس سے متصادم ہو سکتا ہے، یہ تصادم ناگزیر طور اسی خلیج کو پیدا کرتا ہے جس کا میں شکار ہوں، اس صورتحال میں جب افعال کی آزادی نہ ہو جب انتخاب جبریت کے تحت ہو، زندگی گزارنا محض حماقت ہے، جو عوامل مجھ سے سرزد ہوئے اور جو شخصیت میں نے اپنے اوپر طاری کی میں اسے قبول کرتے ہوئے بھی نہ قبول کر سکا، میں نے جو کھیل رچایا وہ بے مغز تھا، میں اور میرے عوامل میں بُعد تھا اس لئے میں بستے ہوئے شہر میں بھی کٹی پتنگ کی طرح ڈولتا رہا، اس سے بڑھ کر اور حسرت کیا ہو سکتی ہے کہ میں کسی ایک فرد واحد سے بھی کسی قسم کا تعلق نہ پیدا کر سکا اور نتیجہ کے طور پر میری زندگی تنہائی اور دیوانگی کا ڈرامہ بن گئی، کچھ کہے سنے بغیر مجھ پر زباں بندی کی شرط عائید کی گئی، میں نے اشاروں کو گفتگو کا سلیقہ سکھایا لیکن انہیں مجذوب کی مہمل حرکات سمجھ کر نظر انداز کر دیا گیا، میں نے احتجاج کے طور پر خود کلامی کا صیغہ اختیار کیا، یہی سمجھا گیا کہ میں گونگا ہوں یا مجھے انشراح کا سلیقہ نہیں ہے، اوہ، میرا ذہن اتنا حساس کیوں ہو گیا ہے؟ بابا جمال کی دیسی شراب میں بارش کا پانی گھل گیا ہے اسی لئے یہ مجھ پر اثر نہیں کر رہی، میں نشے کے ذریعے عالم ہوش سے فرار حاصل نہیں کر رہا اور نہ ہی موت کے عذاب سے بچنے

Scanned with CamScanner

کی کوشش میں ہوں، میں شراب کے ذریعے اپنے زیادہ قریب آنا چاہتا ہوں کہ اپنی جہات کو پوری طرح دیکھ لوں، میں نے کس قدر چالاکی سے کام لیا ہے، میں نے قربت کے عمل میں اپنی ہلاکت کو بھی شامل کر لیا ہے کہ جب میں بالکل اپنے قریب ہو جاؤں گا تو یہ سیال مادہ میرے خلیوں سے تازہ ہوا کو چوس کر زہریلی بنا دے! اور میری خودشناسی ہلاکت کا عمل بن کر میرے جسدِ خاکی کو اس خاک میں منتقل کر دے گی جو اصل حقیقت ہے، یہ میرے جہنم کا انجام ہے! ہر ایک اپنا جہنم خود تعمیر کرتا ہے، یہ جہنم زندگی میں خواہش کے تسلسل کا جہنم ہے! یہ سیال مادہ میرے اندر ایک نئے احساسِ وجود کو جنم دے رہا ہے یہ معرفت جو مجھے حاصل ہوئی ہے میں اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں، میں نے اپنے آپ پر عبور حاصل کر کے موت اور زندگی دونوں کو لایعنی بنا دیا ہے، میں اپنا احتساب کر چکا ہوں، اپنی کوتاہیوں کو دوسروں کے ساتھ منسوب کرنے کی بجائے اب میں خود اس کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں، تمام مراحل سے گزرنے کے باوجود میں ابھی تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ میری آفرینش کی غایت کیا ہے؟ مجھے کس مقصد کی تکمیل کے لئے جہانِ وجود اختیار کرنے پر مجبور کیا گیا ہے؟ یہ سوال کافی پیچیدہ ہے اور میں سرِدست اس کا جواب مہیا نہیں کر سکتا، صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ وجود اختیار کرنا ایک ایسا حادثہ ہے جو میرے اختیار سے باہر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ میرا وجود میری آفرینش سے قبل جینز کی صورت میں موجود تھا، دو ایکس ایکس کے انطباق سے میں نے اپنا موجودہ وجود اختیار کیا، اس سارے عمل میں میری رضا کو کوئی دخل نہیں تھا، بلوغت کے بعد میں نے کہا: میں ہوں اور اس اقرار کے ساتھ ہی ساری کائنات میرے لئے معنویت کا لبادہ پہننے لگی، اب موت انقطاعِ حیات .... اگر میں طبعی موت کا راستہ اختیار کرتا تو یہ اتنا ہی مجبوری کا عمل ہوتا جتنی میری پیدائش، لیکن موجودہ حالت میں موت کا عمل اختیاری بن چکا ہے

Scanned with CamScanner

یہ میرا شخصی فعل ہے میرا کیا ہر شخص کا اتنا ہی شخصی فعل ہے جتنا کسی کا اپنی بیوی کے ساتھ جنسی تعلق ہوتا ہے۔ یہ میں ہی جانتا ہوں کہ موت کے وقت ناامیدی انسانی تقاضا ہے کیونکہ انسان بنیادی طور غاصب ہے وہ اپنی ملکیت سے کسی حالت میں بھی دستبردار نہیں ہوتا، یہ ناامیدی زلیست کی ملکیت چھوٹنے کا غم ہے، اف! یہ جان کنی کا عالم ہے، دوسرے کو مرتا ہوا دیکھ کر ہم میکانکی طریقے سے اظہار افسوس کرتے ہیں، یہی کہتے ہیں، دیر سے بیمار تھا یا اچانک حادثے کا شکار ہو گیا اوہ، بڑی ناانصافی ہوئی، جب یہی واقعہ شخصی واردات کے طور پر پیش آتا ہے اس وقت دوسرے زیادہ یاد آتے ہیں کیونکہ اپنا وجود دوسروں کے حوالے سے قائم ہوتا ہے، پھر دوسروں کے چہرے دھندلانے لگتے ہیں اور اپنے وجود کے انہدام کا احساس شدت سے تقویت پکڑتا ہے، موت کا کرب اور زندگی کی بازگشت مرنے والے کے ذہن سے معنویت کو حذف کر کے زندگی کے پچاس ساٹھ سالہ عرصے کو بنجر زمانی سانحے میں منتقل کر کے انسان کو بے بس کر دیتی ہے، موت اور پیدائش زندگی کے دوایسے سانحے ہیں جو انسان کے اختیار سے باہر ہیں پیدائش اور موت کا درمیانی عرصہ اختیاری ہے لیکن آغاز اور انجام کی بے بسی ایک سوال بن کر پوچھتی ہے: اگر یہ ناپائیدار ہے تو پھر پائیداری کا تقاضا کیوں کیا جاتا ہے؟ وفات پر آہ وزاری کیوں کی جاتی ہے؟ میں مطمئن ہوں کہ میری موت کسی کو رنجیدہ نہیں کرے گی، کسی کی آنکھیں میری غیر حاضری سے نم نہیں ہوں گی۔ اوہ، بابا جمال کی جھگی سے باہر موسلا دھار بارش ہو رہی ہے، انسان نہیں کائنات میرے لئے رو رہی ہے، دوپہر سے کافی تیز بارش زمین کو چھلنی کر رہی ہے۔

ٹھیک بارہ بجے میں نے سلیم کے خلاف اپنی شہادت مکمل کی تھی، وہ بھی عجیب و غریب شخص تھا ملزموں کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر بھی بڑا متکبر تھا، اس

Scanned with CamScanner

نے پہلے مجھے بڑی حقارت سے دیکھا پھر میرے بیان کے دوران چہرے پر طنز یہ مسکراہٹ کا خول چڑھا کر چھت کی طرف دیکھتا رہا، اس نے بنفسِ نفیس مجھ پر بہت طویل جرح کی تھی، بحث کا لب لباب مجھے تحقیر کے ذریعے مشتعل کرنا تھا، اس نے کہا: میں برطرف شدہ پروفیسر ہوں، اس نے کہا: میں کرائے کا گواہ ہوں، اس نے کہا: میں پیسے لے کر بیان میں تغیّر و تبدل کر لیتا ہوں، اس نے کہا: چونکہ کوثر کا رشتہ میرے پیشے کی وجہ سے رد کر دیا گیا ہے اور میں انتقام کے طور پر شہادت دے رہا ہوں، اس نے کہا: میں سیاسی طور پر مشتبہ ہوں، میں نے کہا: میں سب کچھ مانتا ہوں لیکن تم قاتل ہو، تم نے مجھے سرمایے کے ذریعے خریدنے کی کوشش کی ہے، تم قاتل ہو، اور میں نے یہ واردات اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے، وہ مجھے جھوٹا ثابت کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے صداقت کو تھامے رکھا، جرح کے ختم ہوتے ہی میں نے باہر نکلنے کی کوشش کی، راستے میں احمد ملا وہ مجھ سے گلہ کرنے لگا کہ میں نے ملک مقبول کا مقدمہ حاصل کرنے میں کوئی کوشش نہیں کی، میں نے کہا: میں تم سے ابھی تفصیلی بات کرتا ہوں مجھے جعفر کے خلاف شہادت دینی ہے، میں نے وہاں سے جان چھڑائی اور جعفر کو معاف کر کے بابا جمال کی جھگی کا رخ کیا، بابا جمال کی جھگی میری کھولی سے آدھ میل کے فاصلے پر ہے یہاں بابا جمال ناجائز شراب کشید کر کے اپنے دو نوکروں کے ذریعے شہر کے مختلف اڈوں پر فروخت کرتا ہے۔

ٹھیک بارہ بجے رات! بابا جمال کی جھگی میں کسی قدر تاریکی ہے، ایک گوشے میں ٹمٹماتا ہوا دیا ہوا کے جھونکوں سے کانپ رہا ہے، چولہے میں گیلی لکڑیاں جلنے کی بجائے سُلگ رہی ہیں، ہر طرف دھویں کے ستون پھیلے ہوئے ہیں، بابا جمال میعادی بخار میں مبتلا چارپائی پر الٹا لیٹا کراہ رہا ہے، جھگی میں شراب کے تین مٹکے سفید پگڑیاں باندھے ہوئے خاموشی سے دیوار کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں، میں پچھلے سات آٹھ گھنٹوں سے مسلسل

Scanned with CamScanner

شراب پی رہا ہوں اتنے سگریٹ پی چکا ہوں کہ سارے بدن میں تمباکو اور دیسی شراب کی میٹھی میٹھی بو رچی ہوئی ہے ، ابھی تک میرا ذہن ماؤف نہیں ہوا ، پیٹ غبارے کی طرح پھول گیا ہے ، ٹانگیں بمشکل پیٹ کا بوجھ اٹھا رہی ہیں اور قدموں کے نیچے زمین کانپ رہی ہے ، یہ زلزلہ نہیں میرے وجود کا ارتعاش ہے ، میرے پاؤں زمین کا پیٹ چھو کر اندر سمانے کی جگہ بنا رہے ہیں ، میرے پھیپھڑوں میں سانس لینے کی سکت کافی کم ہوگئی ہے غالباً الکوہلک ٹوکسٹی کا عمل شروع ہو چکا ہے ، میرے ایک ایک خلیے میں غلیظ ہوا بھرتی جائے گی ، میں ایک مرگی کے مریض کی طرح زمین پہ کچھ عرصہ لوٹنیاں لے کر دم توڑ دوں گا ، جو بھی دیکھے گا کہے گا : بیچارے نے بڑے عذاب میں جان دی ہے ، میں اتنا بے حس ہو چکا ہوں گا کہ اس کی حماقت پہ کھلکھلا کر ہنس بھی نہیں سکوں گا ، طرح طرح کے مفروضے قائم کئے جائیں گے : بیچارا بہت کچھ کرنا چاہتا تھا لیکن موت نے مہلت نہ دی .... اُف ، بہت گھٹن ہے ، میں نے تازہ ہوا کے لئے ٹوٹی ہوئی کھڑکی کے دونوں پٹ کھول دیئے ہیں ، اوہ ، راسکولنیکوف تم نے فوریت کا وہ لمحہ کیسے چھین لیا تھا ؟ میں سسک سسک کر اس کی طرف آگے بڑھ رہا ہوں ، تمہارے سامنے سزا کے بعد نئی زندگی کے آغاز کا عزم تھا ، میرے سامنے اندھیرا ہی اندھیرا ہے کہ میں بے عقیدہ ہوں بلکہ اگنوسٹ ہوں ، تم نے جرم اور سزا کے ذریعے نجات کا در کھولا ، میں جرائم پیشہ نہیں تھا اس کے باوجود مجھے مجرم قرار دیا گیا میرے وجود کو عمومی صحت کے لئے مہلک قرار دیا گیا ، اوہ ، راسکولنیکوف ! تم نے زندگی سے رہبانیت کی طرف سفر کیا اور میں اور میں....
میں منتشر ہوتا جا رہا ہوں قطرہ قطرہ الکوہل میری شریانوں میں آگے بڑھتی جا رہی ہے ، پُتلیاں پھیل گئی ہیں ، میرے منہ کا ذائقہ بالکل بدل گیا ہے ، جسم ، جو ایک مدت سے تنا ہوا خیمہ بنا ہوا تھا ، اس کی طنابیں ڈھیلی ہو گئی ہیں ، سلیم کو موت

Scanned with CamScanner

کے سپرد کر کے میں نے اپنے آپ، کوثر اور سلیم سب کو تہس نہس کر دیا ہے، میں اس صورت حال کو بچا سکتا تھا لیکن یہ سب کچھ غیر معمولی حالات کا نتیجہ ہے، میں غیر منصف معاشرے کی صداقت کو آزمائش میں دیکھنا چاہتا تھا، میں اپنی آزادی کو فعلیت سے آشکار کرنا چاہتا تھا، ان حالات کے پیش نظر میرے خلاف فرد جرم مرتب کی جا سکتی ہے، میں نے ہر انسانی سفلگی کا مظاہرہ کیا ہے، مجھ سے ناکردہ جرائم منسوب کئے گئے اور میں نے جن جرائم کا ارتکاب کیا ان کا مجھے تحفظ دیا گیا! میں نے ملزموں اور اور مجرموں سے دوستی کا دم بھرا کیونکہ مجھے ان میں زیادہ انسانیت نظر آئی، ان کی بیساختگی میں منافقانہ تہذیب کا پرتو نہیں تھا، میں نے ان سے وہ کچھ سیکھا جو مہذب ثقافت نہ سکھا سکی، یہ لمحہ فکریہ ہے اے دانشورد اور مشیرد! معاشرتی ناانصافی اور اقتصادی ناہمواری سے جو دانش اور صداقت جنم لے گی وہ امن اور تحفظ کی بجائے استحصال اور ہلاکت کی ذمہ دار ہو گی! آؤ میرا محاسبہ کر لو، مجھے چاروں سمت سے گھیر لو، اے ہواؤ! اے روشنیو! میرے گلے میں تاریکی کا پھندہ ڈال دو! میں نے اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کا اقرار کر لیا ہے ...... اُف، میرا سانس گھٹ رہا ہے، میں اب زیادہ الکوہل نہیں پی سکتا، الکوہلک ٹاکسٹی کا عمل شروع ہو چکا ہے، میرے پھیپھڑوں کے لئے سات فضاؤں کی ہوا درکار ہے، میں سسک رہا ہوں ...... میں نے اس عذاب کی بدولت حقیقت کی جھلک دیکھ لی ہے ـ مجھے دریا کی طرف جانا چاہیئے، ہوا بارش اور بہتے پانی کی سرسراہٹ مجھے بلا رہی ہے ...... لانگ مارچ اکتوبر ۱۹۲۲ء

...... میں آگے بڑھ رہا ہوں، میں نے بابا جمال کی جھگی سے باہر قدم رکھ دیا ہے، باہر نکلتے ہی کانپتا دیا آخری پھڑپھڑاہٹ کے بعد بجھ گیا ہے .... لفٹ رائٹ .. .... استحصال کے خلاف لانگ مارچ ...... کاناتی قوتوں کے خلاف لانگ مارچ بڑا سخت مقابلہ ہے ...... بارش کی تیزی اور ہوا کی تندی سے نظر دھندلا

Scanned with CamScanner

گئی ہے، میری آنکھوں کو روشن ہونا چاہیئے کیونکہ میں نے دوغلی حقیقت کا آخری روپ دیکھ لیا ہے، دریا کا پل رنگ برنگی نیون روشنیوں کا سہرا باندھے میرا منتظر ہے، ہر بلب کے گرد تاریکی کا مقدس ہالہ ہے، غالباً میں اندھا ہو چکا ہوں، میں آگے کیسے بڑھوں؟ کچھ دکھائی نہیں دے رہا، اس راستے کو میرا راہبر بننا چاہیئے، مجھے منزلِ مقصود تک پہنچانا چاہیئے، کیچڑ بارش خاموش آسمان اور اس کے پیٹ میں سے رستا ہوا پانی، دریا کی سرسراہٹ! دریا پرسکون دریا! دشمن نے تجھے پیاسا کر دیا ہے، تیرے کنارے بنجر ہوتے جا رہے ہیں تو معنویت کی سیال حقیقت ہے۔ یہ سب کچھ کتنی سرعت سے بدل گیا ہے، میں کل تک ایک خوف زدہ بچہ تھا اور اب...... نہیں، یہ سب کچھ خواب ہے، میرے ساتھ کچھ نہیں ہوا ابھی ابھی میری نیند کھلی ہے، مجھے کالج سے دیر ہو رہی ہے یہ کلاس کل پڑھ لوں گا...... نہیں یہ جھوٹ ہے میں اندھا دھند دریا کی طرف بڑھ رہا ہوں، میں اب بھی راستہ تبدیل کر سکتا ہوں، میرے پھیپھڑے اور حماتگیں جواب دے گئی ہیں، نہیں، ہرگز نہیں، میں دوغلی حقیقت کا دوبارہ بوجھ اٹھانے کی ہمت نہیں رکھتا، جھوٹ بول بول کر میری زبان پر چھالے پڑ چکے ہیں، ذہن نے مزید جرح سننے سے انکار کر دیا ہے، یہ نئی اخلاقیات کے بارے میں غور و فکر کرنے کا موقعہ نہیں ہے، یہ میری نہیں اس عہد کی شکست ہے! میں اپنا خمیازہ ہوں! یقیناً میرے زمانے کو مجھ جیسے شخص کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ میں نے اس کے وجود سے انکار کیا تھا اس نے اب میرے وجود کی نفی کی ہے، میں آفرینش سے پہلے نفی تھا، میں موت کے بعد نفی ہو جاؤں گا، میں نے اپنے وجود کے ذریعے دو منفی نقطوں کو آپس میں متصل کیا ہے......

دریا کا پل نئے تمدن کا نقیب بن کر مجھے اپنی دیو ہیکل جسامت دکھا رہا ہے، پل بارش میں شرابور، بارش کی دیوار کے پیچھے رنگ برنگی روشنیوں کا شہر میرے

انجام سے لاتعلق محو خواب ہے، ناہید کو میری موت کا یقین نہیں آئے گا، ساری تفصیل زرد صحافت کے سفید مٹیالے صفحے سجائے گی، بارش کی دیوار، دیوار گریہ! دیوار وجود! ہر طرف دیواریں ہی دیواریں! میں نے دیوار وجود کے پیچھے کچھ نہیں دیکھا، نہ دیکھتے ہوئے بھی میں پتھر کی طرح ساکت ہوگیا تھا، اب کبھی میں موت کی دیوار کے پیچھے نہیں دیکھوں گا کیونکہ صرف اتنا ہی دیکھنا چاہیئے جتنا دیکھا جا سکے۔ دریا کا نیا پُل روشنیوں کے ہار پہنے تھکے ہارے مسافر کو خوش آمد کہہ رہا ہے، دریا کا پرانا پُل تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے، ایک تاریک اور ایک روشن پُل دونوں شہر کی راہ دکھاتے ہیں .... الوداع اے شہرِ سنگ دل! الوداع اے مجرمو! بے گناہ اسیرو! میں نے تمہارے حوالے سے ایک عہد کی داستان کو مکمل کیا ہے، میں تمہاری طرح بے نام اور گمنام ہوں..... میں نے پُل کی طرف آتے ہوئے سب نشان منہدم کر دیئے ہیں تاکہ تم تیا نہ لگا سکو کہ پچھلے پہر شہر میں سے کون دبے پاؤں نکلا تھا؟ وہ دیکھو آسمان پر گرج کے ساتھ بجلی کی کمان نمودار ہوئی ہے، میں نے اپنا عہد پورا کر لیا ہے! میں اپنے جسم کی لوحِ محفوظ کو دریا کے سپرد کر رہا ہوں کہ آئندہ زمانے میں کھدائی کے وقت اس لوحِ محفوظ کے روپ میں دوبارہ منکشف ہو جاؤں، نئے پُل کی ریلنگ سے نیچے دریا پیٹ کھولے میرا منتظر ہے .... میں نیچے گرتا جا رہا ہوں پاتالوں میں، خلاؤں میں، مجھے وہیل مچھلی نہیں نگلے گی!

اختتام سے پہلے

میں ایک مرتبہ پھر اپنے کمرے میں واپس بھیج دیا گیا ہوں، مجھے آرام کا مشورہ دیا گیا ہے، موت نے میرے ساتھ مذاق کیا ہے، دریا نے مجھے قبول نہیں کیا، مجھے مالِ مسروقہ کی طرح برآمد کیا گیا ہے۔ اس رات دریا کے پُل کے نیچے ایک حفاظتی کشتی گشت کر رہی تھی کہ جنگ کا خطرہ تھا، مجھے دریا میں گرتے ہی حفاظتی کشتی میں سوار افراد نے ذرا سی تگ و دو کے بعد باہر نکال لیا، بعد میں میرے خلاف اقدامِ خودکشی کی کارروائی شروع کی گئی، میں ابھی تک زندہ ہوں اور وہ کارروائی جاری ہے۔ اس دوران کچھ تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں: رضیہ فوت ہوگئی ہے اور سلیم کو سزائے موت سنائی گئی ہے اور اُس نے اس سزا کے خلاف عذرداری داخل کی ہے۔ کیا مجھے اس تھکی ہوئی زندگی کو پھر چاٹنا ہے؟ مجھے آرام کا مشورہ دیا گیا ہے! میں نے اپنے فیصلے کا اعلان کرنے سے پہلے اپنی تنہائی اور بیزاری سے تنگ آ کر اپنی مکروہ سوانح عمری کو لفظوں میں منتقل کیا ہے، ایک مرتبہ پھر لاپتہ ہونے سے قبل یہ اوراق احمد کے حوالے کر دوں گا، کیونکہ ان کے جملہ حقوق محفوظ ہیں!

○

دیوار کے پیچھے

'دیوار کے پیچھے' کے بارے میں پہلی بات یہ ہے کہ یہ ناول ہمیں دیوار کے پیچھے جھانکنے کی تخلیقی تحریک عطا کرتا ہے۔ آپ اسے غیر اخلاقی حرکت کہہ لیجئے۔ تاہم اس میں کئی خطرات بھی مضمر ہیں۔ کیونکہ اس ناول کو پڑھنا عصری زندگی کے پورے کرب سے گزرنا ہے یہی وجودی بحران کا نقطۂ آغاز ہے۔

انیس ناگی کے اس ناول کا ہمارے عہد سے وہی تعلق ہے جو شاہ حسین اور بلھے شاہ کی شاعری کا اُنکے زمانے سے تھا۔ یہ نئے انسان کی وجودی صورتحال کا مظہر یاتی بیان اور عصرِ حاضر کی عمیق انسانی صداقت کا اظہار ہے۔ پندرہ سولہ برس قبل انور سجاد کے افسانوں کے مجموعے 'چوراہا' پر تبصرہ کرتے ہوئے انیس ناگی نے گلہ کیا تھا کہ "زندگی کے بطن میں جو تغیرات جنم لے رہے ہیں، بین الاقوامی انسان کی شبیہہ جو رنگ بدل رہی ہے اُن سے اُردو کے افسانہ نویس اور نقاد دونوں بے خبر ہیں یا تشخص کی صلاحیت نہیں رکھتے۔" بے خبری کے اسی دھبّے کو دھونے کیلئے شاید یہ ناول لکھا گیا ہے۔ اگرچہ اب بھی یہ شبہ کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے روایتی نقاد اس ناول کی افہام و تفہیم کے باب میں کسی معقول معاونت کا مظاہرہ کر سکیں گے۔

'دیوار کے پیچھے' "اُس مردود شہر میں فرد کی سرگزشت ہے جس کی سماعت میں فرق آ چکا ہے۔"، جس میں عظمت اور رامان نہیں محض سفلہ پن اور طمع ہے۔ جس میں جاننا جرم کرنے کے مساوی ہے جہاں تمام انسانی رشتے ٹوٹ چکے ہیں۔ فرد اپنی شناخت کھو چکا ہے۔ وہ کنسنٹریشن کیمپ میں اپنے نمبر کے حوالے سے پہچانا جاتا ہے۔ اس بستی میں فرد اپنے تئیں عضویاتی کل بھی محسوس نہیں کرتا۔ اپنے اپنے آپ سے بے بس اور حالات کے جبر کا شکار ہے۔ یہاں زندگی مطلق کے افق اور ابدیت کے بغیر بسر ہوتی ہے۔ اس کا المیاتی احساس بھی فنا ہو چکا

Scanned with CamScanner

ہے۔ نہلزم اس شہر کا حوالہ ہے۔

انیس ناگی وجود کے ناقابل فہم ہونے کی حقیقت اور اس کی لایعنیت دونوں کو بیک وقت آشکارہ کرتا ہے۔ کرب لاشیئت اور لایعنیت کو زندگی کے اساسی تجربے کی حیثیت سے پیش کرتے ہوئے وہ ایک نئے شعور، نئے طرز احساس اور نئی اونٹولوجیکل اقدار کا مطالعہ کرتا ہے جن کے حوالے سے نہلزم کے حدود میں اس سے ماورائیت کے امکانات تلاش کئے جاسکیں۔

انیس ناگی کا پروفیسر لایعنی کائنات میں بلا جواز پھینکا ہوا اینٹی ہیرو ہے وہ برگشتگی کی تجسیم ہے۔ روحانی طور پر جلاوطن، بے جڑ بے خانماں اور بے ایمان ہے۔ فطرت سے برگشتہ، مذہب سے محروم اور اجتماع سے لاتعلق ہے۔ سارتری ہیرو کی طرح وہ اپنے نہلزم کے ساتھ زندگی کا انتخاب کرتا ہے۔ پروفیسر کے روپ میں انیس ناگی نے لایعنیت کا راز افشا کیا ہے اور اسے نئے فنی شعور اور قابل رشک تخلیقی صلاحیتوں کے ساتھ پیش کردیا ہے بسا اوقات تو ہیرو کا کرب ہمارے لئے ناقابل برداشت ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی حقیقت میں ہم سب کا بھید پوشیدہ ہے اس کے حوالے سے ہم اپنے اپنے وجود کے تجربے سے ازسرنو دوچار ہوتے ہیں۔

پروفیسر اپنی موجودگی کی صورتحال سے آگاہی چاہتا ہے، وہ بار بار سوال اٹھاتا ہے حالانکہ اسے معلوم ہے کہ لایعنی کائنات میں کسی سوال کا جواب موجود نہیں۔ جواب سے محروم رہنا سوالوں کا مقدر ہے۔ وہ بے قدر اور مجرم ہے مگر نہیں جانتا کہ اس کا جرم کیا ہے اس سے باز پرس کرنے والا کون ہے ـــــ وہ کس کے روبرو جواب دہ ہے۔

ہمیں بتایا جاتا ہے کہ پروفیسر کا جرم آزاد خیال ہونا ہے، خیر یہ بات

Scanned with CamScanner

ہے تو اسے لغو قرار نہیں دیا جاسکتا یہ واقعی جرم ہے۔ مگر اس کے فکر و عمل میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی۔ اس الزام کا واحد جواز یہ پیش کیا گیا ہے کہ لباس کے معاملے میں لاپرواہی بالوں کی طوالت اور بے ترتیبی پائپ نوشی اور ریستورانوں میں وقت کٹی کی عادت کو دیکھ کر کالج کے اندر اور باہر بعض لوگ مجھے سر خا کہتے تھے میں نے ابتدا میں وضاحت کرنے کی کوشش کی کہ میں سرخا ورخا نہیں ہوں لیکن اس وضاحت نے مجھے بعض کی نظروں میں اور زیادہ مشکوک بنا دیا تھا پھر بتدریج میں اس لقب سے بالکل لاتعلق ہو گیا۔"

ہمیں یہ وضاحت قبول کر لینا چاہیئے مگر ناول میں پروفیسر کے جرائم کی ایک پوری فہرست موجود ہے، اول یہ کہ اس کی موجودگی ہی جرم ہے، وہ اس لئے بھی مجرم ہے کہ معاشرے نے اسے مردود قرار دیا ہے اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے وہ تنہائی میں ممنوعہ موضوعات پر غور و فکر کرتا ہے۔ انتخاب کی آزادی سے دست بردار نہیں ہوتا۔ احتجاج کرنے کا عادی ہے۔ بدترین جرم یہ ہے کہ وہ وضاحت کا طلبگار رہتا ہے۔ معنویت کا متلاشی ہے۔ زندگی کے مقصد کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ وہ اپنے تیئں سوال کرتا ہے —— سب کچھ مجھے مل جائے ثروت استحکام مرتبہ، ناموری، کیا پھر بھی مجھے رنجیدہ رہنا ہوگا بہت معقول سوال ہے ان کے حصول کے بعد بھی رنجیدگی رہے تو پھر میرے مسائل اور ہیں اور میں جس چیز کی تلاش میں ہوں وہ کچھ اور ہے وضاحت! یعنی میں اپنے آپ میں اور اردگرد کی اشیا میں ایک منطقی ارتباط قائم کر سکوں —— میں جو کچھ سوچتا ہوں، جو کچھ میرے ساتھ بیت رہا ہے اور جو کچھ میرے اردگرد ہو رہا ہے ان میں کوئی رابطہ نہیں ہے۔

اشیا کے مابین منطقی ربط اور وضاحت کی خواہش کے جرم ہونے میں شبہ نہیں کرنا چاہیئے اگر آپ اشیا میں منطقی ربط کے متلاشی ہیں تو پھر آپ انہیں معقول انداز میں ترتیب دینے پر بھی آمادہ ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ انسان کا دنیا کا وقوف پانا اسے انسان بنانے کے مترادف ہے ہمارے معاشرے میں بھلا اس سے بڑا جرم کیا ہو سکتا ہے۔

مفہوم اور وضاحت کی یافت خود سے ماورا ہوئے بغیر محال ہے۔ کامیو نے لکھا تھا کہ لایعنیت وضاحت کی خواہش اور دنیا کے ناقابل فہم ہونے کے تضاد سے جنم لیتی ہے۔ انیس ناگی نے نیا زاویہ پیش کیا ہے۔ اس کے نزدیک لایعنیت کا منبع وضاحت کی طلب اور خود سے ماورا ہونے سے انکار کا باہمی تضاد ہے چنانچہ اس کا لایعنی ہیرو خود ماورایت کے امکان سے منکر ہے۔ وہ ہمیں یقین دلاتا ہے کہ دیوار کے پیچھے محض اس کا سایہ ہے اور انسان یعنی وجود یعنی دیوار یعنی حقیقت اس دیوار سے ماورا نہیں ہو سکتی ——— میں اپنے آپ سے ماورا نہیں ہو اور میرے سامنے جو کچھ ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

تجربی فلسفے کا یہ ادبی اظہار تجربیت اور لایعنیت میں قریبی تعلق کی نشاندہی کرتا ہے۔ وجودی ادیبوں اور دانشوروں نے اس سے ہمیشہ انکار کیا ہے۔ "دیوار کے پیچھے" میں بھی تجربیت کے ایک بزرگ بشپ برگلے پر نکتہ چینی کی گئی ہے۔ تجربیت شخصیت کے داخلی مرکز کے وجود سے منکر ہے۔ لایعنیت کائنات کے مرکزی نقطہ کی موجودگی تسلیم نہیں کرتی، اس طرح یہ دونوں رویے ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں، لایعنی ہیرو کائنات میں انتشار دیکھتا ہے اور اسے چیزیں منطقی ربط سے محروم نظر آتی ہیں۔ تو اس کے باطن میں

Scanned with CamScanner

صرف حیاتیاتی اصول کارفرما ہوتا ہے ــــــ اوہ میرے اندر نراج ہے مجھے روحانیت کی طرف رجوع کرنا چاہیے، کہتے ہیں تشکیک انسان کے اندر ہوتی ہے۔ اس سوچ میں ایک دفعہ میں نے اپنا ایکسرے کرایا تو میں اس کا نیگیٹو دیکھ کر کھلکھلا کر ہنسنے لگا کہ میرے اندر جسمانی آرگنز اور فضلے کی بڑی آنت کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں نے آخر خوفزدہ ہو کر روحانیت اور تشکیک سے منہ موڑ لیا تھا۔

روحانیت کی جستجو فضلے کی بڑی آنت پر منتج ہو تو لایعنیت کے مطلق ہونے کے بارے میں تمام شبہات ختم ہو جاتے ہیں، مگر صورتحال کا ایک اور پہلو یہ بھی ہے۔ لایعنی ہیرو جس نظام میں زندگی بسر کرتا ہے وہ غیر معقول ہونے کے باوجود لایعنی نہیں۔ تجربی رویہ نظام کی پیچیدہ میکانیت اور اس کے انسان دشمن محرکات کا وجود تسلیم کرنے سے گریزاں رہتا ہے لیکن ہم کبھی نہ کبھی ان کی موجودگی سے دوچار ہو ہی جاتے ہیں ــــــ اب پہلی مرتبہ مجھے سنجیدگی سے سوچنے کا موقع ملا ہے۔ اپنے بارے میں ان تمام قوتوں کے بارے میں جنہیں ابھی تک غیر سمجھتا رہا ہوں۔ کسی آنکھ کا محدب شیشہ کافی دیر سے میرا مشاہدہ کر رہا تھا میں کے وجود سے بے خبر تھا۔ مگر وہ میرے وجود سے باخبر تھا۔ میں نے بہت غفلت برتی ایک طرح کی تشکیت کو زندگی کا کامیاب رویہ تصور کیا۔ مگر حقیقت نے مجھے اچانک آلیا ہے۔

اس استحصالی نظام میں جہاں محدب شیشے کے ذریعے ہم سب کا لگاتار مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ ہر آدمی کی انٹروگیشن ضروری ہوتی ہے۔ تاہم چوہدری کا کہنا مان لیا جائے تو ہم سب کا ریکارڈ درست ہو سکتا ہے، چوہدری بھی کٹھ پتلی ہے ــــــ اوہ پروفیسر میں اتنا ظالم نہیں جتنا تم سمجھتے ہو میں صرف حکم کی تعمیل پر مجبور رہوں مگر یہی مجبوری چوہدری کی نجات کا باعث ہے۔

Scanned with CamScanner

لایعنی ہیرو مصالحت نہیں کرسکتا کہ واپسی تمام راہیں مسدود ہیں۔ وہ خود اپنا کرب ہے۔ مصالحت کسی سے کرے؟ کس کے روبرو اپنے جرم کا اعتراف کرے؟ خود کو کس قانون کے حوالے کرے؟

——— سارتر کے ہیرو کی طرح پروفیسر زندگی کے حق میں فیصلہ کرتا ہے۔ وہ مصالحت پر بھی آمادہ ہے۔ لیکن انیس ناگی اس فیصلے کی لغویت اجاگر کرنے سے نہیں چوکتا! اب میں مصالحت کر چکا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود میرا پیچھا نہیں چھوڑا جا رہا ——— مصالحت کے باوجود مجھے دھوکہ دیا گیا ہے ——— اب میں ہر تشدد کے لئے تیار ہوں۔ میں اب مفاہمت نہیں کروں گا۔ کیونکہ تم اور تمہارا نظام مجھے تحفظ نہیں دے سکا۔ پروفیسر پال گوگاں بھی نہیں بن سکتا معاشرتی وجود اور وجود مصدقہ میں سے کسی ایک کا انتخاب لایعنی ہیرو کے بس کا روگ نہیں۔

——— انیس ناگی منفی نظام میں فرد واحد کی قربانی کو شونزم قرار دیتا ہے۔ لیکن اس نظام میں لایعنیت خودکشی کی طرف لے جاتی ہے۔

کامیو کے اجنبی کی طرح کافکا کے بھی کتے کی طرح موت سے ہمکنار ہوا تھا۔ آخری تجزیے میں دونوں نے موت خود منتخب کی تھی۔ مصالحت میں ناکامی کے بعد پروفیسر بھی خودکشی کی جانب گامزن ہوتا ہے۔ مگر اس دوران میں اس نے راز پالیا ہے اب وہ جانتا ہے کہ یہ زوال کا عہد ہے۔ ترقی کے قدم رک گئے ہیں۔ نئی دانش کی ضرورت ہے۔ جنون میں اس نے جو جانا ہے وہ فرزانگی میں نہیں جانا جاسکتا۔

اب وہ تنبیہ کرتا ہے کہ اگر میرے خلاف انیتنٹی کی پیلیی لی گئی تو میں ساری دنیا کا راز فاش کر دوں گا۔ مگر لایعنی ہیرو جانتے ہوئے بھی کچھ نہیں جانتا۔ وہ انیسویں صدی کا راسکولینکوف نہیں کہ سزا کے بعد

Scanned with CamScanner

نجات پاسکے - یہ بیسویں صدی کا اواخر ہے - یہ انکار کا عہد ہے۔
پروفیسر خودکشی کے حوالے سے زندگی کا مفہوم تلاش کرنا چاہتا ہے۔
لیکن خودکشی لایعنیت کا حل نہیں - کیونکہ لایعنیت فرد کی وضاحت کی خواہش
اور خود ماورائیت سے انکار کے تضاد سے جنم لیتی ہے خودکشی کا مطلب
خود ماورائیت سے مطلق انکار ہے - اس لئے خودکشی اس تضاد کو حل
کرنے کی بجائے اسے شدید تر کر دیتی ہے - بہر طور پروفیسر اپنے خاتمے
میں کامیاب نہیں ہوتا اسے ایک بار پھر اپنے کمرے واپس بھیج دیا جاتا ہے۔
دیوار کے پیچھے کا انجام خودکشی کی بجائے لایعنی ہیرو کے لاپتہ ہونے پر
ہوتا ہے - ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ اب وہ کہاں ہے - مگر اس کی تحریر کا آخری
جملہ بہت معنی خیز ہے - وہ اعلان کرتا ہے کہ اس کی تحریر کے جملہ حقوق
محفوظ ہیں - غالباً وہ خود بھی جملہ حقوق محفوظ والی دنیا میں چلا گیا ہے۔
——— یعنی معاشی مفادات اور افادی رشتوں کی دنیا میں -
یہ واقعی لاپتہ لوگوں کی دنیا ہے - جس میں کسی کی شناخت ممکن نہیں - جہاں
وضاحت کی خواہش معدوم ہے اور ملکیت سے وجود کا تعین ہوتا ہے۔
کیا یہ واپسی لایعنیت کا حل ہے - ؟ کیا یہ وہی وضاحت نہیں جس کی عدم
موجودگی ہمیں لاشیئت اور لایعنیت کے روبرو کر دیتی ہے ؟ یہ سوالات
اس قدر اہم ہیں کہ قیاس آرائی ملتوی کر کے ہمیں انیس ناگی کے تخلیقی عمل
کے آئندہ مرحلے کا انتظار کرنا چاہیئے -

انیس ناگی کی تکنیک نے اس کی تخلیقی صلاحیتوں کا بھرپور ساتھ دیا
ہے - اس کا ناول تعجب انگیز حد تک فطری واقعات کے سلسلے پر مبنی ہے۔
تمام کردار جانے پہچانے ہیں حالانکہ موضوع اور اسلوب دونوں حوالوں
سے یہ ناول ہماری ادبی روایت میں ایک بے مثل تجربہ ہے - اعلیٰ مہارت

اور تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے ہوئے انیس ناگی نے ناول کے مرکزی خیال کی ضرورت کے مطابق سپاٹ اور غیر شخصی اسلوب اپنایا ہے۔ اور فلسفہ طرازی کو تخیل کی بلند پروازی کی جگہ دی ہے۔ اس نے بیان کا مظہریاتی پیرایہ اختیار کیا ہے۔ سارتر کو ادبی تخلیق میں مظہریاتی منہاج استعمال کرنے کے سلسلے میں شہرت ملی ہے۔ مگر ہمارے ناول نگار کو ایسی منہاج پر حیرت انگیز حد تک گرفت حاصل ہے۔ وہ اپنے مرکزی کردار کے لاواسطہ تجربے کے ٹھوس معطیات کو اس کی مصنوعی جذباتی کشمکش سمیت نہایت چابکدستی سے پیش کر دیتا ہے۔

کچھ ایسے ضمنی حقائق ہیں جو اس ناول کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔ اول یہ کہ یہ ناول ۱۹۷۰ء میں لکھا گیا مگر ۱۹۸۰ء میں شائع ہوا۔ کیا یہ حقیقت نہیں ۱۹۷۰ء میں لایعنیت محض ایک فلسفیانہ نظریہ تھا۔ جسے زوال پذیر مغرب کی نئی بیماری قرار دے کر آسانی سے مسترد کیا جاسکتا تھا۔ اب یہی تجربہ ہمارا اجتماعی تجربہ بن چکا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ساتویں دھائی کے آغاز میں پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس کے سبزہ زاروں میں ہم چند دوست مل کر کامیو کے نظریات پر جوش و خروش سے بحث کیا کرتے تھے۔ تو یہ سب کچھ ٹھوس ہوتے ہوئے بھی مصنوعی لگا کرتا تھا، دل ہی دل میں ہم سمجھتے تھے کہ تیسری دنیا میں عہد و امید کا سورج طلوع ہو چکا ہے، صدیوں سے دنیا جس مثالی انسان اور سماج کا خواب دیکھتی رہی ہے اس کی تعبیر ظاہر ہونے کو ہے۔ آزادی، مساوات، انصاف، انسان دوستی، رواداری، روشن خیالی اور ضمیر کی برتری ہمارے لئے ٹھوس اقدام تھیں، ہم ان میں یقین رکھتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ جلد ہی دنیا بھر میں ان کی برتری قبول کر لی جائے گی اور اس انسان افروز

عمل میں تیسری دنیا کی نئی نسل کے نمائندوں کی حیثیت سے ہم نمایاں کردار ادا کریں گے۔ اس برس کے مختصر وقت نے ان تمام آدرشوں کو روند ڈالا ہے اب تو لایعنیت کا احساس اس قدر شدید ہے بے چارے وجودیت پرست بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ناول کے دیباچے میں انیس ناگی نے اپنے نام کے ساتھ ان کے شہر کا نام درج کیا ہے۔ بعد ازاں اس پر سلپ لگا دی گئی ہے مگر اسے ہٹا کر آپ بھی اس شہر کا نام پڑھ سکتے ہیں اصل میں یہ وہی الجزائری قصبہ ہے جس کے پس منظر میں کامیو نے اپنا مشہور ناول LA PESTE لکھا تھا۔

تیسری یہ بات ہے کہ دیوار کے پیچھے کی اشاعت کے چند ماہ بعد انیس ناگی نے کامیو کی کتاب LE MYTHE DE SISPHE کا اردو ترجمہ سیسی فس کی کہانی کے عنوان سے شائع کروایا تھا یہ زمانی قرب بہت بامعنی ہے۔ کامیو کے ناول "اجنبی" کی طرح یہ کتاب دیوار کے پیچھے کی فکریاتی اساس فراہم کرتی ہے۔ چنانچہ اس ناول میں فرد کے جس وجودی بیان بحران اور کرب کا ادبی اظہار ملتا ہے سیسی فس کی کہانی میں اس کا نظریاتی استدلال پیش کیا گیا ہے۔ مگر یہ بات ایک حد تک ہی درست ہے۔ کیونکہ انیس ناگی نے لایعنیت کے نئے افق تلاش کئے ہیں۔ مغربی روایت کے مقابلے میں اس کے ہاں لایعنیت زیادہ مکمل اور نسلی معلوم ہوتی ہے۔ کافکا کے ایک دوست نے تو اس کے مقدمہ کو مزاحیہ ناول قرار دیا تھا۔ کئی نقادوں نے اس کی مذہبی اور صوفیانہ توجیہات پیش کی ہیں۔ اس طرح کامیو کو اخلاقی مبلغ بھی کہنا ممکن ہے لیکن انیس ناگی کو صرف لایعنیت کے حوالے سے ہی سمجھا جا سکتا ہے گویا وہ

Scanned with CamScanner

حقیقی معنوں میں عدمیت کا پیغمبر اور لایعنیت کا گرو ہے۔

یہ حقیقت پیش نظر رہی چاہیے کہ انیس ناگی نے دوستوفسکی کافکا، آندرے ژید، فاکنر، سارتر، اور کامیو کی ادبی روایت کو پاکستان میں محض متعارف نہیں کروایا بلکہ خود اس روایت کو آگے بڑھایا ہے جیسے ڈاکٹر عبدالسلام نے آئن سٹائن کے نظریے کو ترقی دی ہے۔ یورپ میں یہ روایت پانچویں دھائی میں زوال پذیر ہوگئی تھی۔ کامیو کا انتقال ۱۹۶۰ء کے پہلے ہفتے میں ہوا۔ سارتر دوسری جنگ عظیم کے بعد مارکس کے گوشہ عافیت سے پناہ کا طلبگار رہا ہے یوں اس کا رشتہ وجودی ادب اور دانش سے ٹوٹ چکا تھا۔ دوسری طرف وجودیوں کی نئی نسل اعلیٰ تخلیقی صلاحیتوں کے اظہار میں ناکام رہی ہے۔ کولن ولسن کے بعد اس کی دلچسپیوں کا رخ بدل گیا ہے۔ اجتماعی تعمیر کے بعد از جنگ کی یورپی جدوجہد کی کامیابی اور سیاسی و معاشی استحکام نے اس تبدیلی کا رخ متعین کیا ہے۔

کیرکے گورے کے بعد سے وجودی فلسفہ ادبی عمل کے دوران پر حاصل ہونیوالی انسانی مقدر کے بارے میں بصیرت تخلیقی تحریک حاصل کرتا رہا ہے۔ "دیوار کے پیچھے" نئے انسان کے وجودی کرب کا ایک تخلیقی بیان ہے۔ اس لئے گراں قدر ادبی تخلیقی ہونے کے علاوہ فلسفے کے نئے امکانات سے بھی حاملہ ہے۔

قاضی جاوید

۱۹۸۱
لاہور

Scanned with CamScanner

1585

معیاری اور خوبصورت کتابیں

ناول	خوشبوؤں کا باغ	انور سجاد
	اُداس نسلیں	عبداللہ حسین
	باگھ	عبداللہ حسین
ناولٹ	چار ناولٹ	قرۃ العین حیدر
	نشیب	عبداللہ حسین
افسانے	ستاروں سے آگے	قرۃ العین حیدر
مضامین	اقبال - ایک شاعر	سلیم احمد
	وقت کی راگنی	محمد حسن عسکری
	اقبال اور اس کا عہد	جگن ناتھ آزاد
	سرچشمے	سہیل احمد
	طرزیں	سہیل احمد
نفسیات	خیال کی طاقت ـ ایمل کوئے / ترجمہ: وارث سرہندی	
تذکرہ	منٹو: میرا دشمن	اوپندر ناتھ اشک
خاکے	پکچر گیلری	قرۃ العین حیدر
شاعری	آبِ رواں	ظفر اقبال
	رادار	ساقی فاروقی
	رازوں سے بھرا بستہ	ساقی فاروقی
	شبنمستان	فراق گورکھپوری
	رُوحِ انیس	میر انیس

قوسین